سیرتِ
عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تالیف

محمد رضا

ترجمہ

محمد سرور گوہر

نظر ثانی

محمد أختر صدیق

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

سیرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تالیف

محمد رضا

ترجمہ

محمد سرور گوہر

نظر ثانی

محمد اختر صدیق

مکتبہ اسلامیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ---------- سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تالیف ---------- محمد رضا

ترجمہ ---------- محمد سرور گوھر

نظر ثانی ---------- محمد اختر صدیق

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

سرورق خطاطی ---------- حافظ انجم محمود

اشاعت ---------- دسمبر 2010ء

قیمت ----------

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فہرست

مضمون	صفحہ نمبر
عرض ناشر	8
مقدمۃ المحقق	9
مقدمہ	15
حیات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	20
آپ کا نسب اور تاریخ پیدائش	22
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ازواج	22
دورِ جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ کا گھر	23
دورِ جاہلیت میں آپ کا مقام و مرتبہ	23
آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ	23
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	24
ظہورِ اسلام	33
آپ کے لقب فاروق کی وجہ تسمیہ	34
عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت مدینہ	35
اپنی لخت جگر حفصہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنا	38
عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا	39
عمر رضی اللہ عنہ کی عفت	40
آپ کے لیے امیر المومنین کا لقب	45
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارنامے	46
مسجد نبوی کی توسیع	47
مسجد حرام کی توسیع	50
آپ کی نرمی اور سختی	51
عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی اہلیہ کے لیے ہدیہ قبول نہ کرنا	53
عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن سے متاثر ہونا	53
عمر رضی اللہ عنہ کی دعا	54
عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شیطان کا ڈرنا	54
عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت	55
آپ کا ستر پوشی کرنا اور عزت کا دفاع کرنا	56
عمر رضی اللہ عنہ کا رات کے وقت گشت کرنا	58
دیوان مرتب کرنا	61
دیوان کی وجہ تسمیہ	63
صدقات، مالِ فئے اور مال غنیمت	64
عطیات کی تقسیم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے	66
عمر رضی اللہ عنہ کی رائے	66
ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اپنا عطیہ تقسیم کر دیتیں	66
عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا	67
عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت	68

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مضمون	صفحہ نمبر
مختلف ممالک میں عمال کا تقرر	68
قاضیوں کا تقرر	69
عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو وصیت	69
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات	71
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات پر تعریفی کلمات	72
عمر کے بارے میں مستشرقین کی آرا	74
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعض خطبے	76
پہلا خطبہ	76
دوسرا خطبہ	76
تیسرا خطبہ	77
چوتھا خطبہ	79
پانچواں خطبہ	81
عمر رضی اللہ عنہ کا قضا سے متعلق شریح کو خط	82
قضا سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط	82
عمر رضی اللہ عنہ کی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط میں وصیت	83
عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں	85
عمر بن خطاب کی خلافت	95
آپ کا پہلا کارنامہ ابو عبیدہ اور مثنیٰ کی زیر قیادت عراق کی طرف لشکر کشی	95
معرکہ نمارق	97
معرکہ جسر	97
مسلمانوں کی ہزیمت کے اسباب	100
اُلیس صغریٰ	101
معرکہ بویب	102
سوقِ خنانس اور سوقِ بغداد	106
ملک شام کا تعارف	106
شام کی فضا	108
شام کی پیداوار	109
نہریں اور دریا	109
قبل از اسلام شام کے متعلق تاریخ عرب	112
شام کی لڑائی	113
دمشق کا محاصرہ	116
ابان کی زوجہ کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنا	120
رومیوں کا شب خون مارنا	122
صلح کے متعلق بات چیت	124
ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا سن ۱۴ ہجری میں دمشق میں داخل ہونا	125
معرکہ فحل	127
اہل دمشق کا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط	128
یزدجرد کی فارس پر تخت نشینی، معرکہ قادسیہ	130

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مضمون	صفحہ نمبر
فوجی بھرتی	131
عمر رضی اللہ عنہ کا بذات خود عراق جانے کے لیے تیار ہونا	132
عام رائے	132
خاص رائے	133
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتخاب	134
عمر رضی اللہ عنہ کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت	134
مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات	136
مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت	138
مسلمانوں کے لشکروں کی ترتیب	139
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے درمیان مراسلت	140
میدان قتال	142
یزدجرد کا قتال کی جلدی کرنا	143
مسلمانوں کا وفد یزدجرد کو دعوت اسلام دینے جاتا ہے	144
لشکر رستم کی روانگی	149
سعد رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو قتال سے روکنا	150
طلیحہ کی جرأت	151
رستم قتال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے	152
فارسی نہر عبور کرتے ہیں	158
لڑائی کی تیاری	159
سعد رضی اللہ عنہ کا بیمار ہو جانا	160
خطبہ سعد	160
عاصم بن عمرو کا خطبہ	161
یوم ارماث، معرکہ قادسیہ کا پہلا دن	163
ہاتھی	164
سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سلمیٰ کا انہیں ملامت کرنا	166
یوم اغواث (معرکہ قادسیہ کا دوسرا روز)	167
ابو محجن ثقفی قید سے نکل کر میدانِ قتال میں	170
یوم عماس (معرکہ قادسیہ کا تیسرا روز)	174
ہاتھیوں کا فرار ہونا	175
شب ہریر یا شب قادسیہ	177
لڑائی کے نقصانات	181
مسلمانوں کی فتح کی اہمیت	182
قادسیہ کے بعد فتح مدائن	183
یوم برس	183
یوم بابل	183
مدائن کی فتح	184
ایوان کسریٰ	186
مسلمانوں کا مال غنیمت	187
معرکہ جلولاء	190
تکریت اور موصل کی فتح	193

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مضمون	صفحہ نمبر
فتح ماسبذان	194
فتح قرقیسیاء	195
تاریخ ہجری	199
بصرہ کی تعمیر	200
کوفہ کی تعمیر	201
معرکہ حمص	203
فتح جزیرہ	205
فتح ارمینیہ	206
عمر رضی اللہ عنہ کی شام کی طرف روانگی	207
معرکہ قنسرین	209
انطاکیہ کی فتح	209
معرکہ مرج الروم	210
قیساریہ کی فتح	211
بیسان کی فتح اور اجنادین کا واقعہ	211
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حیلہ سازی	213
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف روانہ ہونا	215
بیت المقدس کی فتح	216
عمر رضی اللہ عنہ کی ملک شام آمد	225
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لشکر کو خطاب	225
عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع اور سادگی	227
عمر رضی اللہ عنہ کا بطرق کی طرف جانا	228
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس میں تشریف لے جانا	229
بیت المقدس والوں کے لیے عہد	230
حلب شہر کی فتح	233
فتح عزاز	236
معرہ اور دیگر شہروں کی فتح	237
قحط کا سال	237
بارش کے لیے درخواست	238
طاعون عمواس	241
ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات	243
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات	247
یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات	250
شرحبیل بن حسنہ کی وفات	251
طاعون عمواس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی شام روانگی	253
شام و عراق میں مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب	254
مصر کی فتح	258
معرکہ عین شمس	262
بابلیون قلعے کی فتح	264
صلح کے لیے مذاکرات	266
قلعہ بابلیون کی فتح پر واشنجتون کی رائے اور مناقشہ	274
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین کو مصر کا تعارف کرانا	277

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مضمون	صفحہ نمبر
صلح کی شروط	278
اسکندریہ کی طرف روانگی اور اس کی فتح	280
فسطاطِ عمرو رضی اللہ عنہ	281
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح اسکندریہ کی خبر پہنچانے کے لیے معاویہ بن خدیج کی روانگی	288
دمیاط کی فتح	290
عروس نیل	291
اسکندریہ کی لائبریری آگ کی لپیٹ میں	294
بحرین سے فارس کی لڑائی	297
قدامہ رضی اللہ عنہ کی معزولی	297
اہواز کی فتح اور ہرمزان کی شکست	301
ہرمزان کی صلح	304
بصرہ کے لشکر کا وفد عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں	305
یزدجرد کا مسلمانوں سے قتال کے لیے دوبارہ نکلنا' ہرمزان کی اسیری	307
ہرمزان کی بطور قیدی مدینہ کی طرف روانگی	308
وفد کا فتوحات کی وسعت کا طلبگار ہونا	311
سوس کی فتح اور معرکہ نہاوند	312
دانیال کی قبر	314
معرکہ نہاوند میں مسلمانوں کا مال غنیمت	318
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور چغل خور	319
فتح اصبہان	321
آذربائیجان کی فتح	322
رے وغیرہ کی فتح	322
اہل رے کی صلح	324
مدینۃ الباب کی فتح	325
ترک کی لڑائی	327
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت	329
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرض	331
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تدفین کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینا	331
خلافت شوریٰ	332
خلیفہ کا چناؤ	332
عمر رضی اللہ عنہ کی لوگوں کو وصیت	337
اپنے بعد والے خلیفہ کے لیے وصیت	338
عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابولولوہ	340
عبیداللہ بن عمر اور ان کا ہرمزان کو قتل کرنا	341
ہرمزان اور جفینہ کی عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی سازش	343
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین	344

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ میں چند ایسے افراد پیدا کیے جنہوں نے دانشمندی، عمل پیہم جرأت و بہادری اور لازوال قربانیوں سے ایسی تاریخ رقم کی کہ تا قیامت ان کے کارنامے لکھے اور پڑھے جاتے رہیں گے تاکہ افراد امت میں تازہ ولولہ اور جذبۂ قربانی زندہ رہے۔

آج مغرب سرتوڑ کوشش کر رہا ہے کہ مسلمان ممالک کے لیے ایسے تعلیمی نصاب مرتب کیے جائیں جو ان ہیروز اور آئیڈیل افراد کے تذکرہ سے خالی ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نوجوانانِ امت پھر سے وہی سبق پڑھنے لگیں جس پر عمل پیرا ہو کر اسلامی رہنماؤں نے عالم کفر کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا تھا۔ ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں غیر مسلموں (ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں) کے کارنامے تو بڑے فخر سے پڑھائے جا رہے ہیں مگر دینی تعلیمات اور اسلامی ہیروز کے تذکرے کو نصاب سے نکال باہر کیا جا رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو قوم اپنے محسنوں کو بھول جاتی ہے اور ان ناقابل فراموش کرداروں کو بھولی بسری یادوں کا حصہ بنا ڈالتی ہے کہ جنہوں نے اپنے جگر کا خون دے دے کر ان غنچوں کو پالا ہوتا ہے وہ جلد زوال اور ذلت کی پستیوں میں اترنا شروع ہو جاتی ہے۔ قوم پر فرض ہے کہ وہ قوم کی تاریخ رقم کرنے والے رہنماؤں کو یاد رکھے۔ اس فرض کی تکمیل کے لیے یہ کتاب آپ بھائیوں کے ہاتھوں میں ہے۔

یوں تو تاریخ اسلام بے شمار رہنماؤں اور بے مثل افراد سے بھری پڑی ہے مگر خلفائے راشدین کے کارنامے اور لازوال کوشش کی مثال پیش کرنے سے یکسر قاصر ہے۔ یہ کتاب خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت اور کارناموں پر مشتمل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتے۔'' آپ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کی حدود بائیس لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ غیر مسلم دانشور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر ایک عمر اور پیدا ہو جاتا تو دنیا میں کوئی کافر باقی نہ رہتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

محمد سرور عاصم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة المحقّق

یقیناً ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، ہم اس کی حمد و ثنا بیان کرتے، اسی سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ جسے ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، انہوں نے امانت کو اٹھایا، رسالت کو پہنچایا اور آخری دم تک اللہ کی راہ میں جہاد کیا، جیسا کہ جہاد کرنے کا حق تھا، پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے جس روز اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرو تو صرف اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔''

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ [2]

''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں کی نسل سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داری (کے تعلقات منقطع کرنے) سے ڈرو، یقین جانو کہ اللہ تم پر نگہبان ہے۔''

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۙ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ

---

[1] ۳/ آل عمران: ۱۰۲۔ [2] ٤/ النساء: ۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور بات کہو تو سیدھی اور پختہ۔ وہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ عظیم الشان کامیابی حاصل کرتا ہے۔''

خطبہ مسنونہ کے بعد

یقیناً اسلام لوگوں کی ہدایت وراہنمائی کرنے، انہیں اندھیروں اور تاریکیوں سے روشنی کی طرف لانے، دنیا و آخرت میں ان کے لیے سعادت ثابت کرنے، عقیدہ وعبادت اور معاملات و اخلاق کے ہر پہلو سے صالح معاشرے کی ایجاد و قیام کے لیے آیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ منہج کے مطابق اسلام، اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس اکیلے کی عبادت کرنے کی طرف دعوت دینے کا اہتمام کریں، وہ لوگوں کے نفوس کا تزکیہ اور ان کی تربیت اور ہر اس چیز کی بیخ کنی کریں جو عوام اور معاشرے کے لیے خرابی کا باعث ہے۔

کیونکہ دین حنیف کی تبلیغ کے سلسلے میں علما، انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں، پس صحابہ کرام اور ان کے بعد سلف صالحین نے لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دینے اور صراط مستقیم کی طرف ان کی راہنمائی کرنے کا اہتمام کیا۔ انہوں نے اسلام اور عقیدہ اسلامیہ کے دفاع میں جان و مال خرچ کر دیا، انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں سے ملنے والے اجر و ثواب پر وثوق اور اس نے اپنے متقی بندوں سے جو وعدے کیے ہیں ان پر پختہ یقین کرتے ہوئے اس راہ میں ہر ممکن کوشش صرف کر دی۔

ایمان ان کے دلوں میں گھر کر گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی قوت سے جلد ہی باوقار بن گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [2]

[1] ۳۳/الاحزاب: ۷۰-۷۱۔ [2] ۹/ التوبہ: ۱۰۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اور مہاجرین وانصار میں سے پیش قدمی کرنے والے پہلے لوگوں اور خلوص دل سے ان کی پیروی کرنے والوں سے اللہ خوش ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت وتاریخ ایسی اہم چیز ہے جس کی ہر دور میں ہر مسلمان مرد و زن کو ضرورت رہی ہے۔ ان بہادر و بے مثال اشخاص کی زندگی ہمارے لیے ایک نمونہ ہے، انہی اشخاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے سینوں میں اسلام کی مشعل روشن کی، ان کی سیرت وتاریخ کا ہر پہلو خواہ وہ صحابیت کے حوالے سے ہو، خلافت کے حوالے سے ہو، علم وقضا ہو، خواہ طب وحکمت سے متعلق ہو، امت اسلامیہ اس پر فخر کر سکتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو ہر دور اور ہر نسل وقوم کے لیے مشعل راہ اور مینارۂ نور رہا ہے، ہر نسل وقوم نے ان سے ایمان، ورع وتقویٰ، جہاد وقوت، حکم نیز عدل واحسان اور حکمت کا خزینہ حاصل کیا ہے، وہ مینارۂ اسلام کیسے نہ ہوں جبکہ وہ حق کے لیے اہل اور رشد وہدایت کے لیے سبیل ہیں۔

جب ان کے دل ایمان سے بھر گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے دلوں میں مزین کر دیا تاکہ وہ اپنی نعمت ان پر ظاہر کر دے، تو ارشاد فرمایا:

﴿ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ﴾ [1]

''اور جان لو کہ تمہارے اندر اللہ کا رسول ہے اگر وہ تمہاری بہت سے معاملات میں اطاعت کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں پسندیدہ بنا دیا ہے اور کفر وانکار اور بدکاری ونافرمانی سے تمہیں متنفر کر دیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی تو اللہ تعالیٰ نے

[1] ٤٩/ الحجرات:٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہیں نجات و کامیابی کی بشارت ان الفاظ کے ساتھ سنائی:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ 1

''یقیناً مومنوں نے فلاح پائی۔''

اور جب نبی ﷺ کی برکت سے صحابہ کرام آپس میں بھائی بھائی بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا ﴾ 2

''پس تم اس کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے۔''

رسول اللہ نے اس کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ)) 3

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔''

پس وہ دست واحد، قلب واحد اور جسد واحد بن گئے اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ ﴾ 4

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، تم انہیں رکوع کرتے، سجدہ میں جاتے اور اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہوئے دیکھتے ہو، یہ نشانیاں ان کے چہروں پر سجدوں کے نشانات سے نمودار ہیں۔ ان کے یہ ہی اوصاف تورات میں اور یہ ہی انجیل میں مذکور ہیں۔''

---

1 ۲۳/ المومنون:۱۔ 2 ۳/ آل عمران:۱۰۳۔

3 بخاری، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه: ۲٤٤۲ و ٦۹٥۱؛ مسلم، كتاب البر و الصلة والاداب، باب تحريم الظلم: ۲٥۸۰۔

4 ٤۸/ الفتح:۲۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے افضل نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین ساتھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے زمین کے اکثر حصوں میں رسالت اور اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوت پہنچانے کی ذمہ داری ادا کرنے کی انتہائی کوشش کی، اس سلسلے میں انہوں نے اپنی جانوں کی پروانہیں کی۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا، انہوں نے لوگوں تک کلمہ حق یعنی کلمہ توحید پہنچانے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بندوں کی پوجا سے نکال کر بندوں کے رب کی عبادت کرنے کی طرف لانے اور انہیں سرکشوں کے ظلم سے نکال کر اسلام اور خلفا کے عدل کی طرف لانے کی خاطر اپنی جانوں کو پیش کیا جو کہ انسان کے پاس سب سے قیمتی چیز ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کی راہ میں جہاد و فتح کی تلخیوں کو بھی برداشت کیا۔ انہوں نے اپنی ذات کی پرواہ کی نہ کسی اور چیز کی، انہوں نے اپنی اولاد، اپنی ازواج اور اپنے وطنوں کو خیر باد کہہ دیا اور دنیا کے مشرق و مغرب میں بسنے والے ایک ایک مسلمان کی خاطر اپنے آرام وسکون کو قربان کر دیا۔

ان کی بدولت (اسلام کی) ہدایت پوری دنیا میں پھیل گئی اور اسلام وایمان نیز عبادت و احسان کی حکومت قائم ہوگئی اور لوگ ہر طرف اور ہر جگہ سے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام بالخصوص ہمارے سادات ذی وقار خلفائے اربعہ (ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم) کی سیرت جیسے موضوع جلیل پر تالیف کی سعادت استاذ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی، وہ اس طرح کہ انہوں نے ان صحابہ کرام میں سے ہر ایک کے لیے الگ خصوصی تالیف کا اہتمام کیا، آپ سے پہلے کسی نے اس نوعیت کا کام نہیں کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خصوصی فضل وکرم ہے۔ پھر ان کے بعد انہوں نے نوجوانانِ جنت کے دو سرداروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پیارے نواسوں ابو محمد الحسن اور ابو عبداللہ الحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق دو الگ الگ کتابیں تصنیف کیں۔

میں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس پر توکل کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد سب سے اہم بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی اتباع ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ)) [1]

"تم میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے زور کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لو۔"

ان کی اتباع، ان کی سیرت، تاریخ اور ان کے طبقات کا مطالعہ کرنے، ان کے اقوال حفظ کرنے اور ان کا موقف نقل کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اسی طرح آپ کے صحابہ کرام کی زندگی میں ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہونا چاہیے، پس ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکمت، عمر رضی اللہ عنہ کی عقلمندی، عثمان رضی اللہ عنہ کا حیا، علی رضی اللہ عنہ کا علم، حسن رضی اللہ عنہ کی نرمی، حسین رضی اللہ عنہ کا ثبات، حمزہ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، معاذ رضی اللہ عنہ کا ورع وتقویٰ، عباس رضی اللہ عنہ کا یقین، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تقویٰ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا توکل، جعفر رضی اللہ عنہ کا اخلاص، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی محبت، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عبادت، انس رضی اللہ عنہ کی تواضع، حذیفہ رضی اللہ عنہ کا صدق، زید رضی اللہ عنہ کا صبر، ابوذر رضی اللہ عنہ کا حلم، اُبی رضی اللہ عنہ کی غیرت، ابودرداء رضی اللہ عنہ کا خوف حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان کی اولاد اور ان کی ازواج پر راضی ہو۔

میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی رحمت سے ہمیں ڈھانپ لے اور اپنے فضل وکرم کے ذریعے ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے، ہمیں صحابہ کرام کا منہج اختیار کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمیں سید المرسلین کی سچی اتباع کرنے والوں کی صف میں شامل فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد و على آله و صحبه وسلم.

الشیخ خلیل مامون

[1] ابو داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة:٤٦٠٧؛ الترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء في الاخذ بالسنة واجتناب البدع:٢٦٧٦؛ ابن ماجه، مقدمه، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين:٤٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لیے زیبا و سزاوار ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں نعمت اسلام سے سرفراز فرمایا اور خاتم الانبیا والمرسلین اور ساری مخلوق سے بہترین شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی نعمت سے نوازا، جو وحدانیت کے داعی، اخوت وانسانیت کا پھریرا بلند کرنے والے ہیں۔ آپ نے برہان ودلیل کی قوت سے شرکیہ عقائد اور وثنیت کی خامیوں اور برائیوں کو ختم کیا، آپ نے دلیل اور فصاحت زبان سے مخالفین کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ نے جہاد اور دل میں ایمانی قوت کے جذبے سے معاندین ومخالفین کے لشکروں کو تتر بتر کیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس طرح آپ کے لیے قوتِ عقل وبصیرت اور صلابت قلب کو جمع کیا۔ آپ کو نعمت بیان اور قوت ایمان عطا کی اور آپ کے بعد ایسے خلفا وجانشین مقرر کیے جنہوں نے دین کی حفاظت کی اور مسلمانوں کی جمعیت کو اکٹھا کیا۔

امابعد: میں نے اپنی قوم وملت سے کیے ہوئے اپنے وعدے کی پاسداری میں اپنے واجب کو ادا کیا کہ میں دوسرے خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عنوان پر اپنی تیسری کتاب پیش کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کتاب لکھی اور پھر دوسرے نمبر پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک کتاب تصنیف کی۔

یہ کتابیں اگرچہ سیرت یا تراجم کے ضمن میں معدود ہیں لیکن اس کے باوجود یہ کتب تاریخ اسلامی سے شمار کی جاتی ہیں، کیونکہ اسلام کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ سے ہوا۔ اسی لیے میں نے صرف سیرت کی تدوین پر اکتفا نہیں کیا بلکہ میں نے ان کے عہد حکومت میں ہونے والی حروب وفتوح، اصلاحات ومعتقدات، احکام، سربراہان اور حکام کے نظام جیسے اعمال کا احاطہ کیا ہے۔

مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی کیونکہ وہ تمام مہاجرین سے افضل تھے، جب وہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) غار میں تھے تو وہ دو میں سے دوسرے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرتے ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نماز کی امامت کرائی۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور فرمایا:

''جب میں اپنے رب سے ملاقات کروں گا، وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں عرض کروں گا: میں نے تیرے بندوں پر سب سے بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔''

اور فرمایا:

''کیا تم اس شخص پر راضی ہو گے جسے میں تمہارا خلیفہ مقرر کروں گا؟ کیونکہ اللہ کی قسم! میں نے انتہائی کوشش کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہے نہ میں نے کسی قریبی رشتہ دار کو سرپرست مقرر کیا ہے، میں نے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے، پس ان کی سنو اور ان کی اطاعت کرو۔''

چنانچہ انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور مان لیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کرنے میں جانبدار نہیں تھے وہ اس سے بری ہیں کہ وہ اس میں جانبدار یا غرض مند ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ آدمیوں کی اقدار کے متعلق بخوبی جانتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ مسلمانوں کی اصلاح و بہتری کے لیے عمر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر اور موزوں ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت کے بارے میں مکمل اتفاق تھا البتہ انہیں لشکر اسامہ روانہ کرنے کے بارے میں دو وجہ سے اختلاف تھا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ کم سن ہیں، دوسری وجہ یہ تھی کہ مرتدین مدینہ کے بارے میں دھمکیاں دے رہے تھے اور انہیں اندیشہ تھا کہ جب یہ لشکر جہاد کے لیے روانہ ہو جائے گا تو وہ مدینہ پر حملہ کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد ان پر واضح ہو گیا کہ لشکر اسامہ روانہ کرنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ رکھتے تھے کیونکہ عربوں نے کہا: اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو وہ اس لشکر کو روانہ نہ کرتے، پس اس وجہ سے وہ اپنے مذموم عزائم سے باز رہے۔

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا اور اس کی اہلیہ سے شادی کر لی تو اس وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ انہیں معزول کرنا چاہتے تھے اور ایک سبب یہ بھی تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی کمان میں کئی شاندار کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں جس وجہ سے مسلمانوں کا عقیدے کے لحاظ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے کسی فتنے کا شکار ہونے کا اندیشہ تھا، جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خالد رضی اللہ عنہ پر بڑا فخر تھا۔ اس لیے انہوں نے ان کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی بات قبول نہ کی، بلکہ انہیں فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق بات کرنے سے احتراز کریں، کیونکہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں لاؤں گا جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں پر سونت رکھا ہے۔ البتہ جب خالد رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کیا اور فرمایا:

''اسلام میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا ناممکن ہے، میرے ان (خالد رضی اللہ عنہ) کے متعلق جو تاثرات تھے مجھے اس پر افسوس ہے۔''

عمر رضی اللہ عنہ کو جن مسائل میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا ان میں سے انعام واکرام سے نوازنا بھی ہے، جیسا کہ ہماری اس کتاب میں عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بخشش کے معاملے میں برابری کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے، وہ دین میں مسابقت کی فضیلت کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا آپ اس شخص، جس نے دو مرتبہ ہجرت کی اور دونوں قبلوں (بیت المقدس، بیت اللہ) کی طرف نمازیں پڑھیں اور اس شخص کے درمیان برابری کا سلوک کریں گے جس نے فتح مکہ کے سال تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا؟''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا: ''انہوں نے اللہ کی خاطر عمل کیا اور ان کا اجر بھی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے جبکہ دنیا محض سوار کے مقصد تک پہنچنے کا گھر ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے والے کو وہ مقام نہیں دوں گا جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لڑنے والے کو عطا کروں گا۔ پس جب دیوان لگے گا تو مسابقت کو فضیلت دی جائے گی۔''

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی رائے کو اختیار کیا، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہائے عراق نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا اور ہماری رائے بھی یہی ہے، کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہ ختم کر دیتا ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے، میرے متعلق ان جنگوں کے بارے میں، جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑیں، مغفرت طلب کریں تو آپ نے فرمایا:

((اَلْإِسْلَامُ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ)) [1]

[1] مسند احمد، مسند الشامیین: ١٧٩٣٠۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اسلام اپنے سے پہلے والے کفر اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اس طرح کے اختلافات عام طور پر مفکرین و مصلحین کے مابین پیدا ہوتے رہتے ہیں، ہر ایک کی اپنی رائے اور ہر ایک کا ایک اجتہاد ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک اور اختلاف نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے بہترین اور موزوں ترین شخصیت تھے۔ آپ نے اپنی کمال خوبیوں اور عقلمندی کے ذریعے اسلام کے لیے جلیل القدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ ایک عادل حاکم کی مثال، سیاسی ماہر، دین کے ساتھ تمسک رکھنے والے مسلمان، فارس و شام اور مصر میں مسلمانوں کے لشکروں کی عمومی قیادت کا مرکز تھے۔ آپ حقیقت میں منصوبہ بندی کرنے والے بہترین مدبر تھے، کمانڈروں کو منتخب کرنے والے، لشکر کو روانہ کرنے والے اور حق کے مسئلہ میں سخت تھے۔ وہ کسی کی طرف داری کرتے نہ کسی کے حق کی ناقدری کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے وقار، ہیبت اور قوت کی حفاظت کرنے والے اور عزتوں کا دفاع کرنے والے تھے۔ آپ فساد کی بیخ کنی کرنے والے اور فقرا کو کھانا کھلانے والے تھے، آپ مسلمانوں کے احوال کے متعلق بذاتِ خود معلومات حاصل کرنے کے لیے رات کے وقت گشت کیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ پریشان حال کی مدد کرتے، محتاج کی حوصلہ افزائی کرتے اور مظلوم کو انصاف مہیا کرتے تھے نیز اس لیے کہ آپ پر اپنی رعیت کے امر و مسائل کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہ جائے جیسا کہ انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلام اسلم کو بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں روز قیامت باز پرس ہوگی۔ آپ ضروریات زندگی کی اشیا بذات خود اٹھاتے اور انہیں بھوک کے شکار لوگوں کے پاس لے جاتے اور ان کے لیے کھانا تیار کرتے، پھر ان کے پاس ہی رہتے حتیٰ کہ وہ کھانا کھا لیتے اور خوش ہو جاتے، اس کے بعد ان کا دل خوش ہوتا اور وہ واپس آتے۔ تو آپ ہی وہ شخصیت ہیں کہ جن کی شفقت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ آپ نے راستے میں پڑے ہوئے بچوں کو دودھ پلانے والوں، ان کی نگہداشت و تربیت کرنے والوں کے لیے وظائف مقرر کیے۔ آپ دور دراز علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کے احوال معلوم کرنے کا بھی نہایت اہتمام کیا کرتے تھے، آپ اپنے سربراہوں اور کمانڈروں سے پوچھ گچھ کیا کرتے تھے حالانکہ وہ نہایت ثقہ اور بااعتماد لوگ تھے، کہ وہ شہروں اور لڑائی کے میدانوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے بارے میں بتائیں، اس کے باوجود وہ ان کے خط آنے کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے کہ انہیں جنگوں کے حالات سے آگاہی ہو، بلکہ وہ ہر ملنے والے شخص سے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ آپ نے جنگ فارس کے بارے میں سخت اہتمام کیا، آپ اہل قادسیہ کے متعلق سواروں سے دریافت کیا کرتے تھے حتیٰ کہ دوپہر ہو جاتی پھر آپ اپنے گھر اپنے اہل خانہ کے پاس واپس تشریف لاتے، ہم اس کا آگے ذکر کریں گے، اسی طرح معاہدۂ صلح کے لیے بیت المقدس کی طرف آپ کا بذات خود تشریف لے جانا اور جب مسلمان قحط سالی اور مشکلات کا شکار ہوتے تو آپ اپنے نفس پر بھی تنگی اور مشکل پیدا کر لیتے تا کہ راعی (نگہبان، حکمران) بھی وہی کیفیت محسوس کرے جو رعیت محسوس کرتی ہے، کیونکہ یہ شرعاً درست ہے نہ انسانیت کے حوالے سے کہ حکمران تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے اور عوام مشقت سے دوچار ہو۔ آپ نے (۱۸ ہجری) قحط کے سال قسم اٹھائی کہ وہ گھی چکھیں گے نہ دودھ اور نہ ہی گوشت حتیٰ کہ لوگ بھی خوشحال ہو جائیں اور آپ کہا کرتے تھے: ''مجھے رعایا کی حالت کا علم نہیں ہو سکتا جب تک میں بھی اس صورت حال سے دوچار نہ ہو جاؤں جس سے وہ دوچار ہیں۔''

پس میں نے ''الفاروق'' کی سیرت اور ان کے اعمال نشر کرنے کے بارے میں انتہائی کوشش صرف کی ہے، میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھے سیدھی راہ کی توفیق اور راہنمائی عطا فرمائے اور میری اس کتاب کو درس و عبرت بنائے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر اور اجابت کے لائق تر ہے۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

محمد رضا

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حیات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (۵۸۱۔۶۴۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ راشد ہیں آپ وہ عظیم شخصیت ہیں جو تاریخ میں قوی تر، شدید النفس، سخت جنگجو، صائب الرائے، وسیع النظر، پاک دامن، ذمہ کے لحاظ سے پاک تر اور دامن کے لحاظ سے صاف تر افراد میں شمار ہوتے ہیں، پس آپ کی حیات اس لائق ہے کہ دقیق نظر سے اس کا مطالعہ کریں، وہ خودداری، بیداری، عدل وانصاف، رعیت کے محافظ ہونے، زہد وسادگی اور رعیت کے ہر ایک فرد کو خیر و بھلائی پہنچانے میں ایک مثال تھے۔ آپ کسی بڑے یا مال دار یا کسی قریبی رشتہ دار کی طرف داری کرتے تھے نہ کسی چھوٹے یا کسی فقیر کی حالت کو کم تر سمجھتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان میں شدت وقوت دیکھتے تھے لیکن وہ آپ کے اخلاص کی وجہ سے اعتماد کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ آپ کا باطن آپ کے ظاہر سے بہتر ہے۔ پس جب انہیں امارت سونپی گئی تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک مہربان والد اور ایک مشفق بھائی کی طرح سلوک کرتے تھے۔ آپ ماہر سیاستدان اور منصف قاضی تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کس قدر بلیغ بات فرمائی ہے:

''عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام (قبول کرنا) فتح تھا، ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی۔''

ہر نگہبان اور ہر رئیس کے لائق ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی حیات کو اپنا نصب العین بنائے، ان کے سلوک، ان کے اخلاق اور لوگوں کے لیے ان کے شدت اہتمام کو راہنما بنائے جس کے ذریعے وہ اپنے حکم وسیاست میں روشنی و راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا دور خودداری، مروت، صدق وعدل اور عفت و پاک دامنی کا ایسا دور تھا جس کا چشم فلک نے اس سے پہلے نظارہ نہیں کیا۔ ان کی حکومت شاندار حکومت تھی، انہوں نے اپنی رعیت کے معاملات کو سنبھالا، انہیں انصاف مہیا کیا، انہیں مہذب بنایا اور ان کے اخلاق کو درست کیا۔

ہم چاہتے ہیں کہ جو شخص عمر رضی اللہ عنہ کی حیات اور ان کی خلافت کا مطالعہ کرے تو وہ حوادث پر غور وفکر کیے بغیر تیزی سے نہ گزر جائے، بلکہ وہ واقعات سے عبرت حاصل کرے، مواعظ سے نصیحت حاصل کرے، ان کے اخلاق عظیمہ سے سبق حاصل کرے اور مقدور بھر ان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے مطابق عمل کرے حتیٰ کہ عظمت وشان وشوکت سے اس کی پہلی سیرت لوٹ آئے تا کہ ہمتیں سست پڑ جانے کے بعد چست ہوں، فضائل، رذائل کے شکنجے سے آزاد ہو کر سردار اور دلیر بن جائیں، نفوس، طمع ولالچ کی میل کچیل سے آلودہ ہو جانے اور دنیا کی پر فریب چیزوں سے دھوکہ کھا جانے کے بعد پاک صاف ہوں کیونکہ شہوات مستحکم ہو گئیں، اخلاق تباہ ہو گئے، امانت ضائع ہو گئی، بڑا چھوٹے پر شفقت کرنے کا عادی تھا نہ چھوٹا بڑے کی عزت وتوقیر کرتا تھا۔ انانیت قائد وراہنما بن گئی اور ماں کی محبت مقدس بن گئی۔

تاریخ کو قصے کہانیوں کی طرح پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ انہیں پڑھ کر لپیٹ دیا جائے اور بھلا دیا جائے اور حافظے میں صرف نام اور واقعات ہی رہ جائیں، پس اسی طرح درس و بحث میں عمر خرچ کرنے کا کیا فائدہ۔ کیونکہ انسان کی زندگی محض کھیل تماشہ کا نام نہیں، بلکہ یہ واجب ہے کہ زندگی عمل، جدوجہد، ثمر طیب، صالح اسوہ، انسانی معاشرے کے لیے فائدہ اور اس کی آفات کا علاج ہو، یہ نامور قائدین جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ایک مانا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو اختیار کیا، ہمارے لیے راستہ روشن کیا، دنیا فتح کی، انہوں نے یہ فتح کسی وسعت کی غرض اور لالچ کی نیت سے نہیں کی، بلکہ اس کا مقصد نشر علم اور صحت مند معاشرہ کا قیام تھا جو بے عیب ہو، وہ اگرچہ ہم میں موجود نہیں بلکہ ان کے جسم مٹی کے نیچے جا چکے لیکن ان کے اعمال اور ان کی پاکیزہ سیرتیں ختم نہیں ہوئیں بلکہ وہ زندہ جاوید ہیں وہ ان کی حسن سیرت اور نیک نیتی کی گواہ ہیں، وہ رذائل پر فضائل کے غلبے اور باطل پر حق کی فتح کے گواہ ہیں، وہ اس لیے کہ رجال وامم کی حیات مصلحت عامہ کی راہ میں راعی، رعیت کی نیک نیتی اور ہم آہنگی کی وجہ سے برقرار رہتی ہے، جبکہ رجال وامم کی موت، عزم وہمت کی کمزوری، غفلت وکوتاہی برتنے، انانیت کو مقدر جاننے اور باہم بغض، دشمنی اور حسد کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ہم خلفائے راشدین کی حیات کی تدوین سے صرف تاریخ کی خدمت نہیں کرتے، کیونکہ اعتبار سے خالی تاریخ جو استحقاق واہتمام نہیں رکھتی اور بعض علوم کمالیہ شمار کیے جاتے ہیں لیکن ان کا مقصد محض تسلی اور بیان کرنا ہوتا ہے، جبکہ فی الحقیقت تاریخ کی غایت یہ ہوتی ہے کہ گزشتہ اقوام کے حالات وواقعات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی اچھائیوں کو اخذ وقبول

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیا جائے اور ان کی برائیوں سے دور رہا جائے، ترقی وسعادت کے وسائل دیکھے جائیں اور انحطاط وشقاوت کے اسباب معلوم کیے جائیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم انسانیت کی خدمت کریں اور انہیں اقوام وافراد کی عظمت اور معاشرے کے فائدے کے راز بتائیں۔

میں اسی لیے قاری کو عمر رضی اللہ عنہ کی حیات کے اہم واقعات ومقامات کی طرف متوجہ کروں گا حتیٰ کہ وہ ان کی قدر صحیح طور سے پہچان سکے، ان سے اپنی حیات میں استفادہ کر سکے اور اپنے علاوہ اپنے اہل وعیال، دوست احباب اور اپنی قوم وامت کو فائدہ پہنچا سکے، اگرچہ عمر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی دروس وعبر تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ کا نسب اور تاریخ پیدائش

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قُرط بن رِزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی العدوی۔ آپ کی کنیت ابوحفص تھی۔ آپ کی والدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم ہے۔ [1]

عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں فجار اعظم سے چار سال بعد پیدا ہوا۔ جبکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تیس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ [2]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد وازواج

عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر اور حفصہ، ان کی والدہ زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح ہیں۔ [3]

زید اکبر اور رقیہ، ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی بن طالب اور ان (ام کلثوم) کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

زید اصغر اور عبیداللہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت جرول بن مالک ہیں۔ یہ دونوں جنگ صفین میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں شہید ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم بنت جرول میں جدائی ہوگئی۔ عاصم کی والدہ کا نام جمیلہ بنت ثابت ہے۔

[1] تاریخ الطبری:۲/ ۵۲۲؛ البدایہ والنہایہ:۷/ ۱۳۳؛ تاریخ یعقوبی:۲/ ۱۳۹؛ المنتظم:۴/ ۱۳ -

[2] تاریخ خلیفہ بن خیاط:ص ۱۵۳- [3] الطبقات الکبری:۳/ ۲۶۵-

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عبدالرحمٰن اوسط ابو مجبر ان کی والدہ کا نام لہیہ ؓ ام ولد ہے، عبدالرحمٰن اصغران کی والدہ ام ولد ہیں۔ فاطمہ کی والدہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام ہیں۔ زینب (یہ عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی ہیں) ان کی والدہ فکیہتہ ام ولد ہیں۔ عیاض بن عمران کی والدہ عاتکہ بنت زید بن عمر بن نفیل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عاصم بنت عمر کا نام بدل دیا، ان کا نام عاصیہ تھا، آپ نے فرمایا:

((لَا، بَلْ أَنْتِ جَمِيلَةٌ)) [1]

''نہیں، بلکہ آپ جمیلہ ہیں۔''

دور جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ کا گھر

دور جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ کا گھر دامن کوہ میں تھا جسے آج کل جبل عمر کہا جاتا ہے اور دور جاہلیت میں اس پہاڑ کا نام ''العاقر'' تھا۔ اس کے بعد اسے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ بنو عدی بن کعب کے گھر اوپر ہی تھے۔ [2]

دور جاہلیت میں آپ کا مقام و مرتبہ

عمر رضی اللہ عنہ قریش کے معزز افراد میں سے تھے اور سفارت کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی، وہ اس طرح کہ جب قریش کی باہم یا قریش کی کسی اور سے لڑائی وغیرہ ہوتی تو وہ آپ کو سفیر بنا کر بھیجتے، وہ ان کے بارے میں جس طرح کا بھی فیصلہ کرتے وہ اس پر راضی ہوتے خواہ وہ انہیں لڑنے جھگڑنے کے بارے میں کہتے یا ان سے فخر میں مقابلہ کرنے کو کہتے، وہ (قریش) ہر دو حالتوں میں انہیں ہی سفیر بنا کر بھیجتے۔ [3]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حلیہ

عمر رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے طول کی وجہ سے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا (جانور پر) سوار ہوں، آپ بھاری بھر کم تھے، آپ کا رنگ گہرا سرخ تھا، سر کے بال

---

[1] مسلم: ۲۱۳۹؛ ابن حبان: ۵۸۱۹؛ البیہقی فی السنن الکبریٰ: ۹/ ۳۰۷۔

[2] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۶۶۔ [3] تاریخ الخلفاء: ص ۱۰۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آگے سے پیچھے کو اور مونچھیں گھنی تھیں، ان کی اطراف کے بال سرخ تھے، رخسار خفیف تھے، معاملات میں سخت اور چلنے میں تیز تھے۔ 1

مشہور ہے کہ ان کے رنگت میں تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قحط سالی کے وقت گوشت اور گھی کھانا ترک کر دیا اور ہمیشہ زیتون کا تیل کھانے لگے، آپ سرخ رنگ کے تھے لیکن مذکورہ وجہ سے آپ کا رنگ بدل گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی شہ سواری کے متعلق مروی ہے کہ آپ اس (گھوڑے) کے بائیں کان کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے اور بائیں ہاتھ سے اپنے کپڑے وغیرہ سمیٹتے اور پھر اچھل کر اپنے گھوڑے پر بیٹھا کرتے تھے گویا کہ آپ اس کی پشت پر پیدا ہوئے ہیں۔ آپ اپنی داڑھی کو زرد رنگ دیا کرتے تھے اور اپنے سر کو مہندی سے سنوارتے تھے، آپ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ پر ہیبت اور بارعب شخصیت تھے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا 2

عمر رضی اللہ عنہ نے چھبیس سال کی عمر میں نبوت کے چھٹے سال اسلام قبول کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت انتالیس خواتین و حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام قبول کر چکے تھے، ان کے مسلمان ہونے سے یہ تعداد چالیس ہو گئی پھر جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا فرمان لے کر نازل ہوئے:

﴿حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ 3

"(اے نبی!) آپ کے لیے اللہ اور وہ مومن جنہوں نے آپ کی اتباع کر لی ہے وہ کافی ہیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ)) 4

---

1 الطبقات الكبرى:٣/ ٣٢٤؛ تاريخ الطبرى:٢/ ٥٦٢۔

2 تاريخ الخلفاء: ص ١١٢؛ الطبقات الكبرى:٣/ ٢٤٢؛ المنتظم:٥/ ٢٧٩۔

3 ٨/ الانفال:٦٤۔ 4 ابن حبان: ٦٨٨٢؛ المستدرك:٤٤٨٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام میں سے اپنے محبوب تر بندے کے ذریعے اسلام کو تقویت پہنچا۔''

عمر بن ہشام سے مراد ابوجہل ہے، اسامہ بن زید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا اسلم سے بیان کرتے ہیں: عمر بن خطاب نے ہمیں کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے کیسے اسلام قبول کیا؟ ہم نے کہا: جی ہاں! انہوں نے فرمایا:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف تھا، میں ایک روز سخت گرمی کے دن دوپہر کے وقت مکہ کے کسی راستے پر تھا تو اس اثنا میں قریش کا ایک آدمی مجھے ملا تو اس نے کہا: ابن خطاب کہاں جا رہے ہو؟ تمہارا یہ زعم ہے کہ تم اس طرح کر لو گے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ یہ معاملہ تو تمہارے اپنے گھر تک پہنچ چکا ہے۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: تمہاری بہن اسلام قبول کر چکی ہے، پس میں غصہ کی حالت میں واپس پلٹا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے کہ جب کوئی ایک یا دو آدمی اسلام قبول کر لیتے تو اسے کسی طاقت ور شخص کے ساتھ اکٹھا کر دیتے، پس وہ اس کے ساتھ رہتے اور اس کے پاس سے ہی کھانا کھاتے۔ آپ نے میرے بہنوئی کے ساتھ بھی دو آدمی لگائے ہوئے تھے، میں آیا اور دروازے پر دستک دی تو آواز آئی: کون؟ میں نے کہا: ابن خطاب، وہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، پس جب انہوں نے میری آواز سُنی تو وہ جلدی جلدی چھپ گئے اور انہوں نے قصداً یا بھول کر قرآن مجید وہیں چھوڑ دیا۔ میری بہن نے دروازہ کھولا، میں نے کہا: اپنی جان کی دشمن مجھے پتہ چلا ہے کہ تو نے اسلام قبول کر لیا ہے، اتنے میں اپنے ہاتھ میں کوئی چیز اٹھاتا ہوں اور اسے مارتا ہوں جس سے اس کا خون بہنے لگتا ہے، جب وہ اپنا خون دیکھتی ہے تو رونے لگتی ہے اور پھر کہتی ہے: ابن خطاب! میں نے بتانا نہیں تھا لیکن اب بتاتی ہوں کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ پس میں غصے کی حالت میں اندر آیا اور چارپائی پر بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ گھر کے ایک طرف ایک کتاب پڑی ہوئی ہے، تو میں نے کہا: یہ کتاب کون سی ہے؟ مجھے دے دو۔ اس (عمر رضی اللہ عنہ کی بہن) نے کہا: میں تمہیں نہیں دوں گی، تم اس کے اہل نہیں ہو، تم جنابت سے غسل کرتے ہو نہ پاکیزگی اختیار کرتے ہو جبکہ یہ کتاب ایسی ہے کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝﴾ [1]

''اس کو صرف وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔''

میں اس سے یہ کتاب مانگتا رہا حتی کہ اس نے مجھے وہ دے دی تو اس میں لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

''شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

جب میں نے ''الرحمان الرحیم'' پڑھا تو میں خوف زدہ ہو گیا اور صحیفہ میرے ہاتھ سے گر گیا، پھر میں نے دوبارہ اسے پڑھا تو اس میں تھا:

﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝﴾ [2]

''تمام مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔''

میں جب بھی اللہ عزوجل کا کوئی نام پڑھتا تو میں خوف زدہ ہو جاتا، پھر میں حوصلہ کر کے دوبارہ پڑھنے لگتا حتی کہ میں یہاں تک پہنچ گیا:

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝﴾ [3]

''تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے جس کا اس نے تمہیں جانشین بنایا ہے (اس کی راہ میں) خرچ کرو، پھر تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور تم کو کیا ہوا ہے جو تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول تم کو بلا رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور اگر تم کو باور ہو تو وہ اس پر تم سے عہد بھی لے چکا ہے۔''

تو میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ جب لوگوں نے میرا یہ اعلان سنا تو وہ خوشی کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے باہر نکل آئے، انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا بیان کی اور اس کا شکر

[1] الواقعہ ۵۶/ ۷۹۔ [2] الحدید ۵۷/ ۱۔ [3] الحدید ۵۷/ ۷، ۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ادا کیا۔ پھر انہوں نے کہا: خطاب کے بیٹے! خوش ہو جاؤ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن دعا کرتے ہوئے یوں کہا تھا:

((اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ إِمَّا عَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَإِمَّا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ)) 1

''اے اللہ! دو آدمیوں، عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت پہنچا۔''

اور ہم امید کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا آپ کے لیے ہے پس خوش ہو جاؤ۔ جب ان کو میرے متعلق تسلی ہو گئی تو میں نے انہیں کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتاؤ کہ وہ کس گھر میں ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ صفا کے نچلے گھر میں ہیں، پس میں ادھر کو چلا حتیٰ کہ میں نے وہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ مجھے کہا گیا: کون؟ میں نے کہا: ابن خطاب، (یہ سن کر) کسی کو دروازہ کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِفْتَحُوْا فَإِنَّهُ إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يَهْدِهِ)) 2

''دروازہ کھول دو، کیونکہ اگر اللہ نے اس کے متعلق خیر کا ارادہ فرمایا تو وہ اسے ہدایت سے نوازے گا۔''

پس انہوں نے میرے لیے دروازہ کھولا اور دو آدمیوں نے مجھے بازو سے پکڑا حتیٰ کہ میں نبی ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔'' انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے میری قمیص سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیا پھر فرمایا:

''ابن خطاب! اسلام قبول کر لو، اے اللہ! اسے ہدایت نصیب فرما۔''

میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (یہ سن کر) تمام مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے مکہ کی وادیاں گونج اٹھیں۔ صورت حال یہ تھی کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو اسے پوشیدہ رکھا جاتا اور اگر اس کے متعلق معلوم ہو جاتا تو میں دیکھتا کہ اسے اذیتیں پہنچائی جاتیں ہیں، جب میں نے یہ صورت

1 مسند البزار: ٢١١٩۔ 2 مجمع الزوائد: ٩/ ٦٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حال دیکھی تو میں نے کہا، میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جن حالات سے مسلمان دوچار ہیں میں بھی انہی حالات سے دوچار ہو جاؤں گا، پس میں اپنے ماموں کے گھر گیا، وہ ان میں ایک معزز شخص تھا، میں نے دروازے پر دستک دی، تو اس نے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا: ابن خطاب! وہ باہر آیا تو میں نے اسے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ اس نے کہا: کیا تم نے ایسے کرلیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: ایسے نہ کرو، میں نے کہا: کیوں نہیں میں تو کر چکا ہوں! اس نے کہا: ایسے نہ کرو اور اس نے دروازہ بند کردیا اور مجھے چھوڑ دیا! میں نے کہا: اس نے تو کچھ بھی نہیں کیا، پس میں وہاں سے نکلا اور ایک قریشی سردار کے پاس آیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا: عمر بن خطاب۔ پس وہ میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ اس نے پوچھا: تم نے قبول کرلیا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: ایسے نہ کرو، وہ تھوڑی دیر کھڑا رہا پھر اس نے اندر جا کر دروازہ بند کرلیا، جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں واپس آ گیا۔ ایک آدمی نے مجھے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے اسلام کے بارے میں پتہ چل جائے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: جب لوگ حطیم میں اکٹھے بیٹھے ہوں تو تم فلاں شخص کے پاس جانا، جو کہ راز کو راز نہیں رکھتا، تم اپنا پورا معاملہ اس کے کان میں بتا دینا کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں، بس وہ آپ کے متعلق علانیہ طور پر سب کو بتا دے گا، لوگ حطیم میں جمع ہو گئے، تو میں اس آدمی کے پاس آیا اور اس کے قریب ہو کر ساری بات اس کے کان میں بتا دی میں نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ اس نے کہا: سن لو! عمر بن خطاب اسلام قبول کر چکا ہے، (یہ اعلان ہوتے ہی) لوگوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا اور میں انہیں مارنے لگا۔ میرے ماموں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ ابن خطاب ہے (جس کی پٹائی ہو رہی ہے)، پس وہ حطیم پر کھڑا ہوا اور اپنی آستین سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: سن لو! میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے، اس طرح وہ لوگ مجھ سے دور ہو گئے اور میں چاہتا تھا کہ جس طرح دیگر مسلمانوں کی اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مارکٹائی کی گئی اسی طرح میری بھی پٹائی کی جائے، میں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھوڑی دیر انتظار کیا حتیٰ کہ جب لوگ حطیم میں بیٹھ گئے تو میں اپنے ماموں کے پاس پہنچ گیا اور میں نے کہا: سنو! اس نے کہا: اب مجھے کیا سنانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اپنی امان و پناہ اپنے پاس رکھو۔ اس نے کہا: خطاب کے بیٹے! ایسے نہ کرو، میں نے کہا: نہیں بلکہ ایسے ہی ہوگا۔ اس نے کہا: جیسے تمہاری مرضی، پس میں پیٹتا اور پٹتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا۔ [1]

ابن اسحاق سے روایت ہے: کہ جس شخص نے عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی بہن اور ان کے بہنوئی کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں بات کی تھی وہ نحام تھا۔ اس کا نام نعیم بن عبداللہ بن اسید ہے جو کہ بنو عدی بن کعب کا بھائی ہے۔ اور وہ اس سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا اور اس روایت میں ہے: عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ اسی طرح ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے عمر رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی وہ ''عاص بن وائل سہمی'' تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا: کہ وہ ان کے ماموں ہیں، وہ اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ حنتمہ، ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ شفاء بنت عبد قیس بن عدی بن سعد بن سہم السہمیہ ہیں، پس اس لیے انہوں نے اسے اپنا ماموں کہا ہے اور ماں کا پورا خاندان ماموں ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: ''یہ میرا ماموں ہے۔'' کیونکہ وہ زہری تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ زہریہ تھیں۔ اسی طرح ان کے دوسرے ماموں کے بارے میں، جس نے دروازہ بند کر دیا تھا، قول ہے کہ وہ ابوجہل ہے، پس جو شخص عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ابوجہل کی بہن قرار دیتا ہے تو اس قول کے مطابق وہ (ابوجہل) آپ کا حقیقی ماموں ہے اور ایک قول کے مطابق جو انہیں ابوجہل کی چچازاد بہن قرار دیتا ہے تو وہ اس لحاظ سے ماموں ہوگا۔

عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بارے میں طبقات ابن سعد میں ایک اور روایت انس بن مالک سے ہے اور اس میں ذکر ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے گھر میں داخل ہوئے تو جو شخص اس وقت چھپ گیا تھا وہ خباب رضی اللہ عنہ تھے اور اس روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کی پٹائی کی تو اس (بہن) نے غصہ کی حالت میں انہیں کہا: ''عمر! خواہ تمہارا دین حق نہ ہو (پھر بھی اسی پر قائم رہو گے) میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں

[1] فضائل الصحابہ: ص ۲۸۷؛ تاریخ الخلفاء: ص ۱۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گواہی دیتی ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' [1]

آپ نے ان کے پاس جو صحیفہ تھا اس کی قراءت سے پہلے غسل کیا اور سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی چودہ آیات تلاوت کیں۔ آخری آیت تھی:

﴿ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝ ﴾ [2]

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔''

سورۂ طٰہٰ مکی سورت ہے، جبکہ سورۂ حدید مدنی ہے اور یہ واضح ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اسلام قبول کیا تھا، مدینہ میں نہیں، پس ہم ترجیح دیں گے کہ انہوں نے سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی تھی۔ رہی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی، عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق روایت [3] تو وہ اس طرح ہے:

عمر رضی اللہ عنہ تلوار حمائل کیے ہوئے باہر نکلے تو بنو زہرہ کا ایک آدمی آپ سے ملا، اس نے کہا: عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس شخص نے کہا: تم محمد (ﷺ) کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ میں کس طرح امن سے رہ سکو گے؟ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنے سابقہ دین کو چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا: عمر! کیا میں تمہیں ایک عجیب چیز نہ بتاؤں؟ تمہارا بہنوئی اور تمہاری بہن اسلام قبول کر چکے ہیں اور انہوں نے تمہارے اس موجودہ دین کو ترک کر دیا ہے، (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ غصے میں بھرے ہوئے تیز تیز چلنے لگے حتیٰ کہ وہ ان دونوں کے پاس پہنچ گئے، اس وقت خباب نامی ایک مہاجر شخص ان کے پاس تھا، جب خباب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو وہ گھر میں چھپ گئے۔ اتنے میں عمر ان کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے پوچھا: یہ مخفی اور غیر مفہوم کلام کیا تھا جو میں نے تمہارے پاس سنا؟ وہ اس وقت سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، ان دونوں نے کہا: ہمارے درمیان تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ اس پر ان کے بہنوئی نے کہا: عمر! مجھے بتاؤ اگر تمہارے دین کے علاوہ ہو، (تو پھر بھی تم

---

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۱۱۰؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۶۸؛ المنتظم: ٤/ ۱۳۳۔

[2] طٰہٰ/ ۲۰: ۱٤۔ [3] المنتظم: ٤/ ۱۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس باطل دین پر قائم رہو گے)، عمر نے اپنے بہنوئی پر حملہ کر دیا اور انہیں خوب زدوکوب کیا۔ اتنے میں ان کی بہن آئیں تو انہوں نے اپنے خاوند کو بچانے کی کوشش کی تو عمر نے اپنے ہاتھ سے ان کے چہرے پر مارا جس سے ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا، اس پر انہوں (عمر کی بہن) نے غصے کی حالت میں کہا: عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور کے پاس ہو! میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ پس جب عمر مایوس ہو گئے تو انہوں نے کہا: یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے مجھے دو تاکہ میں اسے پڑھوں، عمر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے، ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو، جبکہ اسے صرف پاک لوگ ہاتھ لگاتے ہیں، کھڑے ہو جاؤ اور پہلے غسل یا وضو کرو، پس عمر کھڑے ہوئے انہوں نے وضو کیا پھر کتاب لی تو سورۂ طٰہٰ کی ابتدا سے آیت نمبر ۱۴ تک تلاوت کی۔

﴿ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴾ [1]

"بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کرو اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔"

تلاوت کرنے کے بعد عمر نے کہا: مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتاؤ، جب خباب رضی اللہ عنہ نے عمر کی بات سنی تو وہ گھر سے باہر آئے اور کہا: عمر! خوش خبری ہو مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کی رات جو (درج ذیل) دعا کی تھی وہ آپ ہی کے حق میں قبول ہوئی ہے:

((اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الاسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِ و بْنِ ھِشَامٍ))

"اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔"

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے دامن میں واقع گھر میں تشریف فرما تھے، پس عمر چل پڑے حتیٰ کہ گھر پہنچ گئے، حمزہ، طلحہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دروازے پر موجود تھے۔ جب حمزہ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمر کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے ہیں، تو کہا: یہ عمر آئے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرمایا تو وہ اسلام قبول کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لیں گے اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور منظور ہے تو پھر اس کا قتل کرنا

[1] ۲۰/ طہ:۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔ نبی ﷺ اس وقت گھر کے اندر تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہورہی تھی، پس رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے حتیٰ کہ عمر کے پاس پہنچ گئے، آپ ﷺ نے انہیں ان کے کپڑے اور تلوار کی پیٹی سے پکڑا، تو فرمایا:

''عمر! کیا تم باز نہیں آتے حتیٰ کہ اللہ تم پر وہ رسوائی اور عذاب نازل فرمادے جو ولید بن مغیرہ پر نازل فرمایا؟ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو غلبہ عطا فرما۔''

پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور کہا: اللہ کے رسول! باہر تشریف لائیں۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے، اپنے سابقہ دین کی طرف داری کی وجہ سے مسلمانوں پر سختی کیا کرتے تھے، وہ بنو مؤمل کی لونڈی لبیبہ کو اس کے اسلام کی وجہ سے بڑی بے رحمی سے سزا دیا کرتے تھے، انہیں اس پر ذرا ترس نہیں آتا تھا، جب مارتے مارتے تھک جاتے تو پھر اسے چھوڑتے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر آزاد کردیا۔ انہوں نے اپنے بہنوئی اور اپنی بہن کو اسلام قبول کرنے پر سختی وزیادتی کا نشانہ بنایا، وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے پس وہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور اسلام قبول کرلیا! لیکن کس چیز نے انہیں اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا؟ کیا انہوں نے کسی سے ڈر کی وجہ سے اسلام قبول کیا؟ کیا وہ کسی قوت کی وجہ سے مسلمان ہوئے؟ کیا انہوں نے کسی ذاتی غرض کی وجہ سے اسلام قبول کیا؟ ہرگز نہیں، بلکہ انہوں نے قرآن کریم کی قراءت کے بعد اسلام قبول کیا پس اس نے آپ کے دل میں گھر کرلیا، آپ کے نفس پر گہرا اثر کیا اور انہوں نے جان لیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے، وہ قرآن کریم کی بلاغت، اس کی حکمت وحکم اور اس کی شان وشوکت کے سامنے سرنگوں ہوگئے، آپ ایک خالص عربی تھے، آپ شعرا اور فصحا کے درمیان پروان چڑھے آپ نے ان کے اشعار سنے اور ان کے کلام کا معنوی وزن جانچا لیکن جب انہوں نے سنجیدہ وحکیمانہ کلام سنا تو اس کو پہچان لیا کہ یہ قرآن کریم حکیمانہ کلام ہے جبکہ شعرا کا کلام حکیمانہ نہیں۔ انہوں نے قرآن کے ذریعے اپنے دل کی شدت وسختی، اس کی قساوت اور تعصب کو نرمی میں بدلا اور یہ اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ یہ قرآن کریم اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے، پس جب باوقار اور شجاع شخص کسی چیز کو تسلیم کر لیتا ہے تو پھر وہ، اس چیز کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہ معاشرے کے بڑے لوگ سخت ملامت کرنے والے خبث باطن رکھتے ہیں برملا اپنے اعتقاد کا اعلان کرتا ہے کیونکہ لوگوں کا ڈر خوف وغیرہ رکھنا وقار و شجاع اور اخلاص کے منافی ہے۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام لوگوں کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ جس دین پر ہیں وہ صحیح نہیں حق وہی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ ہیں، حقیقت کے انوار آپ پر روشن اور عام ہو گئے تھے نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول فرمائی، آپ کا اسلام قبول کرنا فتح تھی جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔

اسی طرح طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ ایک دانش مند شاعر تھے، پس جب وہ مکہ تشریف لائے تو قریش کے کچھ افراد ان کے پاس چل کر گئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ رسول اللہ سے بات کریں نہ آپ کی بات سنیں۔ لیکن ہوتا تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ ﷺ کی آواز سنا دی، آپ خوبصورت کلام (قرآن) پڑھ رہے تھے، پھر وہ آپ ﷺ کے پیچھے چلتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن کریم کی تلاوت سنائی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس سے زیادہ اچھی اور اس سے زیادہ مناسب بات کبھی نہیں سنی، پس وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور آپ کی وجہ سے آپ کی قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا، ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ انہوں نے اپنی عقل، استعمال کی اور حلاوت قرآن اور اس کے اعجاز کو سمجھا، انہوں نے پہچان لیا کہ اس طرح کا کلام پیش کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں، پس وہ مسلمان ہو گئے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ انہیں اپنی قوم کی طرف سے سخت مصائب، ملامت، سختی اور بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن انہوں نے اس طرح کی کسی بھی چیز کی پرواہ نہ کی کیونکہ شجاع شخص حق کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت اور سخت گیر کی سختی سے نہیں ڈرتا۔

ظہور اسلام

صہیب بن سنان بیان کرتے ہیں: جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اسلام ظاہر ہو گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے علانیہ طور پر اس کی طرف دعوت دینا شروع کی، ہم بیت اللہ کے گرد حلقے بنا کر بیٹھ گئے، ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا، ہم پر کوئی سختی کرتا تو ہم اس سے انتقام لیتے اور اس کی طرف سے پیش آنے والی ہر بات اور ہر چیز کا جواب دیتے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ہم طاقتور اور مضبوط ہوتے گئے، محمد بن عبید نے اپنے قصے میں بیان کیا: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ایسے حالات تھے کہ ہم بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے پس جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو مشرکوں نے، اللہ انہیں ہلاک کرے، ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ کے لقب فاروق کی وجہ تسمیہ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ)) ❸

''بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور ان کے دل پر جاری کر دیا۔''

آپ فاروق ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق و باطل میں فرق کیا۔ ابو عمر ذکوان بیان کرتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بے شک عمر کا نام فاروق رکھنا ظہور اسلام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کیونکہ آپ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے مسلمان صفا کے دامن میں واقع دار ارقم میں چھپ کر رہا کرتے تھے اور اپنے دینی شعائر اپنے گھروں میں ادا کیا کرتے تھے، لیکن جب وہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں خواہ ہم زندہ رہیں خواہ مریں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ حق پر ہو خواہ تم زندہ رہو خواہ موت سے دوچار ہو۔'' ❹

❶ الطبقات الکبریٰ:٣/ ٢٦٩؛ المنتظم:٤/ ١٣٥۔ ❷ تاریخ الخلفاء:ص١١٤؛تاریخ الطبری:٢/ ٥٦٢؛ البدایه والنهایه:٧/ ١٣٧۔ ❸ صحیح ابن حبان:٦٨٨٩؛ مستدرك حاکم: ٤٥٠١۔ ❹ حلیة الاولیاء:١/ ٤٠۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے عرض کیا: تو پھر چھپنا کیسا؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور باہر نکلیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس ہم دو صفوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر باہر آئے ایک صف میں حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری میں میں تھا حتیٰ کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہو گئے، جب قریش نے مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کے دلوں پر ایسی چوٹ لگی کہ اب تک نہ لگی تھی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی دن) میرا نام فاروق رکھ دیا اور حق و باطل کے مابین فرق کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کا ان کی بہترین اور امتیازی صفات کی مناسبت سے نام رکھا کرتے تھے پس آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ''صدیق اور عتیق'' عمر رضی اللہ عنہ کا ''الفاروق'' اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ''سیف اللہ'' لقب رکھا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت مدینہ [1]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جری، بہادر اور صاف گو شخصیت کے حامل تھے، آپ کو چھپ کر زندگی بسر کرنا پسند تھا نہ آپ دشمن کی پرواہ کرتے تھے، پس آپ دیکھیں گے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے فوراً اس کا اظہار و اعلان کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: تو پھر چھپنا کیسا؟ انہوں نے اپنے اسلام کے بارے میں اپنے مشرک رشتہ داروں کو بتایا تو انہوں نے انہیں دیکھ کر، دروازے بند کر لیے، آپ نے اپنے اسلام قبول کرنے کے متعلق ایسے شخص کو بتایا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ راز کا ڈھول پیٹ دیتا ہے، اس نے چیخ کر کہا: لوگو! سن لو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بے دین ہو گیا ہے۔ اتنے میں لوگوں نے انہیں اور انہوں نے ان لوگوں کو مارنا شروع کر دیا، ان کے ماموں نے انہیں امان دینا چاہی تا کہ وہ ان کا دفاع کریں تو انہوں نے اس کی امان کو ٹھکرا دیا تا کہ آپ بھی ایذا و تکلیف کی اس صورت سے دوچار ہوں جس سے باقی مسلمان دوچار ہوئے، وہ چھپنا پسند کرتے تھے نہ کسی کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے، آپ کی ہجرت کا واقعہ بھی اسی طرح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: میں نہیں جانتا کہ مہاجرین میں سے

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۱۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر کے سوا کسی نے چھپ کر ہجرت نہ کی ہو، لیکن جب انہوں نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار حمائل کی، اپنی قوس کو کندھے پر ڈالا، ایک ہاتھ میں تیر لیے اور دوسرے ہاتھ میں برچھا اٹھائے کعبہ کی طرف تشریف لائے جہاں قریش کی کثیر تعداد موجود تھی، آپ نے اطمینان و وقار کے ساتھ بیت اللہ کا طواف مکمل کیا، پھر مقام ابراہیم پر پہنچ کر نماز ادا کی، پھر قریشیوں کے ایک ایک حلقے کے پاس کھڑے ہو کر انہیں فرمایا: چہرے قبیح ہو جائیں، اللہ تعالیٰ انہی ناکوں کو خاک آلود کرے گا، جو شخص اپنی ماں کو اپنے سے محروم کرنا، اپنی اولاد کو یتیم بنانا اور اپنی اہلیہ کو بیوہ کرنا چاہتا ہو تو وہ اس وادی میں میرے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ کمزور لوگ آپ کے پیچھے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں تعلیم دی اور ان کی راہنمائی کی۔

یہ روایت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی ہجرت کے بارے میں خود بھی بیان کیا ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص بن وائل نے یہ طے کیا تھا کہ ہم بنو غفار کے پاس مقام تناضب پر اکٹھے ہوں گے اور ہم اپنے اس سفر کو صیغہ راز میں رکھیں گے اور ہم نے طے کیا کہ جو شخص طے شدہ پروگرام سے پیچھے رہ جائے تو وہ اسی مقررہ جگہ پر پہنچ جائے، میں اور عیاش بن ابی ربیعہ تو نکل آئے لیکن ہشام بن عاص گرفتار کر لیے گئے اور انہیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، میں اور عیاش محو سفر رہے، جب ہم مقام عقیق پر پہنچے تو ہم نے راستہ بدل لیا جس پر چلتے ہوئے ہم قبا پہنچے اور ہم نے رفاعہ بن عبدالمنذر کے ہاں قیام کیا تو عیاش بن ابی ربیعہ کے ماں جائے بھائی ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام بن مغیرہ بھی پہنچ گئے اور ان سب کی والدہ کا نام اسماء بنت مخربۃ تھا جو کہ قبیلہ بنو تمیم سے تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نہیں نکلتے تھے، پس یہ دونوں بھی تیزی سے سفر کرتے ہوئے ہم تک پہنچ گئے اور انہوں نے بھی قبا میں قیام کیا، انہوں نے عیاش سے کہا: تمہاری ماں نے نذر مانی ہے کہ وہ جب تک تمہیں دیکھ نہیں لے گی سائے میں بیٹھے گی نہ سر میں تیل لگائے گی، میں نے عیاش سے کہا: یہ تمہیں دین سے ہٹانا چاہتے ہیں، تم اپنا دین بچاؤ۔ عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا مکہ میں مال رہ گیا ہے میں اسے لے آتا ہوں اس طرح ہم کچھ مضبوط اور قوی ہو جائیں گے اور میں ان کے ساتھ جا کر اپنی والدہ کی قسم بھی پوری کر آتا ہوں، پس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب وہ ضجنان کے مقام پر پہنچے تو عیاش رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اترے تو وہ دونوں بھی ان کے ساتھ اتر آئے اور ان کی مشکیں باندھ دیں حتیٰ کہ وہ انہیں لے کر مکہ آ گئے اور وہ دونوں کہتے جا رہے تھے: مکہ والو! اپنے نادانوں کے ساتھ یہی سلوک کرو، پھر انہوں نے انہیں قید کر دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ معرکہ بدر، احد، خندق بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین اور دیگر معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں آپ کا بھی شمار ہوتا ہے، بیعت رضوان کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو بیعت کے لیے بلائیں، حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ سے خوش نہیں تھے، جب قریش نے سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کے بارے میں بات چیت کرنے کے لیے سفیر بنا کر بھیجا اور اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین مذاکرات طویل ہو گئے اور پھر معاملہ آخری مرحلے میں داخل ہو گیا صرف تحریر کرنا باقی رہ گیا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: ابوبکر! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، پھر انہوں نے پوچھا، کیا ہم مسلمان نہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، پھر پوچھا: کیا وہ مشرک نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، انہوں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے بارے میں دباؤ کیوں قبول کریں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ رسول اللہ کی لگام تھامیں رہیں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر وہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں'' پھر عرض کیا: کیا ہم مسلمان نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں'' پھر عرض کیا: کیا وہ مشرک نہیں؟ فرمایا: ''کیوں نہیں'' تو عرض کیا: پھر ہم اپنے دین کے بارے میں دباؤ کیوں قبول کریں؟ آپ نے فرمایا:

''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔
اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔'' [1]

عمر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے: میں نے اس روز جو غلطی کی اور بات کہہ دی تھی اس سے

[1] مسلم:۱۷۸۵؛ مسند ابی عوانہ:۱/ ۶۸۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ڈر کر میں برابر صدقہ و خیرات کرتا رہا، روزے رکھتا رہا اور نماز پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا حتیٰ کہ اب مجھے خیر کی امید ہے۔ ہم نے اس صلح کی خصوصیات اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں ذکر کی ہیں، اگر کوئی چاہے تو مذکورہ کتاب میں ان کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان سن ۷ میں تیس آدمیوں کی معیت میں آپ کو مکہ کے قریب قبیلہ بنو ہوازن کی طرف روانہ کیا، پس جب انہیں ان کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ بھاگ گئے اور یہ مدینہ کی طرف واپس آ گئے اور رسول اللہ نے انہیں خیبر کے روز جھنڈا عطا کیا غزوۂ احد کے بعد جب ابوسفیان واپس جانے لگا تو وہ جبل احد پر نمودار ہوا پھر بآواز بلند بولا: لڑائی ڈول ہے، آج کا دن یوم بدر کا بدلہ ہے اور ہبل (بت) بلند ہو، یعنی اس کا مذہب غالب آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کھڑے ہو کر جواب دو۔'' فرمایا: اللہ اعلیٰ واجل (یعنی اللہ ہی بلند و برتر) ہے، دونوں فریقوں کے مقتولین برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں، پس جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے انہیں کہا: عمر! میرے پاس آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ! دیکھو کیا کہتا ہے؟'' پس وہ اس کے پاس آئے تو ابوسفیان نے انہیں کہا: عمر! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ وہ ابھی ہماری باتیں سن رہے ہیں، تو ابوسفیان نے کہا: تم میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ سچے اور زیادہ راست باز ہو، کیونکہ ابن قمئہ نے انہیں بتایا تھا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔ [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بھائی! اپنی نیک دعاؤں میں ہمیں یاد رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔'' [2]

اپنی لخت جگر حفصہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنا [3]

حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما خنیس بن عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ رسول

[1] البدایہ والنہایہ: ٤/ ٣٨؛ تفسیر الطبری: ٤/ ١٣٧۔

[2] مسند احمد: ٢/ ٥٩۔

[3] الریاض النضرۃ: ٢/ ١١٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ ﷺ نے اسے کسریٰ کی طرف روانہ کیا، جب خنیس وفات پا گیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کے متعلق بات کی اور انہیں ان سے شادی کرنے کی پیش کش کی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے ناراض ہو گئے، پس جب عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ وفات پا گئیں تو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی کہ آپ ان سے شادی کر لیں، تو عثمان نے کہا: میرا ابھی شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ پس عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حفصہ سے وہ شخص شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس خاتون سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔'' 1

پھر آپ ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام نکاح بھیجا اور رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے بعد سن ۳ ہجری میں ان سے شادی کی اس وقت ان کی عمر بیس برس تھی، جب کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ 2

عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننا 3

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے روز عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انہوں نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور اپنے لائحہ عمل، اصول اور اپنے اخلاق کے بارے میں انہیں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''امابعد، میری تمہارے ذریعے اور تمہاری میرے ذریعے آزمائش کی گئی ہے اور میرے دو ساتھیوں کے بعد مجھے تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے، پس جو شخص ہمارے پاس موجود تھا ہم نے اسے اپنے ساتھ ملایا اور جو غائب ہے تو ہم نے اہل قوت اور اہل امانت کو سرپرست بنایا، پس جو اچھا کرے گا ہم اس کی اچھائی کا بدلہ مزید اچھائی میں دیں گے اور جو برا کرے ہم اسے سزا دیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے۔''

آپ ان کے اس فرمان پر غور کریں: ''جو شخص اچھا کرے گا ہم اس کی اچھائی کا بدلہ

1 سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۲۸۔ 2 تاریخ الخلفاء: ص ۱۴۳۔
3 تاریخ الخلفاء: ص ۱۴۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مزید اچھائی میں دیں گے۔" یہ انصاف اور حوصلہ افزائی ہے، جبکہ اب کیا ہوتا ہے محسن کی حق تلفی ہوتی ہے، اسے بھلا دیا جاتا ہے اور اس کے احسان کا بدلہ نہیں دیا جاتا، اسی لیے تو ہمتیں کمزور پڑ گئیں اور اخلاق خراب ہو گئے۔

اور انہوں نے فرمایا:

"اے اللہ! میں سخت مزاج ہوں پس تو مجھے نرم کر دے، میں ضعیف ہوں تو مجھے قوی بنا دے اور میں بخیل ہوں تو مجھے سخی بنا دے۔" [1]

عمر رضی اللہ عنہ کی عفت [2]

ان کی یہ بات ان کی عفت کی گواہی دیتی ہے: "میں اللہ تعالیٰ کے مال کو اپنے لیے مال یتیم تصور کرتا ہوں، اگر مجھے ضرورت نہ ہوئی تو میں اس سے کچھ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو دستور کے موافق استعمال کروں گا اور ممکن ہوا تو میں اس کی ادائیگی کروں گا۔"

آپ مسلمانوں کے بیت المال میں سے ان کی اجازت کے بغیر کوئی معمولی سی چیز لینے کے لیے بھی تیار نہیں تھے، آپ بیت المال میں ذاتی طور پر کوئی استحقاق نہیں رکھتے تھے اور اس میں کسی قسم کے تصرف کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ایک دن ایسے ہوا کہ آپ بیمار تھے اور آپ کو شہد کی ضرورت تھی، آپ مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ منبر پر آ کر فرمایا: "بیت المال میں شہد کا ایک مشکیزہ پڑا ہوا ہے اگر تم اجازت دو تو میں اسے لیتا ہوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔" پس انہوں نے اس کے متعلق اجازت دے دی، بتائیں اس چھوٹے سے مشکیزے کی کیا قیمت ہے؟ اس کی کچھ حیثیت نہیں لیکن اس کے باوجود اسے لینے کے لیے مسلمانوں سے اجازت طلب کرتے ہیں، تو کیا حکام اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں گے؟

جب آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کی یہ تنگ حالی اور پر مشقت زندگی دیکھی تو ہمدردی کرتے ہوئے انہوں نے اپنے والد سے اس لیے بات کی شاید کہ وہ کھانا اور لباس بہتر کر لیں، انہوں نے کہا: ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع و کشادہ رزق عطا کیا ہے، آپ کو

[1] ابن ابی شیبہ: ٦/ ٦٥۔ [2] تاریخ الخلفاء: ص ١٣٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملکوں پر فتح نصیب فرمائی ہے اور آپ کو بہت سی خیر و بھلائی عطا کی ہے لہٰذا آپ اپنے اس کھانے سے کوئی بہتر کھانا اور اپنے اس لباس سے بہتر لباس استعمال میں لائیں، انہوں نے فرمایا: میں اس بات کا فیصلہ اور جواب تم ہی سے لیتا ہوں، کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر تنگدستی و تنگ حالی کی زندگی بسر کی، انہیں یاد تھا کیونکہ وہ رسول اللہ کی زوجہ محترمہ تھیں، حتیٰ کہ اس یاددہانی نے انہیں رلا دیا پھر فرمایا: میں نے تمہیں کہہ دیا تھا: ''اللہ کی قسم! اگر میرے لیے ممکن ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی پر مشقت اور تنگ دستی والی زندگی بسر کرنے کی کوشش کروں گا شاید کہ مجھے بھی ان دونوں کے ساتھ آرام والی زندگی نصیب ہو جائے۔''

ایک اور روایت میں ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پر مشقت زندگی بسر کی اور اپنے آپ کو نعمتوں سے محروم رکھا پس اللہ تعالیٰ نے وسعت و کشائش عطا فرمائی تو لوگ آئے اور حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: عمر رضی اللہ عنہ کٹھن زندگی بسر کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو نعمتوں سے محروم رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراخی عطا کی ہے لہٰذا وہ اس مال غنیمت میں سے جس طرح چاہیں تصرف کر سکتے ہیں انہیں مسلمانوں کی طرف سے اجازت ہے، گویا کہ انہوں (حفصہ رضی اللہ عنہا) نے بھی ان کی اس خواہش سے اتفاق کیا۔ جب وہ آپ کے پاس سے چلے گئے اور عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے قوم کی خواہش کے بارے میں آپ کو مطلع کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: ''حفصہ بنت عمر! تم نے اپنی قوم سے تو خیر خواہی کی جبکہ اپنے باپ سے خیر خواہی نہیں کی، میرے گھر والوں کا میری ذات اور میرے مال میں تو حق ہے جبکہ میرے دین اور میری امانت میں ان کا کوئی حق نہیں۔'' [1]

آدمی کو عمر رضی اللہ عنہ کی پر مشقت زندگی پر حیرت و تعجب ہونا چاہیے کہ وہ امیر المومنین ہیں ان کے دور خلافت میں دنیا کا بہت سا حصہ فتح ہوا، عراق اور شام حکومت اسلامیہ میں شامل ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کے ذریعے انہیں مال دار بنا دیا، آپ کے پاس جو خمس بھیجا جاتا آپ اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے، اسے ذاتی استعمال میں نہ لاتے بلکہ تنگ دستی کی زندگی بسر

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۷۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرتے۔ انسان اس بات سے حیرت زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں تو اس طرح کی تنگ دستی کے بارے میں ہم جانتے ہیں نہ ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں حتیٰ کہ دین داروں، قرآن وحدیث نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفا کی سیرت کی پاس داری کرنے والوں، واعظین، مرشدین اور معلمین کی زندگی میں بھی یہ چیز نظر نہیں آتی، بلکہ وہ تو اب بہترین کھانے کھاتے ہیں، بڑا فاخرانہ لباس پہنتے ہیں، بڑے کشادہ گھروں اور بلند و بالا محلات میں رہتے ہیں اور بہت بڑی جائیدادوں کے مالک ہیں وہ صرف تنگ دستی کے لفظ سے واقف ہیں اور یہ بیچارے تو مزید مال و دولت کا طمع رکھتے ہیں، کیا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کر رہے ہیں؟ یا کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفا کے اثر پر اکتفا کر رہے ہیں؟

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے احنف سے جو کہ بصرہ کے لشکر کے ساتھ آپ کے پاس آئے تھے، ان کے کپڑے کی قیمت دریافت کی تو احنف نے آٹھ یا اس کے قریب قریب کوئی قیمت بتائی اور قیمت خرید سے کم بتائی حالانکہ انہوں نے اسے بارہ میں خریدا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو نے کم قیمت والا کپڑا کیوں نہ خریدا؟ اور زائد رقم کسی ایسی جگہ صرف کرتا جو کسی مسلمان کے لیے فائدہ مند ہوتی۔'' [1]

مسلمانوں کو عمر رضی اللہ عنہ کی حالت پر ترس آیا تو انہوں نے ان کی لخت جگر حفصہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے ان سے درخواست کی کہ وہ اچھا کھانا کھائیں اور اچھا لباس پہنیں۔ انہوں نے حفصہ سے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ اس مال غنیمت میں سے جو چاہیں لے لیں انہیں مسلمانوں کی طرف سے مکمل اجازت ہے اور وہ ان کے لیے جائز ہے، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور رسول اللہ کی سنت کے ساتھ تمسک اختیار کیا تا کہ وہ ذمہ داران، حکام اور تمام لوگوں کے لیے عمومی طور پر ان کے دین و دنیا میں ایک اچھا نمونہ ہوں اور عفت و پارسائی اور اخلاص کے حوالے سے ایک مثال ہوں۔ ان کی عفت کی ایک بہترین مثال ملاحظہ فرمائیں، آپ خلیفہ ہونے کے باوجود تجارت کیا کرتے تھے آپ نے ملک شام کے لیے ایک قافلہ تیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے چار ہزار درہم قرض لینے کے لیے ایک آدمی کو بھیجا تو اس صحابی نے عمر رضی اللہ عنہ کے قاصد سے کہا: انہیں کہیں کہ بیت المال سے لے لیں اور پھر وہاں جمع کرا دیں، پس جب وہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قاصد آیا اور اس نے اس شخص کی بات آپ کو بتائی تو یہ ان پر بڑی شاق گزری، پس عمر رضی اللہ عنہ اس سے ملے اور فرمایا: آپ نے کہا ہے کہ میں یہ رقم بیت المال سے لے لوں اگر میں آپ کے واپس آنے سے پہلے فوت ہو گیا تو تم کہو گے کہ وہ رقم امیر المومنین نے لی تھی، یہ رقم انہیں چھوڑ دو اور میں روز قیامت اس کے بدلہ میں پکڑا جاؤں، نہیں (ایسے نہیں ہوگا) میں نے تو آپ جیسے کسی حریص و بخیل شخص سے یہ رقم لینے کا ارادہ کیا تا کہ اگر میں فوت ہو گیا تو وہ یہ رقم میرے مال میں سے لے لے گا۔ [1]

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ نیک نامی اور خودداری کی زندگی اور موت کے بعد کیسے محافظت ہونی چاہیے اور انسان کو کیسے اللہ تعالیٰ کے عذاب وسزا سے ڈرنا چاہیے۔

عامر بن ربیعہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں حج کے دنوں میں مدینہ سے مکہ اور پھر واپسی تک عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک سفر رہا۔ آپ نے سایہ حاصل کرنے کے لیے کوئی خیمہ گاڑا نہ کوئی مکان بنایا، آپ کوئی چمڑا یا کوئی چادر کسی درخت پر ڈالتے اور اس کے سائے تلے بیٹھ جاتے۔

ربیع بن زیاد حارثی قاصد بن کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ کی ہیئت اسے بڑی عجیب لگی اور آپ نے جو معمولی سا کھانا کھایا تو اس نے عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، کہنے لگا: امیر المومنین! اچھے کھانے، اچھی سواری اور اچھے لباس کے آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چھڑی پڑی ہوئی تھی انہوں نے وہ اٹھا کر اس کے سر پر ماری اور فرمایا: سن لو! اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم نے یہ بات اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کی ہے، بلکہ تم نے یہ بات محض میرا قرب حاصل کرنے کے لیے کی ہے، کیا تم جانتے ہو کہ میری اور ان لوگوں کی مثال کیا ہے؟ اور تمہاری اور ان کی مثال کیا ہے؟ فرمایا: ان لوگوں کی مثال جنہوں نے سفر شروع کیا تو انہوں نے اپنا زادراہ اپنے کسی آدمی کے پاس جمع کرا دیا اور انہوں نے اسے کہا کہ ہم پر خرچ کرنا، تو (بتاؤ) کیا اس کے لیے جائز ہے کہ اس میں سے کسی چیز کو اپنے لیے خاص کرے؟ اس نے کہا: امیر المومنین! یہ جائز نہیں، آپ نے فرمایا: پس اسی طرح میری اور ان کی مثال ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ مسئولیت کے بارے میں اس طرح کا شعور واحساس رکھتے تھے، وہ

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۷۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنی رعیت کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں اچھی طرح باخبر اور آگاہ تھے، پھر وہ کسی کی بات سے فریب خوردہ ہوتے تھے نہ وہ اپنی اس بات و اخلاق سے، جس پر وہ مطمئن ہوتے تھے، اپنا مؤقف بدلتے تھے۔ وہ حکام و امرا کے قریب ہونے اور ان کا تقرب حاصل کرنے والے اسالیب کو خوب سمجھتے تھے، آپ نے دیکھا نہیں کہ انہوں نے ربیع کو کیسے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم نے یہ بات اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کی ہے، بلکہ تم نے یہ بات محض میرا قرب حاصل کرنے کے لیے کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ تو پہاڑ کی طرح تھے وہ حق سے ہلتے تھے نہ ٹلتے تھے (بلکہ ثابت قدم رہتے تھے) [1]

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ربیع سے فرمایا: میں نے اپنے عمال تم پر اس لیے مقرر نہیں کیے کہ وہ تمہاری مار کٹائی کریں، تمہاری بے عزتی کریں اور تمہارے اموال حاصل کریں بلکہ میں تو انہیں اس لیے مقرر کرتا ہوں کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیں، پس کوئی عامل یا گورنر کسی شخص پر کسی قسم کی زیادتی اور ناانصافی کرے تو اسے ایسا کرنے کی کوئی اجازت نہیں، پس مظلوم شخص یہ معاملہ مجھ تک پہنچائے حتیٰ کہ میں اس سے بدلہ لے کر دوں، (یہ سن کر) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! اگر امیر اپنی رعیت میں سے کسی آدمی کی فہمائش کرے تو کیا آپ اس سے بھی بدلہ لیں گے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس سے بدلہ کیوں نہ لوں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی ذات مبارک سے بھی بدلہ دلاتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مبارک سے بھی بدلہ دلاتے تھے اس کی مثال اس طرح ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر صفوں کی درستی کے لیے آپ سائبان سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں بے پر اور بلا پھل کے ایک تیر تھا جس سے آپ صفیں درست فرما رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے حلیف سواد بن غزیہ کے پاس سے گزرے جو کہ صف سے باہر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے پر اور بلا پھل تیر سے اس کے پیٹ میں چوکا دیا اور فرمایا: ''سواد سیدھے اور برابر ہو جاؤ۔'' اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۸۰۔۲۸۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے لہٰذا آپ مجھے بدلہ دیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: ''بدلہ لے لو'' پس سواد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک کا بوسہ لے لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سواد! تمہیں کس چیز نے اس پر ابھارا ہے؟'' تو انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کون سی گھڑی آ پہنچی ہے (جہاد کا وقت ہے) میں نے چاہا کہ میرا آخری وقت آپ کے ساتھ اس طرح گزرے کہ میری جلد آپ کی جلد مبارک کو چھو لے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے خیر و بھلائی کی دعا کی۔ [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاران کی طرف خط لکھا: مسلمانوں کو نہ مارنا کہ تم انہیں ذلیل کر دو، انہیں محروم نہ رکھنا کہ تم انہیں کافر بنا دو، انہیں سرحدوں پر مامور کر کے گھروں کی واپسی نہ روک دینا، کہ تم انہیں فتنے میں مبتلا کر دو اور گھنے درختوں والی جگہ پر ان کا پڑاؤ نہ ڈالنا کہ تم انہیں ضائع کر دو۔

آپ کے لیے امیر المومنین کا لقب:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کا خلیفہ کہہ کر مخاطب کرنا شروع کر دیا گیا۔ اس پر مسلمانوں نے کہا: جو شخص عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آئے گا تو اسے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے خلیفہ کا خلیفہ کہنا پڑے گا، اس طرح یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے گا، لہٰذا ان سب نے خلیفہ کے لقب پر اتفاق کر لیا کہ ان کو خلیفہ کے نام سے پکارا جائے اور آپ کے بعد میں آنے والوں کو خلفا کہا جائے، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے فرمایا: ہم سب مومن ہیں جبکہ عمر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں، اس طرح عمر رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہیں یہ لقب دیا گیا دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہیں گے آپ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں امیر المومنین کا لقب دیا گیا، یہ لقب کوئی نیا نہیں، اس لیے کہ عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہیں امیر المومنین کا لقب عطا کیا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلہ کی طرف انہیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ [2]

---

[1] البدایہ و النہایہ: ۳/ ۲۷۱۔

[2] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۶۹؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۸۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارنامے

عمر رضی اللہ عنہ نے ماہ ربیع الاول سن سولہ میں سب سے پہلے تاریخ ہجری لکھی، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی وجہ سے لکھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو کتابی شکل میں جمع کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے لوگوں کو نماز تراویح کے لیے جمع کیا اور انہیں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر اکٹھا کیا اور اس کے استحباب پر آپ اور آپ کے دور کے بعد کے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں مساجد کے پاس سے گزرے تو وہاں چمکتی دمکتی قندیلیں دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو منور کیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں دو قاری مقرر کیے ایک قاری مردوں کی امامت کراتا تھا جبکہ دوسرا عورتوں کی امامت کراتا تھا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے شراب نوش کو اسی کوڑے مارے اور تہمت والزام لگانے والوں پر سختی کی، آپ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو خیبر کی طرف جلاوطن کیا جو کہ شراب فروش تھا، وہ ملک روم چلا گیا اور وہاں جا کر مرتد ہو گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنے دور خلافت میں رات کے وقت مدینہ کی گلیوں کا گشت شروع کیا۔ آپ نے کوڑا اٹھایا اور اس کے ساتھ سزا دی۔ آپ کے دور میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا جس کا اس کتاب میں مفصل بیان آئے گا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اولاد والیوں (ماؤں) کی بیع سے منع فرمایا......،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درخت کے نیچے بیعت رضوان لی تھی لوگ وہاں آیا کرتے تھے اور اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے، عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے اس اندیشے کے پیش نظر کہ کہیں اس کی پوجا نہ شروع ہو جائے، اسے کاٹ دینے کا حکم دیا اور اسے کاٹ دیا گیا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا اور مجھے پتہ ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نقصان پہنچا سکتا ہے نہ فائدہ۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر اور موصل جیسے شہر بسائے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور وہاں عربوں کو بسایا، آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ اور بصرہ کی حد بندی کی۔

عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے شہروں میں قاضی مقرر کیے، آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے دیوان مدوّن کیے، آپ رضی اللہ عنہ نے کشتیوں کے ذریعے مصر سے بحر احمر کے ساحل اور پھر وہاں سے مدینہ غلہ پہنچانے کا انتظام کیا، آپ نے آٹے کا (راشن) ڈپو قائم کیا جہاں آٹا، ستو، کھجور اور منقیٰ وغیرہ کا سٹاک کیا جس کے ذریعے ضرورت مندوں، مسافروں اور مہمانوں کی مدد کی جاتی تھی۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے ملک شام کی طرف جلاوطن کیا اور اہل نجران کو بھی جلاوطن کر کے کوفہ کی طرف بسایا۔

عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں لوگوں کے ساتھ حج کیا کرتے تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ مسلسل دس سال حج کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ۲۳ ہجری میں لوگوں کے ساتھ آخری حج کیا تو اس حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تین مرتبہ عمرہ کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کنکریاں بچھوائیں کیونکہ جب لوگ سجدہ سے سر اٹھاتے تو اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے تھے جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کنکریاں لانے کا حکم فرمایا، انہیں عقیق سے لایا گیا اور پھر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بچھا دیا گیا۔ [1]

مسجد نبوی کی توسیع

ابوبکر رضی اللہ عنہ مرتدین کے ساتھ برسر پیکار رہے اور یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بھی مختصر تھا اس لیے انہوں نے مسجد نبوی میں کسی قسم کی کوئی توسیع نہ کی، جب عمر رضی اللہ عنہ نے امور خلافت سنبھالے تو فرمایا: میں مسجد کی توسیع کرنا چاہتا ہوں اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا: ''مسجد میں توسیع ہونی چاہیے'' تو میں ایسا ہرگز نہ کرتا۔ آپ نے سن ۱۷ ہجری میں مسجد نبوی اور اسی سال مسجد حرام میں بھی توسیع کی، عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے لکڑی کے ستون نکال کر اینٹ کے ستون بنا دیے اور اسے قبلہ کی جانب وسعت دی، عمر رضی اللہ عنہ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۷؛ سیر اعلام النبلاء: ۱۸/ ۴۱۲؛ البدایہ و النہایہ: ۵/ ۱۵۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے گھر اور امہات المومنین کے کمروں کے علاوہ مسجد کے اردگرد واقع تمام گھر خرید کر مسجد میں شامل کر لیے، عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ابوالفضل! مسجد نبوی مسلمانوں کے لیے تنگ پڑ گئی ہے میں نے آپ کے گھر اور امہات المومنین کے کمروں کے علاوہ مسجد کے آس پاس کے تمام گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے ہیں تا کہ مسجد کی توسیع ہو جائے اور مسلمان آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکیں، جہاں تک امہات المومنین کے کمروں کا تعلق ہے تو ان کی کوئی صورت نہیں بنتی، رہا آپ کا گھر تو آپ اسے مجھے فروخت کر دیں اور مسلمانوں کے بیت المال میں سے جس قدر قیمت لینا چاہیں لے لیں اور اس طرح مسلمانوں کی مسجد کی توسیع کر دیں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ میری طرف سے تین میں سے کوئی ایک چیز اختیار کر لیں: یا تو آپ اسے مجھے فروخت کر دیں اور مسلمانوں کے بیت المال میں سے جتنی قیمت لینا چاہیں لے لیں، یا آپ مدینہ میں جہاں پسند کریں میں بیت المال میں سے آپ کو گھر بنا دیتا ہوں یا پھر آپ اسے مسلمانوں پر صدقہ کر کے مسجد کی توسیع کر دیں۔ انہوں نے کہا: نہیں، ان میں سے کوئی بھی اختیار نہیں کرتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ میرے اور اپنے درمیان جسے چاہیں ثالث مقرر کر لیں۔ انہوں نے فرمایا: ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، پس وہ دونوں ابی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں پورا واقعہ سنایا، تو انہوں نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

> ''اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے ایک گھر بنائیں جس میں میرا ذکر کیا جائے انہیں بیت المقدس بنانے کا جو نقشہ دیا گیا اس کے مربع شکل کے ایک کونے میں بنی اسرائیل کے کسی آدمی کا گھر تھا، داؤد علیہ السلام نے اسے کہا کہ وہ اس گھر کو فروخت کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ اس گھر کو اس سے حاصل کر لیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد! میں نے تمہیں حکم دیا کہ تم میرے لیے ایک گھر بناؤ جس میں میرا ذکر کیا جائے لیکن تم نے میرے گھر میں غصب شدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جگہ داخل کرنے کا ارادہ کیا اور اس طرح کا غصب میری شان کے لائق نہیں اور اب تمہاری سزا یہ ہے کہ تم اسے نہ بناؤ، انہوں نے عرض کیا: میرے رب! میری اولاد میں سے (کوئی بنا دے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں تیری اولاد میں سے (کوئی بنا دے)۔"

پس عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو کپڑے سے پکڑا اور فرمایا: میں تمہارے پاس ایک مسئلہ لے کر آیا تھا اور تم نے اس سے بھی مشکل مسئلہ میرے سامنے پیش کر دیا ہے میں تمہاری بات کی مکمل تحقیق کروں گا۔ پس وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لے آئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجلس کے پاس لا کھڑا کیا اور صحابہ کو بتایا کہ بیت المقدس کی تعمیر کے بارے میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، (کیا یہ صحیح ہے؟) تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، دوسرے صحابی نے فرمایا: میں نے بھی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، پھر انہوں نے ابی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا، ابی رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: عمر! کیا تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے متعلق الزام دیتے ہو؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابومنذر! میں اس بارے میں آپ کو الزام نہیں دیتا، بلکہ میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث ظاہر ہو جائے اور عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ تشریف لے جائیں، میں آپ کے گھر کے بارے میں آپ سے کوئی جھگڑا نہیں کروں گا، اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ یہ کہہ رہے ہیں تو میں نے اسے مسلمانوں پر صدقہ کر دیا، آپ ان کے لئے ان کی مسجد کی توسیع کریں اور اب آپ کا میرے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے بیت المال میں سے ان کے لیے زوراء کے مقام پر ایک گھر تعمیر کر دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی ایک جانب ایک جگہ مقرر کی جسے "بطیحاء" کا نام دیا گیا پھر فرمایا: جو شخص ناقابل فہم ملی جلی آوازیں نکالنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے تو وہ اس کشادہ جگہ چلا جائے اور یہ "بطیحاء" مسجد کی مشرقی جانب اس کے آخر پر تھی، عمر بن قتادہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ تاجروں کو مسجد میں تجارت اور دنیا کی باتیں کرتے ہوئے سنا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فرمایا: یہ مساجد تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بنائی گئی ہیں، اگر تم نے اپنی تجارت اور دنیاداری کی باتیں کرنی ہیں تو پھر بقیع کی طرف چلے جاؤ، عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آوازیں بلند کرنے سے منع کیا کرتے تھے اور جو شخص مسجد میں آواز بلند کرتا تو آپ اسے سزا دیا کرتے تھے۔ [1]

مسجد حرام کی توسیع:

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام کا غلبہ ہوا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو انہوں نے سوچا کہ مسجد حرام کی توسیع کی جائے۔ مسجد حرام کی سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے توسیع کی، مسجد حرام کی چار دیواری نہیں تھی بلکہ اس کے چاروں طرف قریش کے گھر تھے البتہ مسجد حرام میں داخل ہونے کے لیے گھروں میں دروازے رکھے ہوئے تھے، پس جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو مسجد حرام میں لوگوں کے لیے جگہ کم پڑ گئی اور اس کی توسیع لازمی ہوگئی تو انہوں نے مسجد کے آس پاس کے مکانات خرید کر گرا دیے اور انہیں مسجد میں شامل کر لیا لیکن ابھی کچھ گھر باقی رہ گئے تھے جنہیں مسجد میں شامل کرنے کی ضرورت تھی، ان کے مالکان نے انہیں فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: تم لوگوں نے صحن کعبہ میں قیام کیا اور وہاں گھر بنا لیے جبکہ تم صحن کعبہ کے مالک نہیں ہو اور کعبہ تمہارے صحنوں میں نہیں بنا، لہٰذا گھروں کی قیمت لگائی گئی اور ان کی قیمت کعبہ کے وسط میں رکھ دی گئی پھر ان گھروں کو گرا کر مسجد میں داخل کر دیا گیا، ان کے مالکان نے قیمت کا مطالبہ کیا تو انہیں وہ رقم ادا کر دی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کے اردگرد چھوٹی سی دیوار بنانے کا حکم دیا اور اس دیوار میں ویسے ہی دروازے رکھ دیے گئے جس طرح گھروں میں ان کے گرائے جانے سے پہلے موجود تھے۔ اور یہ دروازے سابقہ دروازوں کے سامنے رکھے گئے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ یہ توسیع سن ۱۷ ہجری میں ہوئی قطب الدین نہروالی نے کہا: یہ توسیع سن ۱۷ ہجری میں آنے والے بہت بڑے سیلاب کے بعد عمل میں آئی جس میں حرم شریف کے نشانات مٹ گئے تھے اور اس سیلاب کو ''سیلاب ام نہشل'' کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ سیلاب ام نہشل بنت عبیدہ بن سعید بن عاص کو بہا کر لے گیا تھا جس میں اس کی موت واقع ہوگئی اور مکہ کے نشیبی علاقہ سے اس کی لاش برآمد ہوئی تھی اور یہ بڑا ہولناک سیلاب تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق مدینہ میں اطلاع پہنچائی گئی تو اس واقعہ نے انہیں خوف زدہ کر دیا، پس آپ خوف و گھبراہٹ کے عالم میں عازم مکہ ہوئے اور ماہ رمضان میں عمرہ کی نیت سے وہاں پہنچے، جب آپ مکہ پہنچے تو مقام حجر پر ٹھہر گئے وہ بیت اللہ شریف کے ساتھ لگا ہوا تھا، آپ اس سے خوف زدہ ہو گئے، پھر فرمایا: میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے پاس اس مقام کے متعلق معلومات ہوں، تو مطلب بن ابی وداعہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میں اس کے متعلق جانتا ہوں مجھے بھی اس کے متعلق اسی بات کا اندیشہ تھا تو میں نے ایک بٹی ہوئی رسی کے ذریعے اسی (مقام) سے باب حجر تک اور اس سے زم زم تک فاصلہ ناپ لیا تھا اور وہ رسی میرے پاس گھر میں موجود ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: آپ میرے پاس بیٹھ جائیں اور وہ رسی لانے کے لیے کسی اور کو بھیج دیں، پس وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اور رسی لانے کے لیے کسی اور کو بھیج دیا گیا تو وہ اسے لے آیا، پس اسی سے فاصلہ ناپ کر حجر مقام اسی جگہ مقرر کیا گیا جہاں اب ہے آپ نے اسے مستحکم کر دیا اور اب تک وہ وہیں ہے اور مسجد کی حفاظت کے لیے مکہ کے بالائی حصے پر بالوں کی بنی ہوئی رسیوں اور بڑے بڑے پتھروں سے ایک بند بنا دیا اور پھر اسے مٹی کے ساتھ پاٹ دیا، اس کے بعد سیلاب اسے نقصان نہیں پہنچا سکا۔ [1]

آپ کی نرمی اور سختی [2]

علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے، عمر رضی اللہ عنہ سے بات کرنے میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان سب سے زیادہ دلیر تھے، انہوں نے کہا: آپ لوگوں کی خاطر امیر المومنین سے بات کریں کہ کوئی ضرورت مند شخص آپ سے اپنی ضرورت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے وہ بات کرنے کی جرأت نہیں کر پاتا اور وہ اسی طرح اپنی ضرورت کو ساتھ لیے ہی واپس چلا جاتا ہے، لہٰذا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے بات کی تو کہا: امیر المومنین! لوگوں کے لیے نرم ہو

---

[2] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۸۷۔۲۸۸۔۲۹۱۔

[1] ابن حبان: ۷۱۳۷؛ مستدرك حاكم: ۵۷۸٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جائیں، کوئی شخص اپنی ضرورت کی خاطر آپ کے پاس آتا ہے لیکن وہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر سکتا حتیٰ کہ وہ واپس چلا جاتا ہے اور آپ سے اپنا مدعا بیان نہیں کر پاتا۔ انہوں نے فرمایا: عبدالرحمٰن! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا علی، عثمان، طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم نے تمہیں یہ بات کرنے کے لیے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم! میں لوگوں کے لیے نرم ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ میں اس نرمی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور پھر میں سخت ہو جاتا ہوں حتیٰ کہ اس سختی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگتا ہوں، بتاؤ کدھر جاؤں؟ یہ سن کر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رو کر اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی چادر گھسیٹ کر جا رہے ہیں اور اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرما رہے ہیں: آپ کے بعد ان کے لیے اُف ہے، آپ کے بعد ان کے لیے اُف ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

((اَشَدُّ اُمَّتِي فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ)) [1]

"اللہ کے دین کے معاملے میں عمر میری امت میں سے سب سے زیادہ سخت ہیں۔"

احنف بیان کرتے ہیں: میں عمر بن خطاب کے ساتھ تھا، ایک آدمی آپ سے ملا اور کہنے لگا: امیر المومنین! میرے ساتھ چلیں اور فلاں شخص کے خلاف میری مدد کریں کیونکہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، پس انہوں نے کوڑا اٹھایا اور اس کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: امیر المومنین تمہارے پاس ہی ہوتا ہے مگر جب وہ مسلمانوں کے امور و معاملات میں مشغول ہو جاتا ہے تو تم اس کے پاس آ کر کہتے ہو کہ میری مدد کرو، میری مدد کرو، پس وہ آدمی غصے اور ملامت کی کیفیت میں واپس چلا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ، (وہ آیا) تو آپ نے کوڑا اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: بدلہ لے لو، اس نے کہا: اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہوگا، لیکن میں اسے اللہ اور آپ کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اس طرح نہیں، یا تو آپ اسے ارادۃ اللہ کی خاطر چھوڑ دیں یا اسے میری خاطر چھوڑ دیں تاکہ مجھے واضح ہو سکے، اس نے کہا: میں اسے اللہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ پس وہ آدمی چلا گیا، عمر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے

[1] ابن حبان: ۷۱۳۷؛ مستدرك حاكم: ۵۷۸۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوئے آئے حتیٰ کہ اپنے گھر داخل ہو گئے جبکہ ہم آپ کے ساتھ تھے پس انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے، پھر کہنے لگے: خطاب کے بیٹے! تم ایک معمولی درجے کے انسان تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں رفعت عطا کی، تم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت سے نوازا، تم ذلیل تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی، تمہیں لوگوں کا فرماں روا بنایا، پھر کوئی آدمی مدد کی درخواست لے کر تمہارے پاس آیا تو تم نے اسے مارا، جب تو کل اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اسے کیا جواب دے گا؟ پھر وہ اس بارے میں اپنے آپ کو بہت زیادہ ملامت کرنے لگے حتیٰ کہ ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ زمین کی پشت پر سب سے بہتر شخص ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی اہلیہ کے لیے ہدیہ قبول نہ کرنا [1]

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ عاتکہ کے لیے تقریباً ایک میٹر لمبا قالین بطور ہدیہ بھیجا، جب عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو قالین دیکھ کر پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے ہدیہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے وہ قالین پکڑ کر اپنی اہلیہ کے سر پر دے مارا جس سے ان کا سر چکرا گیا، پھر فرمایا: ابوموسیٰ اشعری کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ، پس انہیں آپ کے پاس لایا گیا تو وہ کہہ رہے تھے: امیر المومنین! میرے متعلق جلد بازی نہ کرنا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری خواتین کو ہدیے دینے پر کس چیز نے تمہیں آمادہ کیا؟ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے وہ قالین اٹھایا اور ان کے سر پر دے مارا اور فرمایا: اسے لے لو، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن سے متاثر ہونا [2]

جب عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہوتے اور کوئی انسان ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا یا قرآن کریم کی کوئی آیت تلاوت کرتا تو ان کا غصہ ختم ہو جاتا اور وہ اپنا ارادہ ترک کر دیتے۔ ایک دفعہ بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لیے اجازت طلب کرنا چاہی تو ان کے خادم اسلم نے کہا: وہ سو رہے ہیں۔ بلال رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اسلم! تم عمر کو

---

[1] الطبقات الکبری: ۳/ ۳۰۸۔

[2] تاریخ الخلفاء، ص: ۱۳۰؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۰۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیسے پاتے ہو؟ اس نے بتایا: بہترین انسان ہیں لیکن غصے والا معاملہ بڑا سنگین ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں ان کے پاس ہوتا اور انہیں غصہ آتا تو میں ان پر قرآن پڑھ کر دم کرتا جس سے ان کا غصہ ختم ہو جاتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز کسی آدمی کو ڈانٹا اور اسے کوڑا مارنے لگے تو اس نے آپ سے کہا: میں آپ کو اللہ یاد دلاتا ہوں، پس آپ نے کوڑا پھینک دیا اور فرمایا: تم نے بڑی عظیم ذات مجھے یاد دلائی۔

عمر رضی اللہ عنہ کی دعا [1]

حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو دعا کرتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي قَتْلاً فِي سَبِيلِكَ وَوَفَاةً فِي بَلَدِ نَبِيِّكَ.

''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرمانا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں فوت کرنا۔''

آپ رضی اللہ عنہ قحط سالی میں اس طرح دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ کرنا اور ہم سے مصیبت و آزمائش دور کر دے۔''

آپ رضی اللہ عنہ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہلاکت میرے ہاتھوں نہ کرانا۔''

اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں یوں دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں، میری قوت کمزور پڑ گئی ہے جبکہ میری رعیت پھیل چکی ہے، پس تو اس حال میں مجھے اپنے پاس بلا لے کہ میرا دامن افراط و تفریط (کمی اور زیادتی) سے پاک ہو۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شیطان کا ڈرنا

عمر رضی اللہ عنہ بارعب شخصیت کے مالک تھے، آپ سخت مزاج تھے اور لوگ آپ سے ڈرتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی ڈرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی غزوہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے، جب آپ واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لونڈی حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہے: اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لے آیا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو نے نذر مانی ہے تو پھر بجالو ورنہ نہیں۔'' اس نے دف بجانا شروع کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ دف بجاتی رہی، علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ بدستور دف بجاتی رہی، عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو وہ پھر بھی بجاتی رہی، جب عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو اس نے دف اپنی سرین کے نیچے رکھ لی اور خود اس کے اوپر بیٹھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے، یہ عورت میری موجودگی میں دف بجاتی رہی، ابوبکر آئے تو بھی یہ دف بجاتی رہی، علی آئے تو بھی بجاتی رہی، عثمان آئے تو بھی اس نے یہ سلسلہ شروع رکھا، عمر! جب تم آئے تو اس نے دف پھینک دی۔'' [1]

عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت [2]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کو دیگر لوگوں پر چار امتیازی خصوصیات کے ساتھ فضیلت حاصل ہے، غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں، انہوں نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم ومشورہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [3]

''اگر اللہ کا حکم پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا، تو جو کچھ تم نے لیا ہے، اس پر تمہیں سخت سزا ملتی۔''

دوسری فضیلت پردہ کے متعلق ہے، جب انہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردہ کرنے کا حکم دیا تو زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: ابن خطاب! تو اب ہم پر بھی حکمرانی کرتا ہے جبکہ وحی ہمارے گھروں میں نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکام نازل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ [4]

[1] ترمذی: ۳٦۹۰؛ السنن الکبریٰ: ۱/ ۷۷۔ [2] تاریخ الخلفاء: ص ۱۲۱۔
[3] ۸/ الانفال: ٦۸۔ [4] ۳۳/ الاحزاب: ۵۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اور اگر تمہیں ان (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔''

تیسری فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے لیے یہ دعا:

''اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کو تقویت پہنچا۔''

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ان کی رائے، آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

آپ کا ستر پوشی کرنا اور عزت کا دفاع کرنا

آپ کے مناقب کے بارے میں شعبی بیان کرتے ہیں: ایک آدمی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے دور جاہلیت میں زندہ درگور کر دیا تھا لیکن ہم نے اس کے مرنے سے پہلے فوراً ہی اسے باہر نکال لیا، اس نے ہمارے ساتھ ہی دور اسلام پایا تو وہ بھی مسلمان ہوگئی، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کر بیٹھی تو اس نے چھری پکڑ لی تاکہ اپنے آپ کو ذبح کر ڈالے لیکن ہم وہاں پہنچ گئے البتہ وہ اپنی کوئی ایک رگ کاٹ چکی تھی، ہم نے اس کا علاج معالجہ کرایا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئی، پھر اس نے توبہ کے بعد پارسائی کی زندگی اختیار کر لی، اس نے کسی کو پیغام نکاح بھیجا ہے تو کیا میں اس کی سابقہ زندگی کے بارے میں اسے بتاؤں؟ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم ایسی چیز کو ظاہر کرنا چاہتے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھا ہے، اللہ کی قسم! اگر تم نے اس کے متعلق کسی شخص سے بات کی تو میں شہر کے باسیوں کے لیے تمہیں نشانہ عبرت بنا دوں گا، پاک دامن مسلمان خاتون کی طرح اس کی شادی کرو۔ [1]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب میں لیث بن عبداللہ بن صالح بیان کرتے ہیں: ایک بے ریش لڑکے کی لاش عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لائی گئی جسے قتل کر کے راستے میں پھینک دیا گیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں اس کے متعلق کوئی خبر ملی نہ اس کے قاتل کا پتہ چلا، یہ معاملہ عمر رضی اللہ عنہ پر گراں گزرا انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اس

[1] الزھد لہناد: ۲/ ٦٤٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے قاتل کا پتہ چلانے میں مجھے کامیابی عطا فرما، وہ یہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ جب سال کے قریب وقت گزر گیا تو اس جگہ جہاں مقتول کی لاش ملی تھی ایک نومولود بچہ ملا جسے وہاں پھینک دیا گیا تھا۔ اس بچے کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا: ان شاء اللہ مجھے قاتل کا سراغ لگانے میں کامیابی ہوگئی، انہوں نے بچے کو ایک عورت کے حوالے کرتے ہوئے کہا: آپ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کا خرچ ہم سے وصول کریں اور یہ خیال رکھنا کہ اسے تم سے کون لیتا ہے۔ جب تم کسی عورت کو اسے بوسہ دیتے ہوئے اور سینے سے لگاتے ہوئے دیکھو تو اس کے گھر کے بارے میں مجھے مطلع کر دینا، پس جب بچہ کچھ بڑا ہوگیا تو ایک لونڈی آئی اس نے کہا: میری مالکہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ اس بچے کو ایک دفعہ بھیج دیں بس وہ اسے دیکھ کر آپ کے پاس واپس بھیج دے گی۔ اس عورت نے کہا: ٹھیک ہے اسے لے جائیں اور میں بھی آپ کے ساتھ جاتی ہوں، وہ لونڈی بچے کو لے کر چلی گئی اور وہ عورت بھی اس کے ساتھ تھی جب وہ اپنی مالکہ کے پاس پہنچ گئی، تو اس نے بچے کو دیکھا تو اسے پکڑ کر اس کا بوسہ لیا اور اسے اپنے سینے سے لگایا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار صحابہ میں سے کسی بڑے صحابی کی بیٹی تھی، عمر رضی اللہ عنہ کو عورت کے اس رویے کے بارے میں بتایا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار گلے میں لٹکائی اور اس عورت کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے گھر کے دروازے پر اس کے باپ کو ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے فلاں! تیری فلاں بیٹی نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اسے بہتر جزا عطا فرمائے، وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے متعلق خوب جانتی ہے اور اپنے والد کے حق کا بھی خیال رکھتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ نماز، روزے اور اپنے دین کی پورے اہتمام کے ساتھ پابندی کرتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں تاکہ میں اسے نیکی کی مزید رغبت اور شوق دلاؤں۔ اس شخص نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، میرے واپس آنے تک یہیں ٹھہریں اس نے عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت طلب کی، جب عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں موجود ہر کسی کو نکل جانے کا حکم دیا۔ گھر میں صرف وہ عورت اور عمر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے ان دونوں کے سوا وہاں کوئی اور موجود نہیں تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار ظاہر کی اور فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مجھے سچ سچ بتا دینا اور عمر رضی اللہ عنہ غلط بیانی نہیں کرتا۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! ذرا ٹھہریں، جلدی نہ کریں، اللہ کی قسم! میں سچ بتاؤں گی۔ ایک بڑھیا میرے پاس آیا کرتی تھی میں نے اسے ماں بنالیا، وہ میرے ساتھ ماں جیسا سلوک کیا کرتی تھی اور میں اس کے لیے بیٹی کی طرح تھی، اس طرح وقت گزرتا رہا، پھر اس نے مجھے کہا: پیاری بیٹی! مجھے ایک سفر درپیش ہے، میری ایک بیٹی ہے، مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، میں چاہتی ہوں کہ سفر سے واپسی تک میں اسے تمہارے پاس چھوڑ جاؤں، لہٰذا اس نے اپنے بے ریش نوجوان بیٹے کو لونڈی کی ہیئت میں تیار کر دیا اور اسے میرے پاس لے آئی مجھے اس کے لڑکی ہونے میں کوئی شک نہیں تھا وہ میرے ساتھ ایسے ہی رہا جیسے لڑکی لڑکی کے ساتھ رہتی ہے۔ ایک روز میں سوئی ہوئی تھی اور اس نے اس بے خبری سے فائدہ اٹھایا اور میرے پاس آیا، مجھے اس کے آنے کا پتہ نہ چلا حتیٰ کہ وہ مجھ پر غالب آ گیا اور مجھ سے صحبت کی، میں نے اپنے ایک طرف پڑی ہوئی چھری ہاتھ میں لی اسے قتل کر دیا، پھر میں نے اس کے متعلق حکم دیا اور اسے اس جگہ ڈال دیا گیا جہاں آپ نے اسے پایا، یہ بچہ اس کے نطفہ سے ہے، میں حاملہ ہوگئی، جب اسے جنم دیا تو میں نے اسے اس کے باپ کی جگہ پر ہی ڈال دیا، پس اللہ کی قسم! یہ ان دونوں کی داستان ہے جو میں نے آپ کو بتا دی ہے۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے، پھر انہوں نے اسے وعظ و نصیحت کی اور اس کے لیے دعا کی اور باہر تشریف لے آئے تو اس کے والد سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری بیٹی کے معاملہ میں برکت فرمائے، تمہاری بیٹی اچھی بیٹی ہے، میں نے اسے وعظ و نصیحت کی اور اسے حکم کیا۔ اس لڑکی کے والد نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کی نیک خواہشات کو پورا فرمائے اور تمہاری رعیت کی طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

عمر رضی اللہ عنہ کا رات کے وقت گشت کرنا [1]

عمر رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک عورت اپنے گھر کے اندر موجود ہے اور بچے اس کے ارد گرد رو رہے ہیں جبکہ پانی سے بھری ہنڈیا چولہے پر رکھی ہوئی

[1] الطبقات الکبری: ۳/ ۲۸۵؛ مقتل الشهيد عثمان: ص ۱۹۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے، عمر رضی اللہ عنہ دروازے کے قریب ہوئے تو فرمایا: اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا: وہ بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: تو چولہے پر جو ہنڈیا ہے اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے بچوں کا دل بہلانے کے لیے اس میں پانی ڈال رکھا ہے اور وہ اس طرح روتے روتے سو جائیں گے، وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ اس میں آٹا اور گھی وغیرہ ہے، یہ صورت حال دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر دار صدقہ (یعنی بیت المال) تشریف لائے، ایک بوری لی اور اس میں آٹا، گھی، چربی، کھجوریں، کپڑے اور درہم وغیرہ ڈالنے لگے حتیٰ کہ وہ بوری بھر گئی پھر کہا: اسلم! اسے میرے کندھے پر رکھ دو، اس نے عرض کیا: امیر المومنین! میں اسے اٹھاتا ہوں، انہوں نے فرمایا: اسلم! نہیں، میں اسے اٹھاؤں گا کیونکہ آخرت میں ان کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا، لہٰذا انہوں نے اسے اپنی گردن پر اٹھایا اور اس عورت کے گھر پہنچ گئے، آپ نے ہنڈیا لی اس میں کچھ آٹا، کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اپنے ہاتھ سے انہیں ہلانے لگے اور ہنڈیا کے نیچے آگ جلانے لگے۔ آپ کی ڈاڑھی گھنی اور بڑی تھی دھواں آپ کی داڑھی میں سے نکل رہا تھا حتیٰ کہ آپ نے ان کے لیے کھانا پکایا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے انہیں کھانا کھلایا حتیٰ کہ وہ شکم سیر ہو گئے۔ آپ وہیں بیٹھے رہے حتیٰ کہ وہ بچے کھیلنے لگے اور ہنسنے لگے، پھر انہوں نے کہا: اسلم! کیا تم جانتے ہو کہ میں ان کے پاس کیوں بیٹھا رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! مجھے معلوم نہیں، انہوں نے کہا: میں نے انہیں روتے ہوئے دیکھا تھا اس لیے مجھے ناگوار گزرا کہ میں انہیں اسی طرح چھوڑ کر چلا جاؤں، میں نے انتظار کیا حتیٰ کہ میں انہیں ہنستا ہوا دیکھوں پس جب وہ ہنسے تو میرا دل خوش ہو گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کے گشت کرنے کے متعلق یہ ایک مشہور قصہ ہے، وہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے گشت کیا کرتے تھے اور آپ مسئولیت اور جواب دہی کے احساس سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے کیونکہ انہوں نے اسلم سے فرمایا: میں آخرت میں ان کے متعلق جواب دہ ہوں اور یہ شعور و احساس ان کے تمام اقوال و اعمال میں ان کے پیش نظر رہتا تھا۔

ایک رات آپ گشت کر رہے تھے کہ کوئی عورت درج ذیل شعر پڑھ رہی تھی:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

هل من سبيل إلى خمر فأشربها

أم هل سبيل إلى نصر بن حجاج

”کیا شراب تک کسی طرح رسائی ہو سکتی ہے کہ میں اسے نوش کرلوں یا پھر کسی طرح نصر بن حجاج کا وصال نصیب ہو جائے۔“

پس جب صبح ہوئی تو آپ نے اس شخص (نصر بن حجاج) کے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ خاندان بنو سلیم میں سے ہے، آپ نے اسے بلا بھیجا تو وہ بالوں اور شکل وصورت کے لحاظ سے واقعی بہتر تھا، لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے بال کٹوانے کا حکم دیا تو اس نے بال کاٹ لیے لیکن جب اس کی پیشانی ظاہر ہوئی تو وہ مزید حسین نظر آنے لگا، آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ عمامہ باندھا کرے، اس سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جس سرزمین پر میں ہوں تم وہاں نہیں رہ سکتے، اس کے احوال کی اصلاح کے مطابق اسے حکم دیا اور اسے بصرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ [1]

عمر ایک رات گشت کر رہے تھے کہ انہوں نے کچھ عورتوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہی ہیں: اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ خوبصورت اور جاذب نظر کون ہے؟ تو ان میں سے ایک عورت نے کہا: ابوذئب، پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے ابوذئب کے بارے میں دریافت کیا۔ پتہ چلا کہ وہ بنو سلیم قبیلے سے ہے، پس جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دیکھا تو وہ واقعی بہت خوبصورت تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: اللہ کی قسم! تم ان کے لیے بھیڑیے ہو، آپ نے دو یا تین مرتبہ یہ بات فرمائی، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جس سرزمین پر میں ہوں تم وہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، اس نے عرض کیا: اگر آپ نے مجھے ضرور ہی جلاوطن کرنا ہے تو پھر آپ مجھے وہیں بھیج دیں جہاں آپ نے میرے چچازاد نصر بن حجاج کو بھیجا تھا، آپ نے اس کے اصلاح احوال کے مطابق حکم دیا اور اسے بصرہ روانہ کر دیا۔ [2]

[1] الاصابه فی تمییز الصحابه:٦/ ٤٨٥؛ الطبقات الکبری:۴/ ۲۸۵۔

[2] الاصابه:٦/ ٤٨٥؛ الطبقات الکبری:۳/ ۲۸۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیوان مرتب کرنا [1]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رجسٹر مرتب کرنے کے سلسلے میں مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: سال بھر میں جو مال آپ کے پاس جمع ہوا سے ہر سال تقسیم کر دیا کریں اور اس میں سے کوئی چیز باقی نہ رکھیں۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں میں مال کی ریل پیل ہے، اگر اسے شمار نہ کیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا تو معاملہ قابو سے باہر ہو جائے گا۔ ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا: امیر المومنین! میں ملک شام گیا میں نے وہاں بادشاہوں کو دیکھا کہ انہوں نے رجسٹر مرتب کیے ہیں، انہوں نے فوج بھرتی کی ہے، پس آپ بھی رجسٹر مرتب کریں اور فوج بھرتی کریں، آپ نے ان کی یہ بات مان لی، چنانچہ آپ نے عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو بلایا اور وہ قریش کے ماہرین انساب تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: لوگوں کا ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اندراج کرو، انہوں نے رجسٹر مرتب کیے تو سب سے پہلے بنو ہاشم کے نام لکھے، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے نام لکھے اور پھر اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلے کے نام لکھے، جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! میں بھی اسی طرح چاہتا تھا، لیکن تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے شروع کرو جو آپ کے زیادہ قریب ہے پہلے اسے اور پھر جو اس کے بعد ہے درجہ بدرجہ لکھتے جاؤ حتیٰ کہ تم عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے رکھا ہے۔

محرم سن بیس ہجری میں دیوان مرتب کیے گئے۔ سب سے پہلے بنو ہاشم کی رجسٹریشن کی گئی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کا لحاظ رکھا گیا، اگر کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے لحاظ سے برابر ہوتے تو پھر اسلام میں سبقت کرنے والے کو مقدم کیا حتیٰ کہ انصار کی رجسٹریشن کی باری آئی تو انہوں نے پوچھا: کس سے آغاز کریں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سعد بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ کے قبیلے سے شروع کرو اور پھر سعد بن معاذ سے قرابت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اندراج کرو۔ آپ نے اہل دیوان کے لیے حصہ مقرر کیا، آپ نے حصے مقرر

[1] الطبقات الکبریٰ: ۲/ ۵۷۰؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۹۶-۲۹۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرنے میں اسلام میں سبقت کرنے والوں اور غزوات میں شرکت کرنے والوں کو فضیلت اور ترجیح دی، آپ نے سب سے پہلے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین وانصار کا وظیفہ مقرر کیا، آپ نے ان میں سے ہر ایک کے لیے پانچ ہزار درہم سالانہ اور جو حضرات اپنے اسلام میں اہل بدر کے اسلام کے ہم پلہ تھے، جیسے مہاجرین حبشہ اور غازیانِ احد تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چار ہزار درہم سالانہ، غازیانِ بدر کے فرزندوں کے لیے دو دو ہزار وظیفہ مقرر کیا، البتہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے ان کے والد علی رضی اللہ عنہ کے وظیفے کے برابر رکھا اور ان دونوں کے لیے پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر کیا، اسی طرح عباس بن عبدالمطلب کو رسول اللہ سے قرابت کی وجہ سے پانچ ہزار درہم وظیفہ دیا۔ اس پر اتفاق ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی شخص کو اہل بدر پر فضیلت نہیں دی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک زوجہ محترمہ کے لیے بارہ ہزار درہم، فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والے ہر شخص کے لیے تین ہزار درہم، مسلمان فاتحین میں سے ہر شخص کے لیے دو ہزار، مہاجرین وانصار کے نوجوان فرزندوں کے لیے مسلمان فاتحین کے وظیفے کے برابر دو ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ عمر بن ابی سلمہ کے لیے چار ہزار درہم مقرر کیے کیونکہ ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق تھا، وہ رسول اللہ کے سوتیلے بیٹے تھے اور ان کی والدہ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے چار ہزار درہم مقرر کیے، پھر لوگوں کے وظیفے ان کی حیثیت، حفظ قرآن اور ان کے جہاد کے پیش نظر مقرر کیے گئے اور جو لوگ باقی بچ گئے ان کے لیے ایک اصول مقرر کر دیا اور مدینہ آنے والے ہر مسلمان کے لئے پچیس دینار مقرر کیے، یمن، شام اور عراق کے ہر شخص کے لیے دو ہزار سے تین ہزار تک وظیفہ مقرر کیا، ہجرت کرنے والی خواتین کے لیے بھی وظیفہ مقرر کیا، صفیہ بنت عبدالمطلب کے لیے چھ ہزار درہم، اسماء بنت عمیس کے لیے ایک ہزار درہم، ام کلثوم بنت عقبہ کے لیے ایک ہزار درہم اور ام عبداللہ بن مسعود کے لیے ایک ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا، جب کوئی لاوارث بچہ لایا جاتا تو اس کے لیے سو درہم وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا اور اس کے لیے خوراک مقرر کی جاتی، اس کی پرورش کرنے والا حسب ضرورت ہر ماہ اسے وصول کرتا رہتا، پھر اسی میں سالانہ ترقی ہوتی رہتی، آپ انہیں خیرو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بھلائی کی وصیت فرماتے تھے اور ان کی رضاعت اور ان کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہوتا تھا۔

آپ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لاوارث بچوں اور ان کی تربیت و پرورش کے بارے میں غور و فکر کیا اور ان کے لیے بیت المال سے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا اور بچے کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ اس وظیفے اور اعانت میں اضافہ ہوتا رہتا اور آپ اُن کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے کی وصیت اور حکم فرمایا کرتے تھے، جبکہ دور جاہلیت میں غربت فقر یا عار کے اندیشے کے پیش نظر بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، آپ رحمت و شفقت سے عاری ہو کر بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور لاوارث بچوں کے لیے ماہانہ اعانت کا انتظام کرنے میں امتیازی فرق کو ملاحظہ فرمائیں کیونکہ وہ (لاوارث بچے) بھی تو امت کے بیٹے ہیں اور وہ بھی مکمل اور ہر قسم کی شفقت کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اس وقت لاوارث بچوں کی نگہداشت کرنے کے حوالے سے کوئی لائحہ عمل اور دستور نہیں تھا بلکہ وہ بھوک یا سردی کی وجہ سے راستوں میں ہی مر جایا کرتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی زندہ بچ جاتا تو اس کے ساتھ انتہائی برا سلوک کیا جاتا تھا حتیٰ کہ یورپ نے بھی بارھویں صدی کے آغاز تک ایسے بچوں کی حفاظت اور ان کی کفالت کے لیے کوئی پناہ گاہ بنانے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

دیوان کی وجہ تسمیہ [1]

طبقات ابن سعد میں حویرث بن نقید کی روایت کا خلاصہ اس طرح ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے رجسٹر مرتب کرنے کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے ولید بن ہشام کی رائے قبول کی، ولید بن ہشام نے کہا: امیر المومنین! میں ملک شام سے آیا ہوں میں نے وہاں کے حکمرانوں کو دیکھا ہے، انہوں نے رجسٹر مرتب کیے ہیں اور فوج بھرتی کی ہے، پس آپ بھی رجسٹر مرتب کریں اور فوج بھرتی کریں، البتہ لفظ دیوان راجح قول کے مطابق فارسی ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے، ایک روز کسریٰ اپنے دیوان کے محررین کے سامنے آیا تو اس نے انہیں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''دیوانہ'' اے دیوانو! وہاں ان کا یہ نام پڑ گیا پھر کثرت استعمال سے تخفیف کے طور پر ''دیوانہ'' کی ہا کو حذف کر دیا گیا پھر

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۱۴۳؛ تاریخ الطبری: ۲/ ۵۷۰؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۹۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''دیوانہ'' سے ''دیوان'' مشہور ہو گیا، پھر یہ نام قوانین اور حسابات لکھنے والوں کے لیے استعمال ہونے لگا۔ جس شخص نے عمر کو رجسٹر مرتب کرنے کا مشورہ دیا اس کے بارے میں اختلاف ہے، کسی نے کہا: وہ ولید بن ہشام ہیں جیسا کہ طبقات ابن سعد کی روایت میں ہے، کسی نے کہا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور کسی نے کہا: بلکہ وہ ہرمزان ہیں کہ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کسی دیوان کے بغیر ہی قاصد روانہ کرتے ہیں تو انہوں نے عمر کو اس کے متعلق مشورہ دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آپ کی خدمت میں آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: آپ کیا لائے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: پانچ لاکھ درہم، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بہت زیادہ تصور کیا تو ان سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پانچ لاکھ، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وہ پاک ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا۔ پس عمر منبر پر تشریف لائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد کہا: لوگو! ہمارے پاس بہت زیادہ مال آیا ہے، اگر تم چاہو تو وہ مال تول کر تمہیں تقسیم کر دیا جائے اور اگر تم چاہو تو گن کر، ایک شخص نے عرض کیا: امیر المومنین! میں نے عجمی بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ وہ رجسٹر مرتب کرتے ہیں، لہٰذا آپ بھی ہمارے لیے رجسٹر مرتب کر دیں۔

بہر حال عربوں میں دیوان نہیں ہوتا تھا، جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بہت زیادہ دولت آتے دیکھی تو انہوں نے سب سے پہلے رجسٹر مرتب کیے اور آپ نے تین کاتبوں، عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کو رجسٹر مرتب کرنے کا حکم دیا۔ یہ تینوں حضرات قریشی تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے لحاظ سے شروع کرتے ہوئے انساب کی ترتیب سے اسلامی عساکر کے رجسٹر مرتب کیے، اس طرح فوج کی رجسٹریشن کا آغاز ہوا۔

صدقات، مالِ فے اور مال غنیمت [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صدقات آتے تھے اور انہیں فقرا میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، زکوٰۃ کے مصارف قرآن کی نص سے ثابت ہیں اور اس میں ائمہ کے

[1] تاریخ الطبری: ٤/ ٣٤٦؛ البدایہ والنہایہ: ١٠/ ٤١؛ الکامل: ٥/ ٦٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اجتہاد کی ضرورت نہیں۔

مالِ فے اور مال غنیمت مشرکین سے حاصل کیا جاتا ہے اور وہ دونوں مختلف حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ مالِ فے وہ مال ہے جو بغیر لڑے اور بغیر گھوڑے اور اونٹ دوڑائے حاصل ہوا اور وہ صلح اور جزیہ کی مکمل صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مالِ فے کے خمس کی وضاحت کی ہے فرمایا:

﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [1]

"بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تمہارے لڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگا دے وہ اللہ کا ہے، رسول کا، قرابت داروں کا، یتیموں کا اور مسافروں کا ہے۔"

اس خمس کو پانچ مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کے لیے خاص تھا جسے آپ اپنی ذات، اپنی ازواج مطہرات پر خرچ کرتے تھے اور اسی حصے میں اپنے اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے بھی صرف کرتے تھے، دوسرا حصہ قرابت والوں کے لیے، تیسرا حصہ یتیموں اور ضرورت مندوں کے لیے، یتیم اسے کہتے ہیں جس کا والد فوت ہو جائے اور وہ ابھی چھوٹی عمر میں ہو، اس میں لڑکا اور لڑکی برابر ہیں، جب وہ بالغ ہو جائیں گے تو انہیں یتیم نہیں کہا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بلوغت کے بعد یتیمی نہیں۔" [2]

چوتھا حصہ مساکین کے لیے ہے، مسکین اسے کہتے ہیں جو کفایت بھر چیزیں اور ضروریات زندگی نہ رکھتا ہو، ایسا شخص اہلِ فے میں سے ہے، کیونکہ مساکینِ فے مساکین صدقات سے اپنے مصرف کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہیں اور پانچواں حصہ مسافر کے لیے ہے اور اہل فے سے وہ مسافر مراد ہیں جو خرچ کے لئے کچھ نہ رکھتے ہوں، یہ خمس کا اس کی تقسیم کے حوالے سے حکم ہے، رہے باقی 4/5 حصے تو وہ ہمارے موضوع کے متعلق نہیں۔

جہاں تک مال غنیمت کی تقسیم کا تعلق ہے تو وہ چار اقسام پر مشتمل ہے: قیدی، قیدی عورتیں، زمین اور اموال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموال منقولہ اپنی رائے سے تقسیم کیا کرتے تھے۔

[1] ۵۹/ الحشر: ۷۔ [2] مصنف عبدالرزاق: ۱۱۴۵؛ مسند حارث: ۳۵۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عطیات کی تقسیم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے [1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ عطیات کی تقسیم میں مساوات کے قائل تھے، وہ دین میں سبقت حاصل کرنے والوں سے اس مسئلہ میں کوئی امتیازی سلوک نہیں کرتے تھے، آپ کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہائے عراق کا بھی یہی مسلک ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی رائے [2]

عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے، دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والے اور اس شخص کے درمیان مساوات کریں گے جس نے فتح مکہ کے روز تلوار سے ڈرتے ہوئے اسلام قبول کیا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام قبول کیا اور ان کا اجر بھی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، دنیا تو محض مسافر خانہ ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑنے والے کو اس شخص کے مقام و مرتبہ پر فائز نہیں کروں گا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لڑائی اور جہاد کیا، پس جب رجسٹر مرتب کیے تو انہوں نے سابقین اسلام کو فضیلت و ترجیح دی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی مدت خلافت میں تمام لوگوں کے مابین مساوات قائم کی انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے قبول کی نہ اس کے مطابق عمل کیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی اور رجسٹر مرتب کیے تو سابقین اسلام کو فضیلت و ترجیح دی جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے اور کہا: اگر زیادہ مال پہنچ گیا تو میں تم میں سے ہر ایک کے لیے چار ہزار درہم مقرر کروں گا، ایک ہزار اس کے گھوڑے کے لیے۔ ایک ہزار اس کے اسلحہ کے لیے، ایک ہزار اس کے زاد راہ کے لیے اور ایک ہزار اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کے لیے۔

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اپنا عطیہ تقسیم کر دیتیں [3]

جب عطیات تقسیم کیے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی طرف وہ عطیہ روانہ کیا جو انہوں نے آپ کے لیے خصوصی طور پر مقرر کیا تھا، جب

---

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۱؛ تاریخ الطبری: ۲/ ۴۵۲۔

[2] شذرات الذہب: ۱/ ۳۴۔ [3] سیر أعلام النبلاء: ۲/ ۲۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ آپ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے، میری دوسری بہنیں اس تقسیم کی مجھ سے زیادہ مستحق تھیں، لوگوں نے عرض کیا: یہ سارا وظیفہ آپ کے لیے ہے۔ ام المومنین نے فرمایا: سبحان اللہ! پھر اسے کپڑے میں چھپا کر فرمایا: اسے زمین پر رکھ دو، اوپر کپڑا اڈال دو، پھر برزہ بنت رافع سے فرمایا: اس سے لے کر فلاں فلاں قبیلے کے حق داروں اور یتیموں کو دے آؤ، پس انہوں نے اسے تقسیم کر دیا حتیٰ کہ کپڑے کے نیچے کچھ حصہ باقی رہ گیا تو برزہ نے عرض کیا: ام المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، اللہ کی قسم! اس میں ہمارا بھی حق ہے، انہوں نے فرمایا: جو اس کپڑے کے نیچے ہے وہ تمہارا ہے، انہوں نے کہا: ہم نے کپڑا اٹھایا تو پچاسی درہم پائے، پھر انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور دعا کی: اے اللہ! اس سال کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مجھے نہ ملے، پس (آیندہ سال سے پہلے) وہ وفات پا گئیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا [1]

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لاوارث بچے کے لیے سو درہم وظیفہ مقرر کیا اور آپ نے چھوٹے بچوں کے لیے بھی سو سو درہم وظیفہ مقرر کیا، پس جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جاتا تو اس کا وظیفہ دو سو درہم کر دیا جاتا۔ آپ نے شروع میں چھوٹے بچوں کے لیے مدت رضاعت کے بعد وظیفہ مقرر کیا تھا یعنی جب بچے کا دودھ چھڑا دیا جاتا تھا، لیکن ایک رات انہوں نے کسی عورت کی آواز سنی کہ وہ اپنے بچے کو زبردستی دودھ چھڑا رہی ہے جبکہ وہ رو رہا ہے، آپ نے اس عورت سے بچے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے بچوں کے وظیفے کے لیے دودھ چھڑانے کی شرط عائد کر رکھی ہے اس سے پہلے وہ وظیفہ مقرر نہیں کرتے اس لیے میں اسے دودھ چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہوں تاکہ اس کا وظیفہ مقرر ہو جائے، (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر پر افسوس ہے کہ اس نے لاعلمی میں کس قدر بوجھ اپنے ذمہ لے لیا، پھر آپ نے منادی کرنے والے سے فرمایا کہ وہ اعلان کر دے: سن لو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، ہم ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کیے دیتے ہیں، آپ نے تمام علاقوں کو یہ حکم نامہ جاری کر دیا۔

[1] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۳۶؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۰۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۳۹ حدیثیں روایت کی ہیں، جن میں سے چھبیس صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہیں، چونتیس احادیث صحیح بخاری میں ہیں اور اکیس احادیث صحیح مسلم میں ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ذمہ داری خوب نبھائی، انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا جیسے جہاد کرنے کا حق ہے، انہوں نے فوجیں تیار کیں، ملک فتح کیے، شہر بسائے، اسلام کو تقویت پہچائی، شام وعراق، مصر، جزیرہ، دیار بکر کے علاقے، آرمینیا، آذربائیجان، ایران، بلاد جبال، بلاد فارس اور خوزستان کے علاقے فتح کیے، ان سب کی تفصیل آپ کی خلافت کے عنوان پر آئے گی۔

عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت [1]

عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھا رہے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ فیروز نے آپ رضی اللہ عنہ کی پشت پر چھری کے چھ وار کیے، عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں لایا گیا۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ، عثمان بن عفان، سعید بن زید اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم آپ کی قبر میں اترے۔

۲۶ ذوالحجہ ۲۳ ہجری بروز بدھ آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جبکہ ماہ محرم ۲۴ ہجری بروز اتوار آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال، چھ ماہ اور چار دن اور یہ بھی کہا گیا کہ، آٹھ دن ہے، صحیح اور مشہور قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ برس ہے اور صحیح بخاری میں معاویہ بن ابی سفیان سے ثابت ہے، جمہور کا بھی یہی مؤقف ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تفصیل اس کتاب کے آخر پر ذکر کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختلف ممالک میں عمال کا تقرر [2]

۲۳ ہجری جس سال عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اس سال مکہ میں نافع بن عبدالحارث

[1] الریاض النضرۃ: ۱/ ۳۲۶؛ تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۳؛ تاریخ الطبری: ۲/ ۵۵۹۔

[2] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۸۷؛ المنتظم: ۴/ ۳۲۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خزاعی، طائف میں سفیان بن عبداللہ ثقفی، صنعاء میں یعلی بن منعیہ، جند پر عبداللہ بن ابی ربیعہ، کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ، بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری، مصر میں عمرو بن عاص، حمص میں عمیر بن سعد، دمشق میں معاویہ بن ابی سفیان اور بحرین نیز اس کے زیر تسلط علاقوں پر عثمان بن ابو العاص ثقفی، عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر تھے۔

آپ نے وصیت فرمائی کہ ایک سال تک ان کے عمال کو برقرار رکھا جائے، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سال تک انہیں برقرار رکھا۔

قاضیوں کا تقرر [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ، قیس بن ابی العاص سہمی کو مصر، ابودرداء کو مدینہ اور ابوموسی اشعری کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو وصیت [2]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا: میرے بیٹے! ایمان کی صفات پر قائم رہنا، انہوں نے عرض کیا: ابا جان! وہ (صفات ایمان) کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: سخت گرمی میں روزہ رکھنا، دشمنوں کو تلوار سے قتل کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، سردی کے دن بھی خوب اچھی طرح وضو کرنا، ابر آلود دن میں نماز جلدی پڑھنا اور ''ردغۃ الخبال'' چھوڑ دینا۔ انہوں (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے عرض کیا: ''ردغۃ الخبال'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''شراب نوشی۔''

یہ آپ کی اپنے بیٹے سے وصیت ہے اور یہ عجیب وصیت ہے جو کہ قوت سے بھرپور ہے، جاں فشاں افراد ہی اس کی پابندی کر سکتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں ان باتوں کی وصیت کی تاکہ وہ قوی، صابر اور دین دار شخص بن جائیں آخر میں آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں شراب نوشی ترک کرنے کی وصیت کی، کیونکہ شراب کی حرمت کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی وہ آپ کی وجہ سے ہوئی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے ابوشحمہ عبدالرحمٰن پر شراب نوشی کے جرم میں

---

[1] تاریخ البطری: ۲/ ۵۱۰؛ المنتظم: ۴/ ۲۵۴۔

[2] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حد قائم کی تو اس کی موت واقع ہوگئی۔

عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

((مَنْ يُّبْكٰى عَلَيْهِ يُعَذَّبُ))

''جس شخص کی (میت) پر رویا جائے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

((إِنَّ الْمُعَوَّلَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ)) [1]

''جس پر گریہ زاری کی جائے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔''

کے مطابق اپنے اہل وعیال اور اپنے دوست احباب کو اپنی موت پر رونے سے منع فرمایا۔ آپ نے وصیت فرمائی، کہ انہیں کستوری سے غسل نہ دیا جائے، آپ نے تین مرتبہ پانی سے غسل دینے اور تین کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت فرمائی، آپ نے وصیت فرمائی کہ ان کے جنازہ کے ساتھ آگ اور عورتیں نہ جائیں، کیونکہ دور جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ وہ جنازہ کے ساتھ آگ اور نوحہ کرنے والیاں لے کر چلتے تھے جبکہ اسلام نے اس سے منع فرمایا۔

[1] صحیح مسلم: ۹۲۷؛ مسند أحمد: ٤/ ٢٤٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات

عمر رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی، ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ساریہ بن حصین کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا، عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دوران خطبہ آپ منبر پر بآواز بلند فرمانے لگے: ''ساریہ! پہاڑی پر چڑھ جاؤ، پہاڑی پر!'' علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آپ نے یہ بات فرمائی تو میں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ ہراول دستے کا قاصد آیا، تو اس نے عرض کیا: امیر المومنین! ہم نے جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جہاد کیا تو مخالفین نے ہمیں شکست سے دوچار کر دیا، اچانک ایک انسان کی زوردار آواز سنائی دی: ساریہ! پہاڑ پر چڑھ جاؤ، پہاڑی پر چڑھ جاؤ! ہم نے اپنی پشت پہاڑی کی طرف لگا دیں تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست سے دوچار کر دیا اور ہم اس آواز کی برکت سے بہت بڑے مال غنیمت کے ساتھ ظفریاب ہوئے۔

جب مسلمانوں نے مصر فتح کیا تو دریائے نیل کے پانی میں کوئی اضافہ نہ ہوا یعنی دریا جاری نہ ہوا تو وہاں کے باشندوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ کسی لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالتے ہیں (تو پھر دریا رواں دواں ہوتا ہے) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں ایسے نہیں ہوگا، انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مفصل خط لکھا، انہوں نے عمرو رضی اللہ عنہ کے نام جوابی خط لکھا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ اسے دریائے نیل میں ڈال دیں، پس جب اسے اس میں ڈال دیا گیا تو دریائے نیل میں پانی کی مقدار میں اضافہ ہو گیا اور دریا بہنے لگا، اس کے متعلق تفصیلاً ذکر بعد میں آئے گا۔ ایک دفعہ مدینہ میں زلزلہ آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے زمین پر کوڑا برساتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساکن ہو جا۔'' پس وہ ساکن ہو گئی اور اس کے بعد مدینہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

مدینہ کے کسی گھر میں آگ روشن ہو گئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹے سے کپڑے پر ''آگ! اللہ کے حکم سے ساکن ہو جا'' لکھ کر اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ فوراً بجھ گئی۔ [1]

---

[1] تاریخ الطبری ۲/ ۵۵۳؛ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۵۶؛ المنتظم: ٤/ ۳۲۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات پر تعریفی کلمات

ابوحثمہ کی بیٹی نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے لیے تعریفی کلمات کہتے ہوئے کہا:

"آہ عمر پر کتنا افسوس ہے! اس نے ٹیڑھے کو سیدھا کر دیا، قصد کیا تو اسے پورا کیا، فتنوں کی بیخ کنی کی اور سنتوں کا احیا کیا، ہر قسم کے عیب سے پاک اجلے کپڑے کی طرح دامن میں کوئی داغ دھبہ لیے بغیر ہم سے بچھڑ گئے۔"

عاتکہ بنت زید بن عمرو، جو کہ عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں، یوں کہتی ہیں:

فجعني فيروز لا در دره
بأبيض تال للكتاب منيب

"فیروز (قاتل عمر رضی اللہ عنہ) نے مجھے اچانک صدمے سے دوچار کر دیا اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ وہ (عمر رضی اللہ عنہ) تو کتاب و سنت کی اتباع کرنے والے تھے۔"

رؤوف على الأدنى غليظ على العدى
أخي ثقة في النائبات مجيب

"وہ کمزوروں پر مہربان اور زیادتی کرنے والوں کے لیے سخت تھے۔ وہ مصائب میں کام آنے والے قابل اعتماد ساتھی تھے۔"

متى مايقل لا يكذب القول فعله
سريع إلى الخيرات غير قطوب

"ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا۔ وہ خوش دلی سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے۔"

عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی کہا:

عين جودي بعبرة ونحيب   لا تملي على الإمام النحيب

"آنکھیں اشک بار ہیں اور وہ سسکیاں بھر کر رونے والے امام پر رو رہی ہیں۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فجعتني المنون بالفارس المعـ ـلم لا تملي على الإمام النجيب
''لڑائی کے دن ایک معروف فارسی کے ہاتھوں موت نے مجھے تکلیف پہنچائی۔''

عصمة الناس المعين على الدهر وغيث المنتاب والمحروب
''لوگوں کے لیے پناہ، مصائب پر مددگار اور آمدرفت رکھنے والے اور ظلم سے ستائے ہوئے کی فریادرسی کرنے والے۔''

قل لأهل السراء والبؤس موتوا قد سقته المنون كأس شعوب
''سراء اور بؤس والوں (حاجت مندوں) سے کہو کہ مر جاؤ، موت نے اسے موت کا پیالہ پلا دیا۔''

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تعریفی کلمات میں یوں کہا:

ثلاثة برزوا بفضلهم نصرهم ربهم إذا نشروا
''تین شخصیتیں اپنی فضیلت کی وجہ سے نمایاں اور ممتاز ہوئی جب وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے تو ان کا رب ان کی نصرت فرمائے گا۔''

فليس من مؤمن له بصر ينكر تفضيلهم إذا ذكروا
''کوئی بھی صاحب بصیرت ان کے تذکرہ پر ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔''

عاشوا بلا فرقة ثلاثتهم واجتمعوا في الممات إذ قبروا
''وہ تینوں اکٹھے رہے اور جب انہیں دفن کیا گیا تب بھی اکٹھے رہے۔''

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عمر! آپ اچھے اسلامی بھائی تھے، حق کے معاملے میں سخی اور باطل کے معاملے میں بخیل، خوشی کے موقع پر خوش اور ناراضی کے موقع پر ناراض، آپ پاک دامن اور بڑے زیرک تھے، آپ مدح سرائی کرتے تھے نہ غیبت۔''

علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کفن میں لپٹے ہوئے اس شخص سے زیادہ مجھے روئے زمین پر اور کوئی شخص

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پسند نہیں کہ میں اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔"

عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مستشرقین کی آراء

ہم یہاں عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض مستشرقین کی آراء پیش کرتے ہیں، پروفیسر مویر نے اپنی کتاب "الخلافۃ" میں ذکر کیا ہے:

"فرائض کی بجا آوری عمر رضی اللہ عنہ کی اہم ترجیحات تھیں، آپ رضی اللہ عنہ کے انتظامی امور کی سب سے غالب خوبی یہ تھی کہ آپ جانبداری سے کام نہیں لیتے تھے۔ آپ الگ تھلگ رہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ مسئولیت کو اس کی اہمیت کے مطابق اہمیت دیتے تھے اور انہوں نے کہا: عدل کے معاملے میں آپ کا شعور بہت قوی تھا آپ اپنے عمال منتخب کرنے میں کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے اور آپ اپنا کوڑا اپنے پاس رکھتے تھے اور گناہ گار کو فوراً سزا دیتے تھے، حتیٰ کہ یہ مشہور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا کوڑا کسی اور کی تلوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ البتہ آپ رضی اللہ عنہ رقیق القلب تھے، آپ بہت شفیق تھے، آپ بیواؤں اور یتیموں پر شفقت کیا کرتے تھے۔

دائرہ معارف برطانیہ نے ان کے بارے میں نقل کیا ہے:

"عمر رضی اللہ عنہ عاقل حکمران تھے، آپ دور اندیش تھے اور آپ نے اسلام کے لیے عظیم خدمات سرانجام دیں۔"

پروفیسر واشنجتون اریفنج نے اپنی کتاب "محمد وخلفاؤہ" میں نقل کیا ہے:

"عمر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ بڑی عقل کے مالک تھے، آپ استقامت وعدالت پر سختی سے کاربند تھے، آپ نے اسلامی سلطنت کی اساس وضع کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کو نافذ کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی مختصر مدت خلافت میں اپنی ہدایات اور مشوروں کے ذریعے مضبوط کیا، مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا ان کے انتظام وانصرام کے لیے مضبوط قواعد وضع کیے، آپ نے دور دراز علاقوں کی فتوحات کے موقع پر سپہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سالاران پر جو مضبوط اور قوی ہاتھ رکھا یہ آپ کی غیر معمولی صلاحیت کی بہت واضح دلیل ہے، آپ نے شان وشوکت کو ترک کرنے اور سادگی اپنانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے سپہ سالار مقرر کرنے میں انہی دونوں کے منہج کو اختیار کیا۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعض خطبے

خطبہ نمبر 1 [1]

"لوگو! مجھے تمہارے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اگر یہ امید نہ ہوتی کہ میں تمہارے حق میں بہتر ہوں گا، تم پر قوی ہوں گا اور تمہارے معاملات کی خوب اچھی طرح نگہداشت کروں گا تو تم میں سے مجھے یہ ذمہ داری نہ سونپی جاتی، عمر رضی اللہ عنہ اس غم اور پریشانی کا شکار تھا کہ وہ تمہارے حقوق کا حصول اوران کی ادائیگی کا کیسے انتظام کرے گا، پس اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے میں اپنے رب سے مدد کا خواستگار ہوں، اگر اللہ عزوجل کی رحمت، اس کی مدد اوراس کی توفیق وتائید شامل حال نہ ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ میں ایسی کوئی قوت اور صلاحیت نہیں کہ وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے۔"

اس خطبہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کی تائیدوتوفیق کا کتنا بھروسہ اوراعتماد ہے۔

خطبہ نمبر 2 [2]

"اللہ عزوجل نے تمہارے معاملات کی ذمہ داری میرے ذمے لگائی ہے مجھے خوب علم ہے کہ تمہارے لیے کیا چیز فائدہ مند ہے، میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس ذمہ داری کو نبھانے اور ادا کرنے میں میری مدد کرے اور میری حفاظت ونگرانی فرمائے اور تمہارے بارے میں مجھے عدل کرنے کی توفیق وراہنمائی عطا کرے جیسا کہ اس نے مجھے عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے، میں ایک مسلمان اور ضعیف انسان ہوں البتہ اللہ عزوجل میرا معاون و مددگار ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو تمہارا خلیفہ بننے سے میرے اخلاق و عادات میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، عظمت و بڑائی تو صرف اللہ عزوجل کے لیے زیبا وسزاوار ہے بندوں کا اس میں کوئی حق نہیں، تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہے گا کہ عمر رضی اللہ عنہ جب سے خلیفہ بنا ہے تو وہ بدل گیا ہے۔ مجھے اپنے متعلق پوری آگاہی ہے اور میں اپنا پورا لائحہ عمل تمہارے سامنے واضح کرتا ہوں، پس تم میں سے کسی شخص کو کوئی ضرورت ہو یا اس پر کوئی ظلم ہوا ہو یا اسے ہمارے اخلاق و عادات پر

[1] تاریخ الطبری:۲/ ۵۷۳۔ [2] تاریخ الطبری:۲/ ۵۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی قسم کا اعتراض ہو تو وہ مجھے مطلع کرے میں بھی تم ہی میں سے ایک انسان ہوں، پس تم اپنے ظاہر و باطن، اپنی حرمتوں اور عزتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، خود ہی حقوق ادا کر دیا کرو اور معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس نہ آیا کرو کیونکہ میرے نزدیک کسی کے لیے کوئی نرمی اور رعایت نہیں، تمہاری بھلائی مجھے محبوب ہے اور تمہارا نقصان مجھ پر گراں ہے اور تم ایسے لوگ ہو جب کہ تم میں سے زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر آباد ہیں اور اس شہر کے باشندے ایسے ہیں کہ جن کے پاس کچھ بھی نہیں (زراعت صنعت وغیرہ) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ یہاں جو کچھ پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت بڑے اعزاز کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں اپنی امانت کے بارے میں جواب دہ ہوں اور میں اس کے متعلق اچھی طرح آگاہ ہوں، اور جو مسئلہ میرے روبرو پیش ہوگا میں ان شاء اللہ خود اسے حل کروں گا کسی اور کے حوالے نہیں کروں گا اس کے لیے مجھے تم میں سے امانت و اخلاص سے متصف افراد کی ضرورت ہے اور میں ان شاء اللہ ایسے لوگوں کو ہی اپنی امانت سپرد کروں گا۔"

یہ خطبہ عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق اور رعیت کے متعلق ان کی سیاست کی وضاحت کرتا ہے، وہ طرف داری برتنے سے نا آشنا تھے بلکہ بقدر طاقت عدل کرتے تھے اور عدل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے صراحت کی کہ وہ بذات خود تحقیق کریں گے، آپ ہر قسم کی شکایت سننے اور امین و مخلص ساتھیوں کی نصیحت پر توجہ دینے کے لیے مستعد رہتے تھے۔

خطبہ نمبر 3 [1]

"لوگو! بعض دفعہ کوئی طمع فقر اور کوئی نا امیدی تو نگری ہوتی ہے تم ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جو تم کھاتے نہیں اور ایسی امیدیں رکھتے ہو جو تم پاتے نہیں، تمہیں اس دھوکے کے گھر (دنیا) میں ایک وقت مقرر تک رہنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں وحی کے ذریعے تمہارا مؤاخذہ ہو جاتا تھا، پس جو شخص کوئی چیز چھپائے گا تو وہ اپنی پوشیدہ چیزوں کے ذریعے قابل مؤاخذہ ہوگا اور جس نے کسی چیز کے متعلق بتا دیا تو وہ اظہار کی وجہ سے قابل مؤاخذہ ہو گا، لہٰذا تم ہمارے سامنے اپنے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو جبکہ سربستہ رازوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ بخوبی آگاہ ہے، کیونکہ جس شخص نے ہمارے سامنے کسی چیز کا اظہار کیا جبکہ اسی کا زعم

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۷۳-۵۷٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے کہ اس کا باطن اچھا ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جس نے اپنا ظاہر ہمارے سامنے بہتر ظاہر کیا تو ہم اس کے متعلق حسن ظن قائم کریں گے، جان لو کہ بعض بخیلی نفاق کا حصہ ہوتی ہے پس اپنے لیے مال خرچ کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [1]

''اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچایا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

لوگو! اپنی قیام گاہ کو پاکیزہ رکھو، اپنے معاملات درست رکھو، اللہ تعالیٰ اپنے رب سے ڈرتے رہو اور اپنی عورتوں کو سفید باریک لباس نہ پہناؤ کیونکہ اس سے جسم کے خدوخال نمایاں ہوتے ہیں۔ لوگو! میں تو چاہتا ہوں کہ میرا معاملہ برابر برابر ہی ہو جائے میرے حق میں کوئی چیز ہو نہ میرے ذمہ کچھ ہو، میں امید کرتا ہوں کہ اگر میں کم یا زیادہ مدت تمہارے ہاں گزاروں تو میں ان شاء اللہ حق پر مبنی سلوک کروں گا اور کوئی مسلمان، خواہ وہ اپنے گھر میں ہو، ایسا نہیں رہے گا جسے میں اللہ تعالیٰ کے مال میں سے اس کا حق اور اس کا حصہ ادا نہ کروں یعنی میں ہر مسلمان کو اس کا حق ادا کروں گا، خواہ اس نے ایک دن بھی جہاد نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں اموال عطا کیے ہیں ان کی اصلاح کرو، نرمی میں تھوڑی چیز بھی سختی میں زیادہ چیز سے بہتر ہوتی ہے جبکہ قتل تو ہلاکت ہے جو نیک و فاجر کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، شہید وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص اونٹ خریدنے کا ارادہ کرے تو وہ طویل عظیم کا قصد کرے اور اسے اپنی لاٹھی مارے اگر اسے مضبوط دل والا پائے تو اسے خرید لے۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں متعدد امور کا ذکر کیا ہے، انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا جس کی وجہ سے باطن اور مخفی باتوں کی معرفت کا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ انسان خود اسے ظاہر کرے، انہوں نے بخیلی کی مذمت کی اور عورتوں کو بناؤ سنگھار ظاہر کرنے سے منع کیا۔

[1] ۵۹/ الحشر: ۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خطبہ نمبر 4 [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے وہ ذات حق دار ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اس نے تم پر احسان فرمایا کہ تمہارے مطالبے اور درخواست کے بغیر تمہیں دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائی، تمہیں اس کے متعلق کوئی رغبت بھی نہیں تھی، وہ ذات تو برکت والی اور بلند شان والی ہے اسے اپنی ذات اور اپنی عبادت کے لیے تمہاری قطعاً کوئی حاجت نہیں، وہ ذات اس بات پر قادر تھی کہ وہ تمہیں اپنی مخلوق میں سے کسی معمولی حیثیت کی مخلوق بنا دیتا، اس نے اپنی مخلوق کو تمہاری خدمت پر مامور کر دیا اور تمہیں صرف اپنی ذات کے لیے خاص کیا، زمین و آسمان کی تمام چیزیں تمہارے لیے مسخر کر دیں، اس نے اپنی تمام ظاہری و باطنی نعمتیں تم پر نچھاور کر دیں اور بر و بحر میں تمہارے لیے راستے بنا دیے نیز تمہیں پاکیزہ اور صاف ستھری چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر کرو، تمہیں سمع و بصارت کی صلاحیتوں سے نوازا، تمہیں کچھ ایسی نعمتیں عطا کیں جو اولاد آدم کو عمومی طور پر حاصل ہیں اور کچھ نعمتیں ایسی بھی ہیں جو دین دار لوگوں کے لیے خاص ہیں، پھر وہ عام اور خاص نعمتیں تمہاری سلطنت، تمہارے دور اور تمہارے طبقات کے بارے میں ہو گئیں اور وہ نعمتیں جو کسی انسان کو خاص طور پر حاصل ہیں اگر ان میں سے ایک نعمت تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر اسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنا اور اس کا حق ادا کرنا ان تمام لوگوں کے لیے مشکل اور گراں ہو جائے، پس تم زمین پر جانشین بنائے گئے ہو اور تم اہل زمین پر غالب ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین کی نصرت فرمائی۔ جس بھی امت اور قوم نے تمہارے دین کی مخالفت کی تو یہ دین مضبوط ہوتا گیا اور پھر وہ امت، اسلام اور اہل اسلام کے لیے اطاعت گزار اور غلام بن جاتی ہے، وہ تمہیں جزیہ دیتی ہے۔ ان کی معیشت کمزور پڑ جاتی ہے، ان کی کاوشیں ماند پڑ جاتی ہیں وہ بڑی مشکل سے گزارہ کرتے ہیں اور تمہیں فائدہ پہنچتا ہے، وہ امت ہر روز اللہ تعالیٰ کے وقائع (یعنی اس کے واقعات کے رونما ہونے) اور اس کے غلبے کا انتظار کرتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے، ان کے لیے کوئی

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۷٤_۵۷۵_

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پناہ گاہ نہیں جہاں وہ پناہ حاصل کر سکیں اور نہ ہی جائے فرار ہے جہاں جا کر بچ سکیں۔ اللہ عزو جل کے لشکروں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور وہ لشکر ان کی آسودہ حالت میں ان پر حملہ آور ہوئے اور پھر پے در پے لشکر روانہ ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت بڑی عافیت اور سلامتی کے ساتھ تمام سرحدوں کی حفاظت کی گئی حالانکہ یہ امت (امت اسلامیہ) اسلام سے پہلے ان امتوں اور قوموں سے کوئی بہتر نہیں تھی۔ ان عظیم فتوحات کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات قابل تعریف ہے، اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات ہیں کہ شاکرین کا شکر، ذاکرین کا ذکر اور مجتہدین کا اجتہاد اس مقام تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی رحمت کے بغیر ان نعمتوں کا اندازہ ہو سکتا ہے نہ ان کا حق ادا ہو سکتا ہے، پس ہم اللہ تعالیٰ سے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے ہمیں اس کے ساتھ آزمایا، درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی اطاعت والے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضامندی کے حصول میں جلدی کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں نعمتیں عطا کی ہیں انہیں یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تکمیل کی درخواست کرو خواہ تم مجلس میں ہو یا اکیلے ہو یاد دو کیونکہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ''اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ایام یاد دلاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾ [1]

''اور یاد کرو جب تم قلیل تعداد میں تھے (اور) ملک بھر میں کمزور خیال کیے جاتے تھے۔''

پس جب تم کمزور خیال کیے جاتے تھے دنیا کی بھلائی سے محروم تھے اگر اس حق پر ایمان لے آتے اور اس سے راحت حاصل کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی معرفت حاصل کرتے اور تم اس کے ذریعے موت کے بعد کی زندگی میں خیر و بھلائی کی امید رکھتے تو پھر بات ہی اور ہوتی لیکن تم تو معیشت میں سب سے زیادہ مضبوط اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ لاعلم تھے۔ اگر تمہاری یہی حالت برقرار رہتی تو وہ تم پر سخت ناراض ہوتا، تمہارے لیے دنیا میں کوئی حصہ ہوتا نہ آخرت میں جہاں لوٹ کر جانا ہے، لیکن

[1] ٨/ الانفال:٢٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اب تم بڑی مشکل سے گزر بسر کر رہے ہو اور تمہیں اپنے حصہ میں حریص ہونے کی آزادی ہے اور یہ کہ تم کسی سے پہلے اسی پر اسے ظاہر کر دو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا و آخرت دونوں جہاں کی فضیلت اور تکریم عطا کر دی ہے اب تم میں سے جو چاہے اسے اپنے لیے جمع کر لے، پس میں تمہارے دلوں کے مابین حائل اللہ تعالیٰ کی یاد تمہیں یاد دلاتا ہوں مگر یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا حق پہچان لو اور اس کی رضا کی خاطر عمل کرو، تم اپنے آپ کو اس کی اطاعت پر مجبور کرو، تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے سرور کے ساتھ ساتھ ان کے چلے جانے کے خوف کو بھی جمع کرو اور ان کے ختم ہونے کے خوف سے تم لرز جاؤ، کیونکہ کفران نعمت، نعمت چھن جانے کا سب سے بڑا سبب ہے اور یہ کہ شکر دوسرے کے لیے امن ہے، نعمت کے بڑھ جانے کا باعث ہے اور ان میں اضافے کا سبب ہے اور تمہیں نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا میرے واجبات اور فرائض میں سے ہے۔"

عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو ان عظیم فتوحات کے بارے میں یاد دلاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی اور دیگر قوموں کو ان کی قوت، لڑائی کی مہارت، کثرت تعداد اور مال کی فراوانی کے باوجود، ان کے سامنے سرنگوں کر دیا، اس لیے وہ انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں جس نے ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائی، فقر کے بعد انہیں تونگر بنایا، ذلت و عاجزی کے بعد انہیں معزز بنایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کی قدرت شامل حال نہ ہوتی تو وہ ان قوموں سے جہاد کرنے اور انہیں سرنگوں کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

خطبہ نمبر 5 [1]

"اے لوگو! ہمارے تم پر کچھ حقوق ہیں: غائبانہ نصیحت و خیر خواہی کرنا اور خیر و بھلائی پر معاونت کرنا، امام کا حلم اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اس کا حلم اور اس کی نرمی بہت نفع مند ہوتی ہے۔ اور کسی حکمران کی جہالت اور بے وقوفی سے بڑھ کر کوئی شر نہیں، جو شخص اپنے لوگوں سے عافیت کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر سے اسے عافیت عطا کرتا ہے۔"

[1] سیر أعلام النبلاء: ٤/ ١٠١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کا قضا سے متعلق شریح کو خط [1]

اُمابعد: جب تمہیں کتاب اللہ سے کسی چیز کا (حل) مل جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور لوگ تمہیں اس سے ہٹا نہ پائیں، اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مطالعہ کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جو کتاب اللہ میں ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت میں تو پھر اِجماع کا جائزہ لینا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا، اگر ایسا مسئلہ پیش آ جائے جو کتاب اللہ میں ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہو اور نہ ہی تم سے پہلے کسی نے اس کے متعلق گفتگو کی ہو تو پھر جو بھی دو امور کا انتخاب کرلو، اگر تم چاہو کہ اپنی رائے سے اجتہاد کرو تو ایسے کرلو اور اگر تاخیر چاہو تو ایسے کرلو، میں تاخیر میں تمہاری بھلائی سمجھتا ہوں۔

قضا سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط [2]

اُمابعد: قضا ایک اہم فریضہ ہے اور یہ ایک متواتر عمل ہے، پس جب کوئی معاملہ تمہارے سامنے آئے تو اس پر خوب غور و فکر کرو، (جب حق بات تک پہنچ جاؤ تو پھر اسے نافذ کر دو) کیونکہ جب تک حق اور درست فیصلہ کی تنفیذ نہ ہو محض باتیں کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ لوگوں کو اپنی مجلس میں جگہ دینے اور ان سے مخاطب ہونے میں انصاف اور مساوات کا مظاہرہ کرنا تاکہ کوئی معزز شخص تم سے ظلم و ستم کرنے کی توقع نہ رکھے اور کوئی ضعیف وغریب شخص تمہارے ظلم سے خوف زدہ نہ ہو، گواہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے اور جب مدعا علیہ دعویٰ کا انکار کرے تو پھر اس سے قسم لی جائے، مسلمانوں کے مابین صلح کرانا جائز ہے البتہ ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے دے، اگر تم کسی روز کوئی فیصلہ کرتے ہو اور اگلے روز تمہارے ذہن میں اس سے بہتر فیصلہ آ جاتا ہے تو پھر سابقہ فیصلہ، بہتر فیصلہ کرنے سے مانع نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ حق قدیم ہے اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل پر اڑے رہنے سے بہتر ہے۔ جب کسی مسئلہ میں قرآن وسنت سے تمہیں راہنمائی نہ ملتی ہو اور تم

[1] سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۳۵؛ سبل السلام: ٤/ ۱۱۹۔

[2] سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۳۵؛ سبل السلام: ٤/ ۱۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس میں قطعی فیصلہ کرنے کی حالت میں نہ ہو بلکہ تردد ہو تو پھر اس مسئلہ پر غور و فکر کرو اور خوب غور و فکر کرو، نیز امثال واشباہ جاننے کی کوشش کرو اور پھر قیاس کرتے ہوئے فیصلہ کرو پھر اپنے خیال کے مطابق ایسا فیصلہ کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہو اور حق سے قریب تر ہو، مدعی کو حق غائب دو یا وہ گواہ پیش کرنے کے لیے مہلت مانگے تو اسے پورا پورا وقت دو، اگر وہ اپنا گواہ پیش کر دے تو اس کا حق دلوا دو ورنہ پھر اس کے خلاف فیصلہ سنا دو، کیونکہ ایسا کرنے سے شک ختم ہو جاتا ہے، معاملہ واضح ہو جاتا ہے اور عذر سامنے آ جاتا ہے، تمام مسلمان قابل اعتماد ہیں وہ ایک دوسرے کے متعلق گواہی دے سکتے ہیں البتہ وہ اشخاص اس سے مستثنیٰ ہیں جنہیں کسی جرم میں کوڑے لگائے جا چکے ہوں یا اس کے متعلق یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ وہ جھوٹی گواہی دیتا ہے یا جس کی رشتہ داری یا قرابت مشکوک ہے، تمہارے خفیہ امور کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپر د ہے، شبہات کی بنا پر سزا نہیں دی جائے گی، لوگوں کے متعلق قلق، کبیدہ خاطر اور اذیت پہنچانے والے نہ بنو، حق کے مواقع پر دونوں فریقوں سے عدم واقفیت کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے اجر کا باعث ہے، اس سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص کسی ایسے معاملے میں، جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہو، اپنی نیت خالص رکھتا ہے، خواہ وہ معاملہ اس کی اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ ان امور میں اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے، جو اس کے اور لوگوں کے مابین ہوتے ہیں۔ جو شخص ملمع سازی کرتا ہے جب کہ اس کی نیت درست نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو بے نقاب کر دیتا ہے اور اس کا معاملہ ظاہر کر دیتا ہے۔ والسلام

عمر رضی اللہ عنہ کی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط میں وصیت

أمابعد: لوگ اپنے بادشاہوں کے ہاں بیگانگی سی محسوس کرتے ہیں، میں ایسی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، اندھی جہالت، کینہ پالنے، خواہشات کے پیچھے چلنے اور دنیا کو ترجیح دینے سے بچو، حدود قائم کرو خواہ دن کی کسی گھڑی میں ہوں، جب تمہارے سامنے دو معاملات پیش کیے جائیں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور دوسرا دنیا کے لیے، تو پھر تم دنیا کے مقابلے میں اپنے آخرت کے حصے کو ترجیح دو، کیونکہ دنیا تو ختم ہونے والی ہے جبکہ آخرت کو بقا حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے ڈرتے رہیں، فاسقوں کو خوف زدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیے رکھنا اور ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا، جب قبائل کے مابین ہنگامہ ہو اور وہ قبیلوں کو بلا کر جمع کر لیں تو یہ شیطانی پکار ہے، پس تم تلوار کے ذریعے ان سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں اور ان کی پکار اللہ تعالیٰ اور امام وحکمران کی طرف ہو امیر المومنین کو یہ بات پہنچی ہے کہ ایک چالاک عورت ضبہ، آل ضبہ کو پکارتی ہے۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس چالاک عورت کے ذریعے کبھی کوئی بھلائی عطا کی ہو یا اس کے ذریعے کبھی کوئی برائی دور کی ہو، پس جب میرا یہ خط تم تک پہنچے اگر وہ نہ سمجھیں، تو انہیں سخت سزا دینا حتیٰ کہ وہ کوئی فیصلہ کر لیں، ان میں سے غیلان بن خرشہ سے تعلق قائم کیے رکھنا، مسلمانوں میں سے جو بیمار ہو جائیں ان کی عیادت کرنا اور ان میں سے جو فوت ہو جائیں ان کے جنازے میں شریک ہونا، (عوام کے لیے) اپنا دروازہ کھلا رکھنا اور ان کے معاملات سے براہ راست واقفیت رکھنا، تم بھی تو انہی میں سے ایک فرد ہو، بس اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ان سے زیادہ بھاری ذمہ داری عائد کر دی ہے۔ امیر المومنین تک یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارا اور تمہارے اہل خانہ کا لباس، ان کا کھانا پینا اور سواری عام مسلمانوں سے امتیازی حیثیت کی حامل ہیں، عبداللہ! احتیاط کرو ایسے چوپائے کی طرح ہونے سے بچو جو سر سبز وشاداب وادی سے گزرے تو وہ موٹا ہونے کی غرض سے وہیں کا ہو کر رہ جائے اور اس موٹاپے سے اس کی موت واقع ہو جائے، جان لیجئے عامل کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پس جب عامل بے راہ روی کا شکار ہو جائے تو اس کی رعیت بھی بے راہ روی اور کجی کا شکار ہو جاتی ہے اور وہ شخص بڑا بد نصیب ہے جس کی وجہ سے اس کی رعیت بھی بد نصیبی کا شکار ہو جائے۔ والسلام

عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بعد ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل (گورنر) مقرر کیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں

① اس سے پہلے کہ ہم آپ سے ہم کلام ہوں آپ میں سے درج ذیل افراد ہمیں زیادہ پسندیدہ ہیں: جو خاموشی کے لحاظ سے تم سے بہتر ہو، پس جب وہ بات کرے تو بات کرنے کے لحاظ سے تم میں سے پختہ تر ہو اور جب ہم اس کو کسی کام میں آزمائیں تو وہ کارکردگی کے لحاظ سے تم سے بہتر ہو۔

② میں امین کے ضعف اور قوی کی خیانت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہوں۔

③ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنے والا سب سے زیادہ عقل مند ہوتا ہے۔

④ ان نفوس کو ان کی شہوت سے روکو کیونکہ شہوات کا انجام شر پر منتج ہوتا ہے، بے شک حق ثقیل اور معلوم ہے، جبکہ باطل خفیف اور نا معلوم ہے، توبہ کے علاج سے گناہ ترک کر دینا بہتر ہے، بسا اوقات دیکھنے سے شہوت پروان چڑھتی ہے اور ایک گھڑی اور ایک پل کی شہوت طویل غم دے جاتی ہے۔

⑤ اگر مشغولیت قابل تعریف ہے تو فراغت خرابی کا باعث ہے۔

⑥ بسیار خوری سے بچو کیونکہ وہ زندگی میں ثقل اور موت میں متعفن ہونا ہے۔

⑦ عذر بہانے بنانے سے بچو کیونکہ وہ زیادہ تر جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔

⑧ اگر میرے کسی عامل (گورنر) نے کسی شخص پر ظلم کیا اور اس کے ظلم کے متعلق مجھے اطلاع مل گئی اور میں اس کا ازالہ نہ کروں تو پھر میں نے اس پر ظلم کیا۔ [1]

⑨ علم حاصل کرو اور علم سکونت و حلم کی خاطر حاصل کرو اور جس شخص سے علم حاصل کرو اس کا ادب واحترام کرو تاکہ تمہارے شاگرد تمہارا ادب واحترام کریں، جابر قسم کے عالم نہ بننا تاکہ تمہارا علم تمہاری جہالت کی جگہ نہ لے سکے۔ [2]

⑩ پیشہ ومہارت سیکھو کیونکہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اس مہارت و پیشے کا ضرورت مند ہو۔

⑪ تین لوگ قابل نفرت ہیں: ایسا مستقل پڑوسی کہ اگر وہ کوئی بھلائی دیکھے تو اسے ظاہر نہ

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۰۵۔

[2] شعب الإیمان: ۲/ ۲۸۷؛ کتاب الزھد لا بن ابی عاصم: ص ۱۲۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسے مشہور کر دے۔ ایک وہ عورت اگر تو اس کے پاس جائے تو وہ تجھ سے چکنی چپڑی باتیں کرے اور اگر تو موجود نہ ہو تو تجھے اس پر اعتماد نہ ہو اور وہ بادشاہ جو تیری تعریف نہ کرے اور اگر تجھ سے کوئی برائی ہو جائے تو وہ تجھے قتل کر دے۔

⑫ تین چیزیں مہلک ہیں: انتہا سے زیادہ بخل جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ حقوق کی ادائیگی نہ ہو، خواہشات کی اتباع اور خود پسندی۔

⑬ آدمی کے لیے اس کا مال، اس کے دین کی عزت، اور اس کی اخلاقی مروت کافی ہے۔

⑭ اخلاق کے ذریعے لوگوں سے میل جول رکھو لیکن اعمال کے لحاظ سے اس کی مخالفت کرو۔

⑮ مال داروں کے پاس جانا فقرا کے لیے فتنہ ہے۔

⑯ آدمی تین قسم کے ہیں: ایک وہ جس کے پاس معاملات پیش کیے جاتے ہیں جنہیں وہ اپنی رائے سے حل کرتا ہے، ایک وہ جو مشکل مسئلہ میں مشورہ کرتا ہے اور پھر اہل الرائے کی رائے اور مشورے کا احترام کرتا ہے اور ایک وہ ہے جو اپنے مسئلے میں پریشان ہے لیکن وہ راہنمائی کے لیے مشورہ کرتا ہے نہ کسی راہنما کی اطاعت کرتا ہے۔

⑰ آدمی تین قسم کے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہیں: ایک وہ ہے جو عفت مآب، خوش اخلاق، محبت کرنے والی، بچے جننے والی، زندگی بھر اپنے اہل خانہ کی مدد کرنے والی اور اپنے اہل خانہ کے خلاف تعاون نہیں کرتی۔ دوسری وہ ہے جو اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتی، جبکہ تیسری قسم وہ ہے جو ایک طوق اور جوں ہے، اللہ تعالیٰ جس کے متعلق چاہتا ہے اسے اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے۔ جبکہ آدمیوں میں سے ایک وہ ہے جو کہ عقل مند ہے، جب مسائل درپیش ہوں اور ان میں اشتباہ ہو تو وہ ان میں غور و فکر کرتا ہے اور پھر اپنے خیال و رائے کے مطابق عمل کرتا ہے، دوسرا وہ شخص ہے کہ جب اسے کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے تو وہ اس سے عدم معرفت کی وجہ سے عقل مند افراد کے پاس آتا ہے اور پھر ان کی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جو کسی نتیجے پر پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ راہنمائی حاصل کرنے کے لیے کسی سے مشورہ کرتا ہے نہ کسی کی اطاعت کرتا ہے۔ [1]

[1] سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۵۷۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

⑱ پست ہمتی کا شکار نہ ہونا کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ پست ہمتی کی وجہ سے عالی مرتبہ کام سرانجام دینے سے رکا جائے۔

⑲ روئے زمین کی تنقیص نہ کرو کیونکہ اس کی خیر بھلائی اس کی سطح پر ہی ہے۔

⑳ کفران نعمت، نعمت چھن جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، کیونکہ شکر دوسری نعمت کے لیے باعث امن ہے، نعمت کے بڑھنے اور اس میں اضافہ کا باعث ہے۔

㉑ کوئی شخص طلب رزق کے لیے ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھا رہے اور صرف دعائیں کرتا رہے۔ اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما، یہ بات معلوم ہے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوتی، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تلاوت فرمائی:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [1]

''پس جب نماز ہو چکے تو تم زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

㉒ تیری محبت باعث تکلیف ہو نہ تیرا بغض باعث نقصان ہو۔ [2]

㉓ بھائیوں سے ملاقات کرنے سے غم دور ہو جاتے ہیں۔

㉔ اگر صبر اور شکر دو سواریاں ہوں تو پھر بلا تردد جس پر مرضی سوار ہو جاؤ۔

㉕ اگر فرات کے کنارے کوئی اونٹ بھوکا مر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مجھ سے دریافت کرے گا۔

㉖ مردوں کی عقل ختم کرنے میں طمع، شراب سے بھی زیادہ مؤثر (خطرناک) ہے۔

㉗ نیکوکار، بدکار پر امیر ہے۔

㉘ جو شخص بادشاہوں کے پاس جاتا ہے اور جب وہ ان کے پاس سے آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ (کی قضاوقدر) پر راضی نہیں ہوتا۔

㉙ جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے تو اختیار اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

---

[1] ٦٢/ الجمعه:١٠۔ [2] سیر اعلام النبلاء:٩/ ٥٧٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(30) زیادہ ہنسنے والے کی ہیبت اور رعب ودبدبہ کم ہو جاتا ہے۔ [1]

(31) طلب کے لحاظ سے لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک دنیا کا طلبگار ہے، پس اس سے کنارہ کش ہو جاؤ، بسا اوقات مطلوبہ چیز میں سے اسے کچھ مل جاتا ہے اور اس مل جانے والی چیز سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، دوسرا وہ ہے جو آخرت کا طلبگار ہے، پس جب تم آخرت کے طلبگار کو دیکھو تو اس (طلب) میں اس سے مقابلہ کرو۔

(32) قراء کی جماعت! رزق تلاش کرو، لوگوں پر مفلسی ظاہر نہ کرو کہ وہ تمہاری مدد کریں۔

(33) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی آدمی کو اپنی گردن (کندھوں) پر بچہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو پوچھا: آپ کا اس سے کیا تعلق ہے؟ اس نے عرض کیا: امیر المومنین! میرا بیٹا ہے، آپ نے کہا: اگر یہ زندہ رہا تو تمہیں کسی فتنے اور آزمائش سے دوچار کر دے گا اور اگر فوت ہو گیا تو تمہیں غم میں مبتلا کر دے گا۔

(34) عمر رضی اللہ عنہ نے کسی شخص سے اس کا اور اس کے والد کا نام دریافت کیا، آپ کسی کام میں اس سے مدد لینا چاہتے تھے، اس شخص نے نام بتاتے ہوئے عرض کیا: ظالم بن مسروق، آپ نے فرمایا: تو ظلم کرے گا اور تیرا باپ چوری کرے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کسی بھی معاملے میں مدد حاصل نہ کی۔

(35) ایک آدمی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے بتایا: شہاب بن حرقہ۔ آپ نے پوچھا: کس قبیلے سے؟ اس نے کہا: حرۃ النار قبیلے سے، آپ نے پوچھا: تمہارا مسکن کہاں ہے؟ اس نے کہا: ذات لظی (شعلے) میں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ! تمہارا اہل خانہ تو جل چکا۔

(36) آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: رشتہ داروں کو حکم دو کہ وہ باہم ملاقات کریں لیکن باہم پڑوسی نہ بنیں۔

(37) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کسی شخص کے بارے میں بتائیں جسے میں عامل مقرر کروں، انہوں نے پوچھا: آپ کو کس طرح کے آدمی کی تلاش ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب وہ قوم میں ہو اور وہ ان کا امیر نہ ہو لیکن اس کی حیثیت ایسے ہو جیسے وہ امیر ہے اور جب وہ ان کا امیر ہو تو ایسے

---

[1] شعب الإيمان: ٤/ ٢٥٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معلوم ہو کہ وہ انہیں میں سے ایک عام آدمی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ایسا شخص تو ربیع بن زیاد حارثی ہی ہوسکتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہی ایسی صفات کے حامل اور اس ذمہ داری کے اہل ہیں۔ [1]

(38) تین مقاصد کے لیے علم سیکھو نہ تین وجوہ سے اسے سیکھنا چھوڑو: بحث و مباحثہ کرنے، اس کے ذریعے فخر کرنے اور اس کے ذریعے شہرت چاہنے کے لیے علم حاصل نہ کرو۔ اس کے طلب کرنے میں حیا محسوس کرنے، بے رغبتی برتنے اور لاعلمی پر راضی رہنے کی وجہ سے حصول علم ترک نہ کرو۔

(39) جب تک ائمہ اور راہنمائی کرنے والے درست اور سیدھے رہیں گے تو لوگ بھی سیدھے اور درست رہیں گے۔

(40) جب تک امام و حکمران اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا رہے گا تو رعیت امام و حکمران کے حقوق ادا کرتی رہے گی اور جب وہ رعیت کی خبر گیری کرے گا تو وہ بھی اس کی خبر گیری رکھیں گے۔

(41) جو شخص میرے عیوب کے متعلق مجھے آگاہ کرے گا وہ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ [2]

(42) اپنے بھائی کے منہ سے نکلنے والی بات کے متعلق سوء ظن نہ رکھ بلکہ اسے خیر پر محمول کر۔

(43) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قاضیوں کی طرف خط لکھا: خواتین ترغیب و ترہیب سے کام لیتی ہیں، پس جو خاتون کوئی چیز دے اور پھر وہ اسے واپس لینا چاہے تو وہ اس کی حق دار ہے۔

(44) عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا: لوگو! عورتوں کے حق مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو یعنی زیادہ حق مہر مقرر نہ کرو خواہ وہ دنیا میں عزت دار ہو یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کے مقام پر فائز ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اس زیادہ حق مہر کی زیادہ حق دار تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بھی زوجہ محترمہ کا بارہ اوقیہ سے زیادہ حق مہر مقرر نہیں کیا، اتنے میں ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے جو حق ہمیں عطا کیا ہے آپ ہمیں اس سے کیوں محروم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا ﴾ [3]

---

[1] الطبقات الكبرىٰ: ٦/ ١٥٩۔ [2] الطبقات الكبرىٰ: ٣/ ٢٩٣۔

[3] ٤/ النساء: ٢٠۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اور تم نے اسے دولت کا ایک ڈھیر ہی کیوں نہ دے دیا ہو۔''

یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر شخص عمر سے زیادہ جانتا ہے، پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم نے بھی مری یہ بات سنی لیکن تم نے مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کیا حتیٰ کہ ایک عورت نے مجھے جواب دیا اور ٹوکا جو کہ خواتین میں سے زیادہ پڑھی ہوئی بھی نہیں!

میں نہیں چاہتا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں اور ان کے حکیمانہ اقوال کو ایسے ہی چھوڑ دوں کہ وہ قارئین کرام کے سامنے گزرتے جائیں اور میں ان پر کوئی تبصرہ کروں نہ ان میں پنہاں وعظ و نصیحت کی طرف راہنمائی کروں اور نہ ہی کوئی درست رائے پیش کروں اور نہ ہی حکمت بالغہ کی طرف راہنمائی کروں جس سے قاری اپنی زندگی اور اپنے دین کے بارے میں استفادہ کر سکے، قاری کو اپنی زندگی کے تجربہ کی روشنی میں ان حکیمانہ اقوال سے استنباط حکمت کی مکمل آزادی حاصل ہے اور وہ اپنی ان معلومات کے ذریعے استنباط کر سکتا ہے جو اس نے بحث و تحقیق اور درس و تدریس کے ذریعے حاصل کی ہیں، لیکن یہ سب کچھ مؤلف کو اپنی رائے کے اظہار کرنے سے منع نہیں کرتا کیونکہ اس موضوع کے سلسلہ میں جس قدر وہ (مؤلف) معلومات کا ملاحظہ کر چکا ہوتا ہے اور جس قدر اس نے بہت زیادہ غور و فکر کیا ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ کسی اور کے حصے میں نہیں آتا، لیکن اس کے باوجود مؤلف کے علاوہ کسی اور کی رائے بھی بہر حال مفید ہو سکتی ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ ہم نے جو کلمات اختیار کیے ہیں تو ہم نے بعض دینی اور دنیوی مسائل میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر توقف کیا ہے اور وہ ایسی شخصیت ہیں کہ ہماری معلومات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عرب و عجم کے مؤرخین کی گواہی کے مطابق وہ دنیا کے عظیم افراد میں سے ہیں۔

ہم عمر رضی اللہ عنہ کے کلمات اور ان کی وصیتوں سے اس بات کا ملاحظہ کرتے اور یہ بات سمجھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ عملیت پسند شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کو پسند نہیں تھا کہ انسان فارغ رہے اور دوسروں پر اعتماد و بھروسہ کرے کہ وہ اس کی ضرورتیں پوری کریں، کیونکہ فراغت خرابی کا باعث ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عبادت کے لیے گوشہ نشینوں کو حکم دیا کہ وہ کام کریں اور اپنی روزی کمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر شغل قابل تعریف ہے تو فراغت باعث فساد ہے۔'' اور فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''ہنر سیکھو کیونکہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اس کے ہنر کا ضرورت مند ہو۔'' اور کہا: ''تم میں سے کوئی شخص طلب رزق کے بارے میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھ جائے اور دعائیں کرنا شروع کر دے: اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوتی اور بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے رزق فراہم کرتا ہے۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے قراء حضرات کو کام کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے کہا: ''قراء کی جماعت! رزق تلاش کرو اور لوگوں پر بھروسہ نہ کرو کہ وہ تمہاری ضرورتیں پوری کریں۔'' اسلام عمل ونشاط اور کوشش کرنے کا دین ہے، یہ سستی، بیٹھے رہنے، کمزوری اور غفلت کا دین نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴾ [1]

''وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا پس تم اس کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ اور دوبارہ زندہ ہو کر اسی کی طرف جانا ہے۔''

طلب رزق کے لیے کوشش کرنا قضاوقدر کے اعتقاد کے منافی نہیں، حلال ذرائع سے رزق تلاش کرنا اور حرام ذرائع جیسے چوری، سود، رشوت، حرام چیزوں کی بیع اور لوگوں کا ناحق مال کھانے سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ طمع کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مردوں کی عقل ختم کرنے کے لیے طمع شراب سے بھی زیادہ مؤثر (خطرناک) ہے۔'' بے شک رزق تلاش کرنا مطلوب امر ہے، لیکن طمع ناپسندیدہ امر ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے بہت سی رذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تین چیزیں مہلک ہیں: انتہا سے زیادہ بخل جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ حقوق کی ادائیگی نہ ہو، خواہشات کی اتباع اور خود پسندی۔'' بڑائی خور اور خود پسند ہونا حقیقی طور پر تب مہلک ہوتا ہے جب یہ چیز اسے اپنے علاوہ کسی سے مشورہ طلب کرنے اور

[1] ٦٧/ الملك:١٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنے سے بڑے اور عقل و تجربہ میں فائق تر شخص کی نصیحت اور اطاعت سے استفادہ کرنے سے روک دے اور وہ خود رائے بن جائے اور جو شخص خود رائے بن جائے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے افضل تھے۔ کسی شاعر نے کہا:

لـه حـق و لـيـس عـلـيـه حـق
ومهما قال فالحسن الجميل

''آپ کو حقوق حاصل تھے آپ کے ذمہ کسی کا کوئی حق نہیں تھا آپ نے جو بھی فرمایا وہ سب خوبصورت اور بہترین تھا۔''

وقـد كـان الـرسـول يـرى حـقـوقـاً
عـلـيـه لـغـيـره و هـوالـرسـول

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتے تھے حالانکہ آپ رسول ہیں۔''

ہم نے جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ نوجوانوں میں خود پسندی عام ہے اور غرور ان پر مسلط ہے، اسی لیے وہ ان قوی و قاتل طوفانوں میں ہمہ تن مصروف ہیں انہیں اپنے اعمال کی کوئی پروا نہیں، وہ جو کمائی کر رہے ہیں اس کی انہیں کوئی فکر نہیں، وہ اپنی لغزشوں اور غلطیوں سے راہنمائی حاصل نہیں کرتے (کہ آیندہ غلطی نہ کریں)، وہ غلطیوں اور خطاؤں کی جگہوں کا خیال نہیں کرتے، وہ فضائل اور عقل و علوم کے ذریعے تکمیل نفس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، وہ یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی مرشد و راہنما ان کی راہنمائی کرے یا کوئی صاحب بصیرت ناقد ان پر تنقید کرے جس کے پیش نظر صرف اصلاح ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ اپنی عظیم شان و شوکت، عقل کی پختگی، اپنے عدل و فضل کی شہرت اور کتاب و سنت سے تمسک اختیار کرنے کے باوجود متواضع تھے وہ پسند کرتے تھے کہ اگر ان میں کوئی عیب ہو تو اس کے متعلق انہیں بتایا جائے تاکہ وہ اس کی اصلاح کر لیں، وہ خطا پر مصر نہیں رہتے تھے، لاعلمی میں کوئی شخص ظلم کا شکار ہو سکتا ہے، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''وہ شخص

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مجھے زیادہ پسند ہے جو میرے عیوب کے متعلق مجھے مطلع کرے۔'' جب (حق مہر کے مسئلہ کے بارے میں) ایک خاتون نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے فوراً غلطی کا اعتراف کیا اور کہا: ''ہر شخص عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جانتا ہے۔'' اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے سکوت اختیار کرنے پر ملامت کرتے ہوئے کہا: ''تم نے مجھے اس طرح کی بات کرتے ہوئے سنا لیکن تم نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا حتیٰ کہ ایک عورت نے مجھے ٹوکا جو کہ دیگر خواتین میں زیادہ عالمہ بھی نہیں۔'' جبکہ دور حاضر میں آدمی کی زبان عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے برعکس بولتی ہے کہ وہ شخص مجھے سخت ناپسندیدہ ہے جو میرے عیوب کے متعلق مجھے مطلع کرے۔ ہم کسی شخص کو عیوب سے پاک تصور نہیں کرتے، انسان کو بسا اوقات اپنے عیوب خود نظر نہیں آتے، لیکن جب اسے بتا دیا جائے تو وہ اپنی اصلاح کر لیتا ہے بشرطیکہ وہ خیر و اصلاح کی رغبت رکھتا ہو اور وہ بڑائی پسند نہ ہو نیز یہ راہنمائی گالی اور مذاق کے انداز میں نہ ہو، کیونکہ لوگ اس انداز کو پسند نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ [1]

''اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصائح کے ذریعے سے دعوت دیجیے۔''

عمر رضی اللہ عنہ حاکم تھے لیکن دیگر حاکموں کی طرح نہیں تھے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ ایسے حاکم تھے کہ اس ذمہ داری کو ثقیل سمجھتے تھے اور اس کی مسئولیت اور ذمہ داری کو بھاری ذمہ داری محسوس کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعیت کے معاملات کا خیال رکھے، انہیں انصاف فراہم کرے اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کرے اور یہ چیز آپ کے اس فرمان کہ ''میرے کسی بھی عامل (گورنر) نے کسی شخص پر ظلم کیا اور میں اس ظلم سے مطلع ہو جانے کے باوجود اس ظلم کا ازالہ نہ کروں تو میں بھی اسی ظلم میں شریک ہوں'' سے واضح ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ دیکھیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ظلم کا ازالہ نہ کرنے کی صورت میں اپنے آپ کو ظالم تصور کرتے تھے اور یہ ہر حاکم اور رعیت کے لیے درس ہے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام و حکمران اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرے گا تو رعیت اس کے حقوق کا خیال رکھے گی اور جب امام

[1] ١٦/ النحل:١٢٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رعیت کی خبر گیری کرے گا، تو وہ بھی اس کی خبر گیری کریں گے۔لوگ اپنے حکام اور رؤسا کی اقتدا کرتے ہیں، اگر حاکم برا سلوک کرے تو محکوم بھی برا سلوک کرتے ہیں اور اگر وہ اچھا سلوک کرے تو وہ بھی اچھا سلوک کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت

آپ کا پہلا کارنامہ: ابوعبیدہ اور مثنیٰ کی زیر قیادت عراق کی طرف لشکرکشی (۱۳،۱۴ ہجری اگست۔ مارچ ۶۳۴، ۶۳۵ء)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور مسجد میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں کچھ کلمات کہنے لگا ہوں پس تم ان پر آمین کہو، عرب کی مثال ایک نکیل والے اونٹ کی سی ہے جو اپنے ساربان کے پیچھے پیچھے چلتا ہے، پس اس کے ساربان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اسے کہاں لے جاتا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو رب کعبہ کی قسم! میں انہیں راہ راست پر لا کر چھوڑوں گا۔'' [1]

عمر رضی اللہ عنہ ''نئے خلیفہ'' نے لوگوں کی بیعت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عراق کی طرف لشکر روانہ کرنے کی وصیت پر عمل درآمد کیا۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ حالت مرض میں تھے تو مثنیٰ آپ کے پاس آئے تاکہ وہ بلاد فارس پر حملہ کرنے کے موضوع پر آپ سے بات چیت کر سکیں لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے انہیں کوئی جواب نہ دے سکے مگر انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ وہ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد لوگوں کو آمادہ کریں لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو فارسیوں سے لڑنے کے لیے مثنیٰ کی معیت میں آمادہ کیا۔ کسی نے بھی آمادگی ظاہر نہ کی کیونکہ فارسی اپنے مضبوط اقتدار، شان وشوکت اور اقوام پر تسلط و جبر کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے ایسا بوجھ بنے ہوئے تھے جسے وہ گراں اور ناپسند تصور کرتے تھے، پس جب چوتھا روز ہوا تو انہوں نے دوبارہ لوگوں کو آمادہ کیا، پس جب مثنیٰ نے لوگوں کا بوجھل پن اور پیچھے ہٹنا دیکھا تو انہوں نے خود گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''لوگو! تم ان (فارسیوں) کو اتنا سنگین نہ جانو، ہم فارس کے سبزہ زاروں کے وسط میں قبضہ جمائے بیٹھے ہیں، ہم ان کے بہترین حصے جو کہ مغربی عراق کا

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حصہ ہے پر غالب آ چکے ہیں، ہم نے اس کے آدھے حصے پر قبضہ کر لیا ہے اور یہ ہم نے انہی سے حاصل کیا ہے، ہم نے ان کے خلاف جسارت اور جرأت کی ہے اور ان شاء اللہ آیندہ بھی یہ حق ہمیں حاصل رہے گا۔'' [1]

جناب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''بے شک حجاز تمہارے لیے ایسی سرزمین ہے جہاں صرف گزر اوقات ہو سکتی ہے، یہاں صرف گھاس وغیرہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدے پر لبیک کر آنے والے مہاجرین کہاں ہیں؟ اس سرزمین پر چلو جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس کا وارث بنائے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ﴾ [2]

''تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔''

اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے، اس کی نصرت کرنے والے کو عزت بخشنے والا ہے اور اس کے متبعین کو قوموں کا وارث بنانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے صالح بندے کہاں ہیں؟''

عراق جانے کے لیے سب سے پہلے ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی، سعد بن عبید اور سلیط بن قیس نے آمادگی ظاہر کی اور پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا، پس جب ہزار افراد جمع ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا: سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں یا انصار میں سے کسی شخص کو ان کا امیر مقرر فرما دیں، آپ نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ نے اسلام میں سبقت کرنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے میں سرعت کا ثبوت دینے کی وجہ سے انہیں سربلند کیا تھا، لیکن جب انہوں نے اس طرح کا مظاہرہ کیا تو پھر اب میں ایسے شخص کو امیر مقرر کروں گا جس نے ان میں سے سب سے پہلے (عراق جانے کے لیے) آمادگی ظاہر کی، پس آپ نے ابوعبیدہ کو امیر مقرر کیا اور انہیں پرچم عطا کر دیا، یہ پہلا لشکر ہے جسے عمر رضی اللہ عنہ نے روانہ کیا۔

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۶۱؛ المنتظم: ٤/ ١٤٥۔ [2] ٤٨/ الفتح: ٢٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معرکہ نمارق ❶

اس کے بعد مثنی، ابوعبید سے پہلے ہی حیرہ پلٹ آئے، وہ یہاں سے ایک ماہ غائب رہے تھے اس دوران بلاط ملکی فارسی نے مختلف قسم کی تبدیلیاں کیں، وہ امیر پر غالب آ گیا اور خون ریزی اور بغاوت کے بعد امیرہ اس کی جانشین بنی، آخر پر پوران نے، جو کہ مشہور مالکی قائد رستم کے خاندان کی سربراہ تھی، رستم سے استدعا کی اور اسے خراسان پر سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ملکوں کی حمایت کا یقین دلایا اور اسے فوج کی کمان سونپ دی، پھر رستم نے مدائن سے دو لشکر روانہ کیے، ایک لشکر کی کمان جابان کے سپرد کی تاکہ وہ فرات عبور کر کے حیرہ کی طرف پیش قدمی کرے اور دوسرے لشکر کی کمان نرسی کے سپرد تھی اور اسے ہدایت تھی کہ وہ (فرات اور دجلہ کے درمیان) ''کسکر'' میں قیام کرے۔ مثنی نے لشکر جمع کیا تو وہ قلیل تعداد میں تھے پس انہوں نے حیرہ کو خیر باد کہا اور اسے دشمن کے لیے چھوڑ دیا اور وہ مدینہ کی طرف جانے والے راستے سے صحرا کی طرف روانہ ہو گئے، یہاں انہوں نے ابوعبید کا انتظار کیا جو ایک ماہ بعد وہاں پہنچے اور ان کے ساتھ راستے میں لشکر کے ساتھ ملنے والے قبائل بھی تھے، چند ایام آرام کرنے کے بعد انہوں نے لشکر کی قیادت کی اور جابان سے نمارق کے مقام پر مقابلہ ہوا اور اسے فرار ہونے پر مجبور کیا۔

معرکہ جسر (شعبان ۱۳ ہجری۔ اکتوبر ۶۳۴ء) ❷

اسے قس الناطف بھی کہتے ہیں اور المروحۃ بھی کہا جاتا ہے ابوعبید نے فرات کو عبور کیا، اچانک کمانڈر نرسی سے آمنا سامنا ہو گیا انہوں نے اس کے معسکر پر قبضہ کر لیا وہاں سے نرسیان نامی نہایت عمدہ کھجوریں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں، یہ وہ کھجوریں تھیں جنہیں صرف بادشاہ کھاتے تھے یا پھر کسی شخص کو اعزاز کے طور پر ان میں سے کچھ عطا کیا کرتے تھے، انہوں نے وہ کھجوریں لشکر میں تقسیم کر دیں اور خمس عمر رضی اللہ عنہ کے لیے روانہ کر دیا اور ان کے نام خط لکھا:

---

❶ تاریخ الطبری: ۲/ ۳۶۳؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۲۷۔

❷ تاریخ الطبری ٤/ ٣٦٤-٣٦٦؛ المنتظم: ٤/ ١٤٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرغوب غذائیں عطا کی ہیں، ہم نے پسند کیا کہ آپ بھی ان کی زیارت کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کے فضل و کرم کو یاد کریں۔"

آس پاس کے قبائل آئے اور انہوں نے اپنی اطاعت و وفاداری پر دلیل کے طور پر جزیہ پیش کیا، انہوں نے ابوعبید کے لیے ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا لیکن انہوں نے اس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ لشکر کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے، پھر وہ لشکر کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوئے اور ان سب نے کھانا کھایا۔

رستم کو شکست سے بہت غصہ آیا، اس نے ایک عظیم قائد (بہمن) کی زیر قیادت پہلے سے بھی قوی لشکر تیار کیا، بہمن ذوالحاجب کے نام سے مشہور و معروف تھا، اسے ذوالحاجب اس لیے کہتے تھے کہ وہ اپنی ابرو پر پٹی باندھا کرتا تھا اور تکبر کے طور پر اس پٹی کو اونچا رکھا کرتا تھا اور اس کے ساتھ گھونگرو والی پھرتیلی ہتھنی بھی تھی، بہمن نے کسریٰ کے جھنڈے "درفش کابیان" کے ساتھ پیش قدمی کی جو کہ چیتے کی کھال سے بنا ہوا تھا جس کی چوڑائی آٹھ ہاتھ اور لمبائی بارہ ہاتھ تھی، پس اس نے مقام قس الناطف پر پڑاؤ ڈالا، ابوعبید بھی روانہ ہوئے اور انہوں نے مروحہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، انہوں نے فرات کو عبور کیا اور اپنے لشکر کو مغربی کنارے اکٹھا کیا، بہمن سامنے دوسرے کنارے پر مورچہ زن ہوا، لڑائی کا میدان بابل سے زیادہ دور نہیں تھا، بہمن نے ابوعبید کو پیغام بھیجا: یا تو تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آ جاؤ یا ہمیں اپنی طرف آنے کا موقع فراہم کرو۔ ابوعبید کے ساتھیوں نے کہا: ابوعبید! آپ دریا پار نہ کریں، ہم آپ کو دریا پار کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ابوعبید نے کہا: "وہ موت پر ہم سے زیادہ دلیر نہیں۔" لہٰذا انہوں نے پل کے ذریعے دریا عبور کیا اور ان تک پہنچ گئے زمین اپنے باشندوں پر تنگ ہو گئی اور انہوں نے حملہ شروع کر دیا جب عرب کے گھڑ سوار لشکر نے ہاتھی دیکھے تو یہ ان کے لیے بڑی عجیب چیز تھی جو انہوں نے پہلے نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی انہوں نے اس طرح کی کوئی لڑائی پہلے لڑی تھی، جب گھوڑوں، ہاتھیوں نے جن کے گلے میں گھونگرو لٹک رہے تھے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمانوں کے گھوڑے تتر بتر ہو گئے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا، دشمن نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی، مسلمان سخت مشکل میں پڑ گئے، لہٰذا ابوعبید اور ان کے ساتھی سواریوں سے اترے اور پیدل پیش قدمی کرنے لگے اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ ابوعبید نے للکار کر کہا: ہاتھیوں کو ڈراؤ اور ہودوں کی رسیاں کاٹ کر سواروں سمیت الٹ دو، وہ خود ایک سفید ہاتھی پر کود پڑے اور اس کی سونڈ کاٹ دالی، اس پر سوار زمین پر آ رہے، آپ کی قوم نے بھی اسی طرح شجاعت کے جوہر دکھائے، انہوں نے ہر ہاتھی پر وار کیا اور ہاتھی والوں کو قتل کیا، ایک ہاتھی ابوعبید کی طرف بڑھا تو انہوں نے تلوار کے ذریعے اس پر وار کیا، ہاتھی نے اپنے پاؤں تلے انہیں روند ڈالا اور ان کے اوپر کھڑا ہو گیا، پس لوگوں نے ابوعبید کو ہاتھی کے نیچے دیکھا تو ان کے بعض ساتھیوں کے دل خوف زدہ ہو گئے، بنوثقیف کے سات افراد یکے بعد دیگرے کمان کرتے ہوئے شہید کر دیے گئے پھر مثنی نے پرچم تھام لیا تو لوگ ان کا ساتھ چھوڑنے لگے پس جب عبداللہ بن ثقفی نے ابوعبید اور اس کے جانشینوں کے ساتھ پیش آنے والی صورت حال دیکھی اور لوگوں کا رویہ دیکھا تو وہ جلدی کے ساتھ پل کی طرف گئے اور اسے توڑتے ہوئے فرمایا:

> ''لوگو! اپنے امرا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جان قربان کر دو یا کامیابی حاصل کر لو۔''

مشرک مسلمانوں کو پل کی طرف لے آئے، ان میں سے بعض نے فرات میں چھلانگیں لگا دیں، جو شخص صبر نہ کر سکا وہ غرق ہو گیا اور بعض دوسرے کنارے تک پہنچ گئے، مثنی اور دو گھڑ سوار مسلمانوں نے لوگوں کی حفاظت کی اور کہا: ''میں ادھر ہی ہوں تم اطمینان کے ساتھ پل پار کر لو، خوف زدہ ہوں نہ اپنے آپ کو غرق کرو۔'' عروہ بن زید اور ابومحجن ثقفی نے خوب لڑائی کی اور ابوزید الطائی جو کہ نصرانی تھا وہ اپنے کسی کام کی غرض سے حیرہ آیا تھا وہ عربی حمیت کی خاطر لڑا، مثنی نے آواز دے کر کہا: ''جو پار چلا گیا وہ نجات پا گیا۔'' پس اس نے پل تعمیر کی اور لوگ دریا عبور کر گئے، پل کے پاس جو دوسرے شخص شہید کیے گئے وہ سلیط بن قیس تھے اور مثنی زخمی ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ جو لوگ مدینہ پلٹ کر آئے ہیں وہ ہزیمت کی وجہ سے مدینہ میں چلنے پھرنے سے شرم محسوس کرتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ پر اس کا بہت اثر ہوا اور کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اے اللہ! تمام مسلمان میرے پاس آئے ہیں، میں تمام مسلمانوں کا ذمہ دار ہوں، اللہ تعالیٰ ابوعبید پر رحم فرمائے اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو میں ان کا بھی ذمہ دار ہوتا۔'' لوگوں کے حالات کے بارے میں معلومات لے کر سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے عبداللہ بن زید بن حصین خطمی تھے، مدینہ آنے والوں میں معاذ قاری بھی تھے۔ جب وہ یہ آیت تلاوت کرتے تو روتے:

﴿ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾ [1]

''اور جو اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا ماسوا اس بات کے کہ وہ لڑائی کی خاطر پینترا بدل رہا ہو یا اپنے ہی کسی دوسرے گروہ کی طرف پناہ لینے آتا ہے (وہ معاف ہے) (اور باقی) جو ایسا کرے گا بے شک اس نے اللہ کا غضب اپنے سر لیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔''

(ان کے رونے پر) عمر رضی اللہ عنہ فرماتے: ''معاذ! نہ روؤ، میں ذمہ دار ہوں، کیونکہ تم میرے پاس بھاگ کر آئے ہو۔'' [2]

مسلمانوں کے لشکر کی تعداد نو ہزار تھی، ان میں سے جو شہید ہوئے، جو زخمی ہوئے اور جو ڈوب گئے وہ چار ہزار تھے، جو بھاگ گئے وہ دو ہزار تھے اور مثنیٰ کے ساتھ باقی تین ہزار رہ گئے جب کہ تقریباً چھ ہزار ایرانی کام آئے۔

معرکہ کے بعد بہمن اپنا بدلہ لینے کے لیے دریا عبور کرنے کے قریب تھا کہ اسے ایران کے دارالخلافہ مدائن میں بغاوت کی اطلاع ملی کہ ایرانیوں نے رستم کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور معاہدے کو توڑ دیا ہے اور وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں، پس وہ تیزی کے ساتھ پلٹ آیا اور اس طرح ایرانیوں کا داخلی انتشار مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور ان کے غلبے کا سبب بنا۔

مسلمانوں کی ہزیمت کے اسباب [3]

اس معرکہ میں مسلمانوں کے لشکر کا ایرانیوں کی طرف دریا عبور کر کے جانا مسلمانوں کی

---

[1] ۸/ الانفال:۱۶۔ [2] تاریخ الطبری:۲/ ۳۶۸۔

[3] العبر فی خبر من غبر:۱/ ۱۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہزیمت کا سبب بنا حالانکہ ابوعبید رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے انہیں دریا عبور کرنے سے منع کیا تھا لیکن انہوں نے دریا عبور کرنے میں شجاعت سمجھی، قارئین کرام آپ کو یاد ہوگا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے معرکہ غراض میں دریا عبور کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اپنی جگہ ڈٹے رہے تھے اور ان کا یہ اقدام بزدلی تصور نہیں کیا جاتا، مزید یہ ہوا کہ عبداللہ بن مرثد ثقفی نے مسلمانوں کے پل کو کاٹ دیا مسلمان پریشان ہو گئے اور، بڑی الجھن کا شکار ہو گئے، ان میں سے بہت سے غرق ہو گئے، اگر مثنی کی شجاعت نہ ہوتی تو وہ اپنے آخری فرد سے بھی محروم ہو جاتے، لیکن افسوس کہ وہ بھی اس معرکہ میں زخمی ہو گئے اور ان کا زخمی ہونا ہی ان کی موت کا سبب بنا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی، مسلمانوں کو اپنے عظیم قائد سے محروم ہونے کی وجہ سے بہت نقصان اٹھانا پڑا، کیونکہ اسی معرکہ میں سپہ سالار ابوعبید بھی ہاتھی کے نیچے آ جانے کی وجہ سے جام شہادت نوش فرما گئے تھے اور یہ بات مخفی نہیں کہ کمانڈر انچیف کے شہید ہو جانے سے فوج کے دلوں پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، خاص طور پر ان ایام یعنی حروب عرب میں، جبکہ وہ ہراول دستے میں تھے، وہ اس کی شکست یا شہادت کو پورے لشکر کی شکست تصور کرتے تھے۔

اُلیس صغریٰ [1]

پھر مثنی الیس کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں مورچہ زن ہو کر اپنی سابقہ فتوحات کو برقرار رکھا، جابان کو بہمن کے پلٹ جانے کا علم نہ تھا، پس وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا اور پھر قتل کر دیا گیا، مسلمانوں کی کیفیت غیر یقینی تھی، البتہ مثنی اور اس کی مثل افراد قطعاً مایوس نہ تھے۔ مثنی نے آس پاس کے قبائل سے لشکر تیار کیا اور اپنے مرکز کو مضبوط بنایا۔

تاریخ طبری میں ہے: جابان اور مردان شاہ روانہ ہوئے، وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ عنقریب واپس آ جائیں گے لیکن انہیں اہل فارس کے منقسم ہو جانے اور بہمن کے حالات کا بالکل علم نہیں تھا۔ جب اہل فارس انتشار کا شکار ہو گئے تو بہمن ان کے تعاقب میں روانہ ہوا، جب مثنی کو جابان اور مردان شاہ کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے عاصم بن عمرو کو جانشین مقرر کیا اور خود گھڑ سواروں کا دستہ لے کر ان کی تلاش میں نکلے جبکہ ان دونوں (جابان اور مردان شاہ)

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۶۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے خیال کیا کہ وہ راہ فرار اختیار کر رہا ہے پس وہ دونوں اس کے سامنے آئے تو مثنیٰ نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا، اہل الیس اپنے دونوں ساتھیوں کے سامنے نکل آئے تو انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ مثنیٰ نے کہا: تم دونوں نے ہمارے امیر کو دھوکہ دیا، اسے جھٹلایا اور تم نے اسے پریشان کیا پس مثنیٰ نے ان دونوں اور باقی قیدیوں کو قتل کر دیا، پھر وہ اپنی فوج کی طرف واپس آئے جبکہ ابو محجن اُلیس سے بھاگ گیا اور پھر مثنیٰ کے ساتھ نہ آیا۔

معرکہ بُوَیب (رمضان ۱۳ ہجری۔ نومبر ۶۳۴ء) [1]

جسر میں مسلمانوں کے شکست کھا کر منتشر ہو جانے اور وہاں سے بھاگ جانے سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے، لیکن انہوں نے تمام واقعات بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ سنے، انہوں نے راہ فرار اختیار کرنے والوں کو ملامت کی نہ جھڑکا بلکہ لوگوں کو مثنیٰ کی طرف جانے پر مامور کیا، ان میں بنو بجیلہ بھی تھے اور آپ نے انہیں جریر بن عبداللہ کے پاس اکٹھے ہونے کا حکم فرمایا، جب وہ اکٹھے ہو گئے تو انہیں عراق جانے کا حکم فرمایا جبکہ وہ مال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے شام کی طرف جانے میں رغبت رکھتے تھے۔ تو آپ نے ان سے، خمس کا چوتھائی حصہ زائد دینے کا وعدہ کیا جسے انہوں نے قبول کر لیا، آپ نے انہیں مثنیٰ کی طرف روانہ کیا، انہوں نے مثنیٰ کی طرف جانے والوں میں عصمہ بن عبداللہ الضبی کو بھی روانہ کیا اور اسی طرح آپ نے اہل ردۃ سے آنے والے ہر شخص کو بھی عراق کی طرف بھیج دیا پھر مثنیٰ نے اپنے آس پاس کے عرب قبائل کی طرف قاصد روانہ کیے اور انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا، نمر سے انس بن ہلال نمری ایک بہت بڑا لشکر لے کر آیا حالانکہ وہ عیسائی تھا اور انہوں نے کہا: ہم اپنی قوم کی معیت میں لڑیں گے، رستم اور فیرزان کو یہ خبر پہنچی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے، ان دونوں نے مہران ہمدانی کو سپہ سالار بنا کر بھیجنے پر اتفاق کیا، پس وہ گھڑ سواروں کے دستے کے ساتھ روانہ ہوا اور اسے حیرہ پہنچنے کا حکم دیا، مثنیٰ کو اس کی روانگی کا علم ہوا، وہ اس وقت قادسیہ اور خفان کے مابین تھے، انہیں اپنے جاسوس کے ذریعے اس کا علم ہوا کہ مدائن میں حالات سازگار ہیں اور وہاں یہ طے پایا ہے کہ آپ سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر بھیجا

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۷۰۔۳۷۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جائے پس اس نے فرات کی بادقلی وادی میں پڑاؤ کیا، مثنی نے جریر اور عصمہ اور ان کی مدد کو آنے والے ہر شخص کے نام خط لکھا کہ وہ فرات کی غربی جانب پر مقام ''بویب'' پر ملاقات کریں، پس وہ ان سے اسی جگہ آ ملے، جبکہ مہران اپنی فوج کے ساتھ فرات کے دوسرے کنارے پر تھا، اس نے مثنی کی طرف پیغام بھیجا: یا تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آ ؤ یا پھر ہمیں دریا عبور کر کے اپنی طرف آنے کا موقع فراہم کرو، مثنی نے دریا عبور کرنے سے انکار کر دیا، عمر رضی اللہ عنہ نے کامیابی و فتح سے پہلے دریا عبور کرنے سے منع کیا تھا لہٰذا انہوں نے اسے کہا: تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آ ؤ پس مہران نے دریا عبور کیا اور فرات کے کنارے پڑاؤ ڈالا یہ معرکہ رمضان میں پیش آیا تھا اسی لیے مثنی نے انہیں روزہ افطار کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ اپنے دشمن کے خلاف پوری طاقت سے لڑ سکیں لہٰذا انہوں نے روزہ افطار کر لیا۔

ایرانی تین صفوں میں آگے بڑھے ہر صف میں ہاتھی اور پیادہ تھے اور ان کے آگے ان کی ہاتھی فوج تھی ان کی ایک آواز اور شور تھا، یہ شور سن کر مثنی نے کہا: یہ جو آواز تم سن رہے ہو یہ بزدلانہ شور ہے تم خاموش رہو، مثنی نے اپنے ''الشموس'' نامی گھوڑے پر سوار ہو کر صفوں کا چکر لگایا آپ انہیں ہدایات دیتے اور ان سے عہد لیتے تھے، آپ اس گھوڑے پر صرف جنگ کے موقع پر ہی سواری کیا کرتے تھے، آپ تمام پرچموں کے پاس کھڑے ہوئے ان کی ہمتیں بندھاتے اور انہیں جوش دلاتے اور ہر ایک سے کہتے: ''میں امید کرتا ہوں کہ آج تمہاری طرف سے لوگوں (عربوں) پر کسی قسم کا دھبہ نہیں آئے گا، اللہ کی قسم! میں آج جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہوں وہی چیز تم سب کے لیے پسند کرتا ہوں۔'' پس وہ بھی انہیں اسی مثل جواب دیتے کیونکہ وہ ان کے ہاں محبوب اور پسندیدہ شخصیت تھے۔ مثنی نے کہا: میں تین بار اللہ اکبر کہوں گا پس تم تیار ہو جانا پھر چوتھی بار اللہ اکبر کہنے پر حملہ کر دینا، لیکن انہوں نے ابھی پہلی مرتبہ ہی اللہ اکبر کہا تھا کہ ایرانیوں نے ان پر تیزی سے حملہ کر دیا گھمسان کا رن پڑا اور ان کے گھڑسواروں کی ہوا اکھڑ گئی، انہوں نے دیر تک ان سے لڑائی کی تو مثنی نے بنو عجل میں کچھ خلل اور بے ترتیبی دیکھی، مثنی نے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہوئے کہا: ''امیر تمہیں سلام کہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ آج مسلمانوں کو رسوانہ کرنا'' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے اور انہوں نے صفیں برابر کر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیں تو مثنیٰ فرحت سے مسکرانے لگے، پس جب لڑائی لمبی اور شدید ہوگئی تو مثنیٰ نے انس بن ہلال نمری سے کہا: ''تم عربی شخص ہو اگرچہ ہمارے دین پر نہیں ہو لیکن جب میں مہران پر حملہ کروں تو تم بھی میرے ساتھ اس پر حملہ کرو۔'' پس مثنیٰ نے مہران پر حملہ کر دیا اور اسے پیچھے دھکیل دیا حتیٰ کہ اس کے میمنہ میں داخل ہو گئے۔ پھر عام لڑائی شروع ہو گئی۔ گھمسان کا رن پڑا اور ہر طرف گرد و غبار اڑتا دکھائی دیا۔ فوج کے دائیں اور بائیں دو بدو لڑائی میں شریک تھے اور ایک دونوں طرف یعنی مسلمانوں اور مشرکوں کی طرف سے کوئی بھی اپنے امیر کی مدد کے لیے وقت نہ نکال سکا، مثنیٰ کے بھائی مسعود بھی زخمی ہوئے، ان کے ساتھ والے لوگوں نے کمزوری کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا: ''بکر کی جماعت! اپنے علم بلند کرو اللہ تعالیٰ تمہیں رفعت عطا کرے گا اور میری موت (شہادت) تمہیں ہولنا کی کا شکار نہ کر دے۔'' جبکہ مثنیٰ انہیں کہہ رہے تھے: ''جب تم دیکھو کہ ہم کام آ گئے تو تم اپنے مشن کو نہ چھوڑنا، اپنی صف اور میدان پر ڈٹے رہنا اور اپنے آس پاس والے سے بے نیاز ہو جانا۔'' مسلمانوں اور مشرکوں کی فوجیں ایک سخت لڑائی میں باہم ٹکرا گئیں، بنو تغلب قبیلے کے نصرانی غلام نے مہران کو قتل کیا اور اس کی گھوڑی پر سوار ہو گیا اور مثنیٰ نے مشرکین کے دستے کو ختم کر دیا، پس جب مسلمانوں کے دائیں بائیں بازو نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے مشرکین کے دائیں بائیں بازو سے بڑی شجاعت سے قتال کیا حتیٰ کہ انہوں نے ایرانیوں کو شکست سے دوچار کر دیا، مثنیٰ ایرانیوں سے پہلے پل پر پہنچ گئے اور ان کا راستہ روک لیا، مسلمانوں کے لشکر نے انہیں آ پکڑا حتیٰ کہ انہیں قتل کر دیا اور انہیں مردہ لاشیں بنا دیا، مسلمانوں اور ایرانیوں کے مابین اتنا طویل خون ریز معرکہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، مقتولین کی ہڈیاں ایک طویل مدت تک نشانہ عبرت بنی رہیں اور ایک اندازے کے مطابق ان کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور اسے ''یوم الاعشار'' کا نام دیا گیا۔ سو آدمی شمار کیے گئے جن میں سے ہر ایک نے دس دس ایرانیوں کو قتل کیا تھا اور وہ اسی پر فخر کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ افراد نے نو نو ایرانیوں کو قتل کیا تھا تو انہوں نے انہیں ''اصحابہ تسعہ'' کا نام دے دیا، مثنیٰ پل پر قبضہ کرنے کی وجہ سے نادم ہوئے اور فرمایا: ''میران سے پہلے پل پر قبضہ کر لینا یہ میری کمزوری تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی شر سے بچا لیا، لوگو! تم آئندہ ایسے نہ کرنا، یہ ایک غلطی تھی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس جو شخص بچاؤ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے نکالنا مناسب نہیں۔" وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا پتھر کو روکنا ہی ان کے افراد کے خسارے کا سبب بنا، اس طرح ان کے بہت سے زخمی اللہ کو پیارے ہو گئے ان میں سے مثنی کے بھائی مسعود اور خالد بن حلال بھی تھے، مثنی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور کہا: "اللہ کی قسم! یہ خیال میرے غم کو ہلکا کر دیتا ہے کہ انہوں نے صبر کیا اور معرکہ بویب میں شریک ہوئے اور وہ بزدلی کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹے۔" مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا جس میں بہت سی چیزیں تھیں جیسے گندم، آٹا، گائے اور بکریاں وغیرہ۔ مثنی نے یہ مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور اہل بلاد کو مزید بھی عطا کیا، جبکہ بنو بجیلہ کو خمس کا چوتھائی حصہ بھی دیا جیسا کہ امیر المومنین نے حکم دیا تھا۔

اس کے بعد سپہ سالاروں نے مثنی کی طرف خط لکھا، نیز عاصم، عصمہ اور جریر نے لکھا: بے شک اللہ عزوجل نے سلامت رکھا، کفایت کیا اور ہماری راہنمائی فرمائی جو آپ نے دیکھی یہ قوم کوئی چیز نہیں آپ ہمیں پیش قدمی کی اجازت دیں، انہوں نے انہیں اجازت دے دی، انہوں نے دھاوا بول دیا حتیٰ کہ ساباط پہنچ گئے، اہل ساباط نے ان سے قلعہ بندی کر لی، ان کے علاوہ دیگر بستیوں کو زیر نگین کر لیا، لوگ ان کے تابع ہو گئے پھر وہ مثنی کی طرف پلٹ آئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سوقِ خنافس، اور سوق بغداد (معرکہ انبار اور معرکہ الّیس) ❶

پھر مثنیٰ جنگی سازوسامان کے ساتھ روانہ ہوئے، انہوں نے بشیر بن خصاصیہ کو حیرہ پر امیر مقرر دیا اور خود انبار کے ایک گاؤں الّیس پر پڑاؤ ڈالا، اس غزوہ کو دوسرا غزوۂ انبار کہا جاتا ہے اور اسے غزوۂ الّیس بھی کہتے ہیں، دو آدمی مثنیٰ کے پاس آئے ان میں سے ایک انبار سے اور دوسرا حیرہ سے تھا، ان میں سے ہر ایک بازار کے بارے میں انہیں بتا رہا تھا، انباری نے خنافس کے بازار کے بارے میں اور حیرہ کے رہنے والے نے بغداد کے بازار کے بارے میں انہیں بتایا، مثنیٰ نے کہا: ان دونوں میں سے پہلے کون سا بازار لگتا ہے؟ دونوں نے کہا: ان کے مابین چند ایام کا وقفہ ہے، پھر انہوں نے پوچھا: ان دونوں میں سے پہلے کس کی باری ہے؟ دونوں نے کہا: خنافس کے بازار کی پہلے باری ہے، قضاعہ اور ربیعہ وہاں اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہ وہاں پہرہ دیتے ہیں، مثنیٰ نے اس کے لیے تیاری کی اور اندازہ کر لیا کہ وہ بازار کے روز وہاں پہنچ جائیں گے، پس انہوں نے اس کی طرف سفر شروع کیا اور خنافس پر دھاوا بول دیا اور اس بازار کو لوٹ لیا، پھر واپسی پر انبار آئے لیکن وہاں کے باشندوں نے ان سے قلعہ بندی کر لی، پس جب انہوں نے انہیں پہچان لیا تو وہ قلعے سے اتر کر ان کے پاس پہنچ گئے اور انہیں جانوروں کے لیے چارہ اور زادراہ پیش کیا۔ مثنیٰ نے ان سے بغداد کے بازار کے متعلق راہنمائی حاصل کی اور رات کے وقت اس کی طرف سفر شروع کیا اور صبح کے وقت ان کے بازاروں میں ان پر حملہ کر دیا، آپ نے ان پر تلوار اٹھائی اور جو چاہا لے لیا اور مثنیٰ نے کہا: ''صرف سونا، چاندی اور نگینے ہی لینا۔'' پھر وہاں سے واپس آئے حتیٰ کہ انبار کے پاس سَیْلَحِیْن کی نہر کے پاس پڑاؤ ڈالا پھر لڑائی شمال تکریت تک پہنچ گئی، انہوں نے اپنی لڑائی کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کو تفصیل لکھی۔

ملک شام کا تعارف

ارض شام کے متعلق مسلمانوں کے غزوات کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ اس کا تعارف کرا دیا جائے، اس کے شہروں، اس کی شہرت، اس کی پیداوار، اس کی اقسام اور اس

❶ تاریخ الطبری: ۲/ ۳۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی تاریخ کے متعلق تذکرہ کر دیا جائے حتیٰ کہ قارئین کرام کو ان علاقوں کا تعارف ہو جائے جن کی فتوحات کا وہ مطالعہ کرے گا۔

یاقوت [1] نے بیان کیا ہے: ارض شام کی حد فرات سے لے کر مصر کی سرحدوں تک محیط ہے، جبکہ اس کا عرض طئی کے پہاڑی سلسلے سے لے کر بحر روم کی سمت تک پھیلا ہوا ہے، مَنبِج، حلب، حماۃ، حمص، دمشق، بیت المقدس اور معرّہ اس کے بڑے بڑے شہر ہیں۔ ساحل کی جانب انطاکیہ، طرابلس، عکا، صور اور عسقلان وغیرہ ہیں، اس کے پانچ لشکر ہیں، قنسرین، دمشق، اردن، فلسطین اور حمص۔ شام میں سرحدیں بھی تیار کی گئیں، مصیصہ، طرسوس، اذنہ، انطاکیہ، مرعش، حدث، بفراس اور بلقاء کے دار الحکومت وغیرہ۔

ابن اثیر نے کہا: ارض شام بہت سی بھلائیوں، وسیع برکات باغات، تفریح گاہوں اور مختلف پھلوں اور میووں کی سرزمین ہے۔ وہاں پھل عام اور گوشت بہت زیادہ ہے، البتہ وہاں بارشیں اور برف باری بہت زیادہ ہوتی ہے، یہ تیس قلعوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے صرف قلعہ کرک ناقابل تسخیر ہے۔ سرزمین شام کئی صوبوں پر مشتمل ہے جیسے صوبہ فلسطین، عمواس، لِد، نبیا، قیساریہ، نابلس، سبطہ، عسقلان، غزہ اور جبریل، اس کے جنوب میں قمص التیہ، صوبہ الشوبک، اردن، سابرہ، عانہ، قاصرہ اور صور ارض دمشق اس کے صوبوں میں الغوطہ، البقاع، بعلبک، لبنان، دل، بیروت، بیشنہ، جول، جولان، طاہر، حولہ، طرابلس، بلقاء، جبرین الغور، کفرطاب اور عمان السراۃ۔ شام کے مشہور شہر دمشق، فلسطین، نابلس، عسقلان، بیت المقدس، طبریہ، حمص، حماۃ، بعلبک، حلب، العواصم اور الرصافہ ہیں۔ جو ارض السراۃ ہے تو وہ الشوبک سے لے کر غرب کی طرف ہے اور وہاں سے الحمیمہ تک ہے۔

قزوینی نے کہا: شام وہ مقدس سرزمین ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام مبعوث فرمائے، وحی اتاری اور اسے اولیا کا مسکن بنایا۔ اس کی فضا پاکیزہ، پانی شیریں، اس کے باشندے سیرت وصورت میں اعلیٰ اور پوشاک ولباس میں بہترین، اس کی خصوصیات میں سے ہے کہ یہ اولیا اور ابدال کی سرزمین ہے جو ستر سے زیادہ ہوتے تھے نہ اس سے کم، اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں سے رحم فرماتا اور معاف و درگزر فرماتا ہے، وہ لکام کے پہاڑوں میں رہتے

[1] معجم البلدان: ۳/ ۳۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں، تین ''طائیں'' اس کے خواص میں سے ہے طعن، طاعت اور طاعون، رہا طعن تو مشہور ہے کہ اس کے لشکر بہادر تھے، رہی طاعت تو یہ تو ان کی ضرب المثل ہے حتیٰ کہ مشہور تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا حکم چلتا ہے کیونکہ ان کی فوج بہت اطاعت گزار تھی، جبکہ علی رضی اللہ عنہ کی فوج بڑی نافرمان تھی اور وہ عراقی تھے، جہاں تک طاعون کا تعلق ہے تو یہ بہت مرتبہ پیش آیا اور یہ معاملہ طویل مدت سے ختم ہو چکا، قزوینی نے کہا: شام میں مختلف قسم کے پھل ہیں جو کہ انتہائی اعلیٰ قسم کے ہیں وہاں کے سیب خلفا کے لیے عراق پہنچائے جاتے تھے اور اسی طرح رکافی منقی جو کہ انتہائی صاف تھا۔

مسعودی نے کہا: سب سے پہلے فالغ بن ہور یمنی ملک شام کا بادشاہ بنا، پھر اس کے بعد سومات جس کا نام ایوب بن رزاح ہے۔ جب رومی وہاں غالب آئے تو انہوں نے اسے مختلف ملکوں میں تقسیم کر دیا، مالک بن حمیر کی طرف سے غلبہ ہوا جو کہ سب سے پہلے شام میں آیا، انہوں نے رومی بادشاہوں پر کنٹرول کر لیا، لہٰذا انہوں نے اس پر قبضہ کیا جبکہ عربوں میں سے جس نے شام پر قبضہ کیا وہ نصرانیت میں داخل ہو چکے تھے، تنوخ میں سے سب سے پہلے نعمان بن عمرو بن مالک نے بادشاہت کی، پھر عمرو بن النعمان، پھر الحواری بن النعمان، ان کے علاوہ تنوخ میں سے کسی نے بادشاہت نہیں کی، پھر سلیح، شام آئے اور تنوخ مغلوب ہو گئے اور سلیح نے شام میں موجود عربوں کے خلاف روم سے مدد طلب کی، عرب مختلف قبائل میں تقسیم ہو گئے جو کہ اکٹھے نہ ہو سکے، پھر غسان شام آئے اور عربوں پر غالب آ گئے اور روم نے انہیں عربوں کا بادشاہ بنا دیا، ان میں سے سب سے پہلے حارث بن عمرو، بن عامر، بن حارثہ، بن امری القیس، بن ثعلبہ، بن ماس بن غسان نے بادشاہت کی اور جبلہ بن ایہم ان کا آخری فرماں روا تھا، اس کے بعد مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا۔

شام کی فضا

سرزمین شام مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے، کہیں پہاڑی سلسلہ ہے اور کہیں میدانی علاقہ، اسی لیے یہاں کی ہوا بھی مختلف ہے کہیں گرمی ہے تو کہیں سردی اور کہیں معتدل ہے۔ آپ لبنان اور انطیلبنان کے پہاڑ دیکھیں، مشرقی پہاڑ۔ انہیں برف ڈھانپ لیتی ہے تو اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے آس پاس کی ہوا مرطوب ہو جاتی ہے اور صحت افزا ماحول پیدا کر دیتی ہے، ٹھنڈے لبنانی چشموں سے شیریں پانی کے سوتے پھوٹتے ہیں، لبنان کے قریب جبل طوروس ہے جو کہ اپنی برف کی ٹھنڈک شمالی سوریہ (شام) کی طرف بھیجتا ہے اور یہ سب کچھ جنوبی حصے سے مختلف ہے جہاں لبنان کی ٹھنڈک پہنچتی ہے نہ وہاں برف باری ہوتی ہے البتہ کبھی کبھار برف پڑتی ہے جو کہ قابل ذکر نہیں۔ رہے بحری علاقے وہاں زیادہ تر آب و ہوا معتدل رہتی ہے کیونکہ سمندری ہوا جو کہ صبح و شام چلتی رہتی ہے وہاں کی حرارت کو تَر بنا دیتی ہے، اس کے باوجود وہاں کے زیادہ تر رہائشی موسم گرما میں لبنان چلے جاتے ہیں تا کہ اس کے آب شیریں اور اس کی صحت افزا فضا سے متمتع ہو سکیں۔

شام کی پیداوار

درختوں میں: چیڑھ، بلوط، سفید لکڑی، المیس (ایک درخت جس کا سیاہ چھوٹا پھل پرندے کھاتے ہیں اور اس کی لکڑی سے مصنوعات تیار ہوتی ہیں) زیتون، کھجور، گولر، انگور، اخروٹ، شہتوت، بادام، بید، صنوبر، سرو، چیڑ، ''الأس'' بڑی الائچی کی مانند ایک درخت۔

پھلوں میں سے: انجیر، سیب، خوبانی، ناشپاتی، آڑو، مالٹا، شفتالو، لیموں کی تمام اقسام اور انار وغیرہ۔

غلے اور اناج میں: گندم، جو، دالیں، کرسنہ، [1] چنا، لوبیا، مکئی اور تل وغیرہ۔

رنڈ، ملٹھی، مکی، انار، عناب، لوکاٹ، گنا، مہندی گلاب، یاسمین، چنبیلی، لونگ اور نرگس وغیرہ کے پھول بھی اس کی پیداوار میں سے ہیں۔

نہریں اور دریا

نہر حلب: چشمہ تاب کے قریب واقع پہاڑوں سے نکلتی ہے اور جنوب کی طرف چلتی ہوئی حلب تک پہنچتی ہے اور اسے نہر ''قویق'' کہتے ہیں۔

نہر العاصی: بعلبک کے شمال سے اللبوۃ کے چشمے سے نکلتی ہے اور شمال کی سمت انطاکیہ کی طرف جاتی ہے، پھر جنوب مغرب کی طرف مڑ جاتی ہے اور اللکام اور اقرع کے مابین بہتی

[1] یہ ایک چھوٹے سے پودے کا نام ہے اس کے بیج کو گاؤ دانہ کہتے ہیں اور دوا میں کام آتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوئی سویدیہ کے پاس سمندر میں جا گرتی ہے، جبل اللکام سے تین نہریں نکلتی ہیں: عفرین، ویغرا اور نہر اسود اور یہ نہریں بحیرہ انطاکیہ میں گرتی ہیں، نصیریہ کے پہاڑوں سے بہت بڑی نہر نکلتی ہے اور لاذقیہ کے قریب سمندر میں گرتی ہے، اس کے قریب جنوب میں نہر صنوبر ہے پھر نہر الملک اس کے علاوہ ہے۔ اسی طرح اور بہت سی معروف نہریں ہیں مثلاً نہر حسین، الکبیر، عکار اور البارد ہیں، اور یہ سب کی سب نصیریہ کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں اور بحر روم میں جا گرتی ہیں اور لبنان سے نہر ابی علی بشرہ کے پاس دامن کوہ سے نکلتی ہے اور مغربی جنوب کی طرف جاتی ہے بعد میں رشعین اور جوعیت نامی دو نہریں اس کے ساتھ مل جاتی ہیں اور پھر یہ طرابلس کے پاس سمندر میں گرتی ہیں اور اس کے ساتھ نہر ابراہیم ہے جو کہ عاقورہ کے قریب سے نکلتی ہے اور جبیل سے جنوب کی طرف جاتی ہے اور اس کے جنوب میں ''نہر کلب'' ہے جو کہ جعیت سے نکلتی ہے اور جونہ وکسروان کے جنوب کی طرف جاتی ہوئی سمندر میں جا گرتی ہے۔

نہر بیروت: یہ دو نہروں سے نکلی ہے ان میں سے ایک ترشیش اور کفر سلوان کے قریب ہے جبکہ دوسری فالوغا کے پاس ہے اور یہ نہر، بیروت کے پاس سمندر میں گرتی ہے۔

نہر دامور: یہ نہر الغابون الخارج، جو کہ حمدون کے قریب ہے اور زحلتا کے چشمے کے قریب نہر الصفا کے ملنے سے بنتی ہے، نیز اس نہر میں چشمہ قارعہ اور چشمہ دارہ کا پانی بھی شامل ہے اور یہ سب پانی پل القاضی کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر یہ نہر دامور کے قریب مغرب کی جانب بحر روم کی طرف جاتی ہے۔

نہر اوّلی: یہ الباروک سے نکلتی ہے اور صید کے قریب سمندر میں جا گرتی ہے۔

نہر اللیطانی: یہ بعلبک کے قریب سے نکلتی ہے اور صور کے قریب سمندر میں جا گرتی ہے، وہاں اس کا نام ''نہر قاسمیہ'' ہے اور اس کے پاس ''نہر مقطع'' ہے یہ سہل بن عامر کی مشرقی جانب سے نکلتی ہے اور حیفا کے قریب سمندر میں جا گرتی ہے اور اس کے بعد ''نہر اعوج'' جو کہ لدّ کے پاس سے نکلتی ہے اور یافا کے قریب سمندر میں جا گرتی ہے۔

نہر بردی: یہ زبدانی کے قریب سے نکلتی ہے اور اس میں چشمہ فیجہ کا پانی بھی ملا دیا جاتا ہے اور یہ بحیرہ مرج میں جا گرتی ہے اور اس کے پاس ''نہر اعوج'' ہے جو اس کے علاوہ جس کا ابھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ذکر کیا گیا ہے۔

رہی ''نہر اردن'' تو یہ بہت سے پانیوں کا مجموعہ ہے، اس میں نہر حاصبانی، نہر بانیاس اور تل القاضی ہیں اور یہ سب حولہ میں جا گرتی ہیں اور ان کا کچھ حصہ بحیرہ طبریہ کی طرف چلتا ہے اور نہر اردن اسی سے نکلتی ہے اور وہ بل کھاتی بحیرہ لوط کی طرف جاتی ہے اور بحیرہ لوط تک پہنچنے سے پہلے ''الیرموک'' اور ''الزرقاء'' بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔

جہاں تک سمندروں کا تعلق ہے تو وہ انطاکیہ، افامیا، حمص، مرج، برکہ ران، حولہ طبریہ اور لوط کی طرف منسوب ہیں اور لوط کی طرف منسوب سمندر کو بحر مردار بھی کہتے ہیں، اس سمندر کا پانی سمندر کے اندر ہی رہتا ہے باہر نہیں نکلتا، اسی لیے اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور اس لحاظ سے ثقل بھی ہے کہ جو چیز اس میں غرق ہو جائے وہ زندہ نہیں رہتی۔

بحیرہ طبریہ جو کہ سطح سمندر سے ۱۳۱۶ قدم نیچے ہے، اس میں مچھلیاں بہت زیادہ ہیں، رہا بحیرہ لوط اس میں کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہتی گویا کہ وہ نہر اردن ہے جو بحیرہ طبریہ سے شروع ہو کر بحیرہ لوط تک اختتام پذیر ہوتی ہے اس کے آغاز میں زندگی ہے اور اس کا انجام موت ہے اور پوری دنیا میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قبل از اسلام شام کے متعلق تاریخ عرب

شام کے متعلق عرب کی تاریخ بہت پرانی ہے جس کا اندازہ اڑھائی ہزار سال سے بھی زیادہ لگایا جاتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ عرب اسلام سے کئی صدیوں پہلے فلسطین میں داخل ہوئے۔ جب سکندر نے غزہ کا محاصرہ کیا تو اس وقت عرب ہی اس کے محافظ تھے اور وہ اس وقت لبنان میں تھے، حارث دمشق کا حاکم تھا جو کہ عربی تھا، نبطین کے بادشاہ بھی عربی تھے جو کہ عمالقہ کے بچے ہوئے لوگوں سے تھے جن کا قوم عاد سے تعلق تھا، کہا جاتا ہے کہ عربوں میں سلیح نے سب سے پہلے سرزمین شام پر قدم رکھا جو کہ غسان قبیلے سے تھا اور مذہب کے لحاظ سے نصرانی تھا، اس نے نعمان بن عمرو بن مالک نامی شخص کو وہاں کا بادشاہ مقرر کیا جو کہ انہیں میں سے تھا۔ بنو غسان اصلاً یمنی ہیں اور بنو کہلان کی اولاد ہیں، غسان کے بادشاہوں نے حوران، بلقاء، غوطہ، حمص اور دمشق پر حکومت کی اور شمال میں التنوخیون اسلام سے کئی صدیاں پہلے وارد ہوئے اور انہوں نے نصرانیت کو قبول کیا۔ عربوں نے قحط سالی اور طاعون کی وجہ سے شام کی طرف ہجرت کی، داؤد علیہ السلام کے دور میں لوگ تباہ کن طاعون کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے وہ بیت المقدس کی جگہ کی طرف چلے آئے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں طاعون سے نجات دے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں طاعون سے نجات دی، تو انہوں نے اس جگہ مسجد بنالی اور وہ (داؤد علیہ السلام) اس کی تکمیل سے پہلے وفات پا گئے۔ انہوں نے اس کی تکمیل کے متعلق اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی، داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام نے مسجد کی تعمیر مکمل کی، انہوں نے سنگ مرمر سے اسے تعمیر کیا، سونے سے مزین کیا اور جواہرات سے اسے آراستہ کیا۔

اہل مأرب پر سیل عرم (سیلاب) کے باعث یمنیوں نے ہجرت کی، اہل حماۃ یمنی ہیں اور اہل حمص، شیزر، لاذقیہ، قوم ہمدان اور طوسی بھی یمن سے تعلق رکھتے ہیں۔

دمشق غسان کے بادشاہوں کا مسکن تھا اور وہ زیادہ تر یمنی تھے، بعلبک کے اطراف میں ایک یمنی قوم تھی اور اس کے قریب ایک قریشی اور ایک یمنی قوم آباد تھی۔

اسلامی فتح سے بڑی مدت پہلے یہاں عربی زبان بولی جاتی تھی جبکہ غسانیوں، تنوخیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور سبائیوں کے پھیل جانے سے بہت سی زبانیں وجود میں آئیں جیسے سامیہ، لاتینیہ اور یونانیہ اور عربی زبان نے فتح اسلامی کے لیے ستر سال کا بھی انتظار نہ کیا حتیٰ کہ وہ سرزمین شام میں پھیل گئی۔

شام کی لڑائی

(۱۳،۱۴ ہجری، فتح دمشق ۶۳۴،۶۳۵ء)

مسلمانوں نے نہر اردن کے مشرق کی جانب جن جن علاقوں میں پڑاؤ ڈالا وہ باقی علاقوں کی طرح نہ تھے بلکہ ان کا نظارہ ہی الگ تھا۔ جنوب کی طرف بلقاء کی چراگاہیں اور اس کی شمال کی جانب جولان کی چراگاہیں، جبکہ ان دونوں کے درمیان میں ٹیلے، وادیاں، گندم اور جو کے کھیت نیز بلوط وزیتون اور گولر کے درخت ہیں اور اس کے آس پاس (بڑی الائچی کی مانند خوشبودار اور پھل دار درختوں) کے جنگلات ہیں، بلاشبہ یہ خوبصورت سرزمین ہے، یہ نہروں اور چشموں کی سرزمین ہے جو وادیوں میں بہتے اور رواں دواں ہیں، وہاں کے ٹیلے سبز لباس اوڑھے ہوئے پھولوں سے مہکتے ہیں، جہاں پرندے چہچہاتے ہیں، وہاں کے شہر اپنے باسیوں سے آباد ہیں جن میں سے نصف عرب اور نصف سوری (شامی) ہیں۔

جہاں تک دمشق کا تعلق ہے تو وہ دنیا کا بہت پرانا شہر ہے جو کہ زمانہ قدیم سے شام کا دارالحکومت تھا وہ میدانی علاقہ ہے جسے آس پاس کے پہاڑوں سے نکلنے والے ندی نالے سیراب کرتے ہیں اس کے اردگرد چراگاہیں اور خوبصورت جنگلات ہیں، اس کے علاوہ یہ مشرق ومغرب کے درمیان تجارتی مرکز ہے، اس کے اردگرد تقریباً بیس قدم بلند اور پندرہ قدم چوڑی فصیل ہے اور اس کے دروازوں پر برج تعمیر کیے گئے ہیں جو کہ دفاع کا کام کرتے ہیں۔

یاقوت نے کہا: دمشق مشہور شہر ہے جو کہ شام کا قصبہ ہے اور وہ اپنی خوبصورت عمارتوں، حسین وجمیل اور سرسبز وشاداب قطعات، کثرت پھل اور میوہ جات، انتہائی نفاست، کثرت آب وحاجات وضروریات کے پورا ہو جانے کی وجہ سے بلا خلاف یہ ایک جنت نظیر وادی ہے۔ کسی نے کہا: اسے دمشق نام اس لیے دیا گیا کہ انہوں نے اس کی تعمیر میں بہت جلدی کی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز دمشقی اونٹنی تیز رفتار ہوتی ہے، دمشقی اونٹنی دبلی اور سمارٹ ہوتی ہے، اہل السیر نے لکھا ہے: کہ دمشق نام دمشقان بن قانی بن لامک بن ارفخشد بن سام بن نوح کی وجہ سے رکھا گیا، یہ ابن الکلبی کا قول ہے، ابن الکلبی نے ایک مقام پر کہا: کہ یقطان بن عامر سالف وہ یہاں کے قدیم باسی ہیں۔ [1]

اصمعی نے کہا: دنیا کی جنتیں تین ہیں: غوطہ دمشق (دمشق کا سرسبز وشاداب علاقہ)، نہر بلخ اور نہر ابلہ۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام غوطہ دمشق میں پیدا ہوئے جو قاسیون پہاڑ کی برزہ نامی بستی میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سرزمین انبیاء علیہم السلام کا ٹھکانا اور عبادت گاہ رہی ہے، جبل نیرب میں جو غار ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ٹھکانا اور ابراہیم علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی، ان دونوں میں سے ایک اشعریین میں اور دوسرا برزہ میں ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ہود علیہ السلام نے یہاں ایک بہت بڑی دیوار تعمیر کی تھی، یہاں صحابہ کرام کی قبریں اور ان کے نام سے مشہور ان کے گھر ہیں جو کہ دمشق کے علاوہ اب تک کسی اور شہر میں نہیں ہیں۔ [2]

کثرت انہار دمشق کے خصائص میں سے ہے یہ ایک ہموار سرزمین ہے، جو چاروں طرف سے بلند وبالا پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے، جن میں بہت سی غاریں ہیں، جس قدر اس سرزمین میں انبیا علیہم السلام اور صالحین کی یادگاریں ہیں کسی اور سرزمین میں نہیں ہیں اور یہاں پھل بہت زیادہ ہیں۔

جب مسلمانوں نے یرموک فتح کیا تو ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بشیر بن کعب بن ابی حمیری کو یہاں کا خلیفہ وجانشین مقرر کیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہوئے اور صفر کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، انہیں خبر پہنچی کہ رومی اردن کے شہر فحل میں جمع ہو چکے ہیں اور اہل دمشق کو حمص سے کمک پہنچ چکی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ حملے کا آغاز فحل سے کریں یا دمشق سے، لہٰذا انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور جواب کے انتظار میں مقام صفر پر قیام کیا۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو فتح یرموک کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ امرا میں

[1] معجم البلدان: ۲/ ٤٦٣۔

[2] معجم البلدان: ۱/ ۷۷، ۲/ ٤٦٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے عمرو بن عاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی تبدیلی نہ کی، ان امرا کو برقرار رکھا، انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا دیا اور عمرو کو لوگوں کی مدد کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ لڑائی فلسطین تک پہنچ گئی پھر انہوں نے لڑائی کی کمان سنبھالی اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط کا جواب دیا۔

امابعد! پہلے دمشق پر حملہ کرو اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرو، کیونکہ وہ شام کا قلعہ اور ان کا دارالخلافہ ہے، نیز اہل فحل کی طرف بھی کوئی دستہ بھیج دو جوان سے اہل فلسطین اور اہل حمص سے برسر پیکار رہیں تاکہ اہل فحل تمہاری طرف متوجہ نہ ہوسکیں، پس اگر اللہ تعالیٰ فحل کو دمشق سے پہلے فتح کرادے تو یہی چیز ہم چاہتے ہیں اور اگر اس کی فتح مؤخر ہوجائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دمشق فتح کرادے، تب تک کے لیے کسی کو وہاں دمشق میں چھوڑ جانا تاکہ اس کا نظم ونسق چلا سکے اور خود تمام امرا کو لے کر فحل پر حملہ آور ہونے کے لیے چل پڑنا، اگر اللہ تعالیٰ فحل فتح کرادے تو تم اور خالد حمص چلے آنا اور شرحبیل وعمرو کو اردن اور فلسطین کا امیر بنا کر بھیج دینا اور وہ سپہ سالار بھی ہوں گے، حتیٰ کہ وہ لوگ ان کی امارت سے ہاتھ کھینچ لیں۔ [1]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دس سپہ سالار فحل کی طرف روانہ کیے جو کہ درج ذیل ہیں:

1. ابوالاعور سلمی
2. عبد عمرو بن یزید بن عامر جرشی۔
3. عامر بن حثمہ
4. عمرو بن کلیب
5. عمارہ بن صعق بن کعب
6. صیفی بن علبہ بن شامل
7. عمرو بن حبیب بن عمرو
8. لبدہ بن عامر خثعمہ
9. بشر بن عصمہ
10. عمارہ بن مخش اور عمارہ بن مخش کو ان سب کا قائد مقرر کیا اور ہر لشکر پر پانچ افسر تھے، جو کہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۵۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رؤسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے حتیٰ کہ انہوں نے کوئی ایسا شخص نہ پایا جو ان سے یہ ذمہ داری اپنے ذمہ لیتا۔

لشکر صُفَر سے روانہ ہوا حتیٰ کہ انہوں نے فحل کے قریب پڑاؤ ڈالا، جب رومیوں نے دیکھا کہ لشکر تو ہماری طرف آ رہا ہے انہوں نے فحل کے اردگرد پانی چھوڑ دیا، زمین دلدل بن گئی اور مسلمان بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اسّی ہزار فارسیوں نے اس مقام پر مسلمانوں کو روکے رکھا، شام میں سب سے پہلے اہل فحل کا اور پھر اہل دمشق کا محاصرہ کیا گیا۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ذوالکلاع کو روانہ کیا حتیٰ کہ دمشق اور حمص کے درمیان وہ معاون و مددگار تھا، انہوں نے علقمہ بن حکیم اور مسروق کو روانہ کیا وہ دونوں دمشق اور فلسطین کے درمیان تھے، ابوعبیدہ مرج سے روانہ ہوئے، خالد بن ولید اور علی نے پیش قدمی کی جبکہ عمرو رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے ہراول دستے میں تھے، گھڑ سواروں کے امیر عیاض تھے اور پیادہ فوج کی کمان شرحبیل کر رہے تھے۔

دمشق کا محاصرہ (۱۶ محرم ۱۴ ہجری، مارچ ۶۳۵ء) [1]

مسلمانوں کی فوج نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی جہاں نسطاس بن نسطوس کی حکمرانی تھی، مسلمانوں نے اہل دمشق کا محاصرہ کیا اور اس کے اردگرد پڑاؤ ڈالا۔ ایک طرف ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے، ایک طرف عمرو رضی اللہ عنہ تھے اور ایک طرف یزید تھے۔ ہرقل ان دنوں حمص میں تھا جبکہ شہر حمص ان کے اور ہرقل کے مابین تھا، پس مسلمانوں نے لشکر جرار، تیر اندازوں اور منجنیقوں کے ذریعے تقریباً ستر روز تک اہل دمشق کا بہت سخت محاصرہ کیا، وہ شہر کی حفاظت کر رہے تھے اور ہرقل کے قریب ہونے کی وجہ سے مدد کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے اس سے مدد کی درخواست کی، مسلمانوں اور حمص کے درمیان ذوالکلاع تھے، وہ دمشق سے ایک روز کی مسافت تھے، گویا کہ وہ حمص پر حملہ کرنا چاہتے تھے، اہل دمشق کی مدد کے لیے ہرقل کے لشکر آئے تو ذوالکلاع کے دستوں نے انہیں مار بھگایا اور انہیں اہل دمشق کی مدد کرنے سے باز رکھا، پس یہ لوگ حمص واپس آ گئے اور اہل دمشق اپنی حالت پر بے یار و مددگار مدد کا انتظار

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۵۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرتے رہے، جب اہل دمشق کو یقین ہو گیا کہ امداد ان تک نہیں پہنچ سکتی تو وہ بزدلی اور کمزوری کا شکار ہو گئے۔ ان (اہل دمشق) کے متعلق مسلمانوں کے طمع میں اضافہ ہو گیا، اس سے پہلے اہل دمشق سمجھ رہے تھے کہ جب شدید سردی آئے گی تو یہ صحرائی لوگ محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے، لیکن ان کی یہ امید بھی بر نہ آئی سردی آئی اور گزر گئی لیکن اسلامی لشکر اپنی جگہ ثابت قدم رہا تب جا کر ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور انہیں دخول دمشق پر ندامت ہوئی۔

اہل دمشق کے گورنر بطریق کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو (اس نے دعوت کا اہتمام کیا) لوگوں نے خوب کھایا اور شراب نوشی کی جس کی وجہ سے وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے۔ ان کی اس صورت حال سے مسلمانوں میں سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ باخبر تھے کیونکہ وہ خود سوتے تھے نہ سونے دیتے تھے، ان کی کوئی بات ان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں تھی، ان کی آنکھیں بیدار رہتی تھیں وہ اپنے آس پاس کے حالات کا معائنہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے سیڑھیوں کی طرز کی رسیاں تیار کیں، جب رات ہوئی تو وہ اور ان کے ساتھی لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، خالد بن ولید، قعقاع بن عمرو، مذعور بن عدی اور ان جیسے بہادر حضرات پیش پیش تھے، انہوں نے کہا: جب تم فصیل پر ہماری تکبیر سنو تو ہماری طرف چلے آنا اور دروازے پر حملہ کر دینا، پس جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ جانے والے ساتھی ایک قریبی دروازے تک پہنچ گئے، تو انہوں نے رسیاں اوپر پھینکیں جن کے ذریعے فصیل کے اوپر چڑھ گئے، جن مشکیزوں پر بیٹھ کر انہوں نے خندقیں عبور کی تھیں وہ مشکیزے بھی ان کی پیٹھوں پر تھے، جب دو رسیاں اوپر اٹک گئیں تو قعقاع اور مذعور ان کے ذریعے اوپر چڑھ گئے، پھر ان دونوں نے رسیوں کو اوپر باندھ دیا، جس جگہ سے انہوں نے دھاوا بولا تھا وہ دمشق کے آس پاس سب سے محفوظ جگہ تھی، وہاں بہت زیادہ پانی تھا (جو کہ خندقوں میں بھرا ہوا تھا) اور وہاں سے داخلہ انتہائی مشکل تھا لیکن یہ سب وہاں سے پار چلے گئے، خالد بن ولید کے ساتھ جانے والے تمام ساتھی فصیل پر چڑھ گئے یا دروازے کے قریب پہنچ گئے، آپ کے اکثر ساتھی فصیل سے اندر کی طرف اتر گئے صرف اس جگہ کی حفاظت کے لیے کچھ ساتھی وہاں رہ گئے جہاں سے وہ چڑھ رہے تھے، آپ نے نعرہ تکبیر بلند کرنے کا حکم دیا تو دیوار پر مامور افراد نے نعرہ تکبیر بلند کیا، مسلمان لڑائی کی خاطر دروازے کی طرف دوڑ پڑے اور بہت سے لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسیوں (سیڑھیوں) کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرف سے حملہ آور ہو گئے، خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے جو بھی آتا آپ اسے موت کی نیند سلا دیتے، پھر آپ دروازے کی طرف آئے اور دربانوں کو قتل کر دیا، شہر کے تمام لوگ خوف و ہراس کا شکار ہو گئے انہوں نے اپنی پوزیشنیں سنبھالیں لیکن انہیں صورت حال کا پتہ نہیں چل رہا تھا، ہر کوئی اپنی دھن میں مشغول تھا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے تلواروں کے ذریعے دروازے کے تالے کاٹ ڈالے اور اسے مسلمانوں کے لیے کھول دیا، وہ اندرونی طرف سے ان پر حملہ آور ہوئے حتیٰ کہ جو بھی ان کے سامنے آیا اسے کاٹ کر رکھ دیا۔

جب خالد رضی اللہ عنہ نے خوب خون ریزی کی اور قوت کے ذریعے دشمن کو زیر نگین کرنا شروع کیا تو اس بارے میں دیگر دروازوں کے دربانوں کو علم ہو گیا۔ انہوں نے سارے دروازے کھول دیے اور صلح کی پیش کش کرنے لگے حالانکہ انہوں نے پہلے مسلمانوں کے نصف پیداوار کے مطالبے کو رد کر دیا تھا، مگر انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا اور سارے دروازے کھولتے ہوئے کہا: اندر آ جاؤ اور ہمیں اس دروازے والوں (خالد رضی اللہ عنہ) سے بچاؤ، ہر دروازے والا اپنے آس پاس والوں سے صلح کے انداز میں داخل ہوا لیکن خالد رضی اللہ عنہ قوت کے انداز میں داخل ہوئے، جب خالد رضی اللہ عنہ اور سپہ سالاران اس شہر کے وسط میں ایک دوسرے سے ملے یہ بزور قوت داخل ہوئے اور وہ از روئے مصالحت، لہٰذا خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی صلح نامہ جاری کر دیا گیا پھر عام صلح ہو گئی۔

یہ طبری میں سیف سے منقول روایت کے مطابق ہے، جو کہ ستر دن یا چھ ماہ کے طویل محاصرے کے بعد فتح دمشق کی تسلی کے لیے کافی نہیں ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے نقل کیا ہے، ابن اثیر نے اس روایت کی تلخیص کی ہے جس میں صرف رسیوں کے ذریعے قلعے پر چڑھنے، دروازے کھولنے اور پھر طلب صلح کا ذکر ہے، بلاذری نے فتح دمشق کے اسباب کے ضمن میں طبری کی مذکورہ روایت سے مختلف اسباب نقل کیے ہیں۔ بلاذری نے نقل کیا ہے کہ دمشق کی فتح کے متعلق لکھا ہے کہ یہ فتح اسقف کے تعاون کے مرہون منت ہے جسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ شام سے گزرتے وقت دمشق کے مقام پر امان دی تھی، وہ روایت اس طرح ہے کہ اسقف نے اپنے کسی ساتھی کو خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور اسے اطلاع کی کہ آج لوگ اپنی عید

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں مصروف ہیں، جبکہ مشرقی دروازہ بند ہے جہاں کوئی بھی پہرے دار نہیں ہے اور یہ کہ جب خالد رضی اللہ عنہ شہر میں داخل ہوئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دوسرے دروازے سے بزور وقوت داخل ہوئے۔ وہ دونوں دمشق میں نحاسین کے مقام پر مقسلاط کے کنیسہ پر باہم ملے، بلاذری کی روایت صحیح اساس پر نہیں، دمشق چالبازی اور اسقف کے تعاون سے فتح ہوا نہ ابوعبیدہ بزور و قوت داخل ہوئے، بلکہ وہ تو از روئے مصالحت داخل ہوئے۔

جہاں تک ''مملکت رومانیہ کے سقوط'' کتاب کے مؤلف جیبون کا تعلق ہے اس نے فتح دمشق کے متعلق مکمل تفصیلات لکھی ہیں، اس میں اسقف کے تعاون کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ تفصیلات واقدی کی تفصیلات کے مطابق ہیں جو اس نے کتاب ''فتوح الشام'' میں نقل کی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اہل دمشق نے صلح کے متعلق باہم مشورہ کیا، جب ان میں اختلاف واقع ہو گیا تو روم کے بطریق نے اس موضوع پر توما (توماس) سے بات چیت کرنے کا اشارہ کیا، وہ روم کے معزز افراد میں سے تھا، فتوح شام (کتاب) میں ہے کہ وہ ہرقل کا ازدواجی رشتہ دار تھا، پس توما نے صرف اور صرف لڑائی کا مشورہ دیا، اس نے انہیں کہا: تم عددی لحاظ سے ان سے زیادہ ہو اور ہمارا شہر محصون و محفوظ ہے، تمہارے پاس اتنی فوج اور اس قدر اسلحہ ہے، جبکہ آپ کے مقابل ایسے لوگ ہیں جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا ہے نہ پاؤں میں جوتے، اس نے ان سے عربوں کو دور کر دینے اور ان کے امیر کو قتل کر دینے کا وعدہ کیا، انہوں نے بھی اس سے وعدہ کیا کہ وہ ان کے خاتمے تک قتال کریں گے لہٰذا قلعے کی طرف واپس آ گئے۔

ضرار بن ازور کے ساتھ دو ہزار فارسی تھے جو انہیں ساتھ لے کر فوج اور شہر کے اردگرد چکر لگا رہا تھا اور وہ جس بھی دروازے پر آتا تو وہاں ٹھہر کر وہاں کے لوگوں کو لڑائی کرنے پر ابھارتا اور انہیں ترغیب دلاتا۔

توما اپنے نام سے موسوم ''باب توما'' سے آیا، وہ عبادت گزار دنیا سے بیزار اور بہت شجاع قسم کا انسان تھا، وہ اس روز اپنے محل سے باہر آیا [1] جبکہ بہت بڑی صلیب اس کے سر پر

[1] فتوح الشام: ۱/ ۷۲۷۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھی اور اس کے ساتھ ایک برج پر چڑھا اور اس نے تمام بڑے بڑے پادریوں کو اپنے اردگرد کھڑا کیا، انہوں نے انجیل کو اٹھایا اور اسے صلیب کے قریب رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ظالموں کے خلاف ان کی مدد کرے۔ شرحبیل بن حسنہ نے اسے روایت کیا ہے جو کہ باب توما کی لڑائی میں شریک تھے، توما نے سخت لڑائی لڑی، اس نے لوگوں کو پتھروں سے زخمی کیا اور ٹھیک نشانے پر تیراندازی کی جس سے مقابل لوگ زخمی ہو گئے، ابان بن سعید بن العاص بھی زخمیوں میں سے تھے جنہیں ایک تیر لگا اور وہ وفات پا گئے۔

ابان کی زوجہ کا مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنا [1]

ابان کی اہلیہ اس کی چچا زاد تھی اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، ابھی اس کے ہاتھوں سے مہندی کا رنگ اترا تھا نہ اس کے سر سے عطر زائل ہوا تھا، وہ شجاعت و مہارت میں مردوں جیسی تھی، جب اس نے اپنے خاوند کی شہادت کی خبر سنی تو وہ باپردہ وہاں پہنچی جب انہیں دیکھا تو صبر کا مظاہرہ کیا اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے منہ سے صرف یہ کلمات ادا کیے:

> ''تمہیں شہادت مبارک ہو، تم اپنے رب کے قرب میں جا بسے جس رب نے ہمیں اکٹھا کیا تھا پھر جدائی ڈال دی، میں بھی جہاد کروں گی حتیٰ کہ تمہارے ساتھ آملوں، میں تمہیں ملنے کی مشتاق ہوں، تمہارے بعد کسی سے شادی کرنا میرے لیے حرام ہے، میں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے، امید ہے کہ میں تم سے آملوں گی اور امید ہے کہ بہت جلد ایسے ہو جائے گا۔''

پھر ابان کے لیے قبر تیار کی گئی اور انہیں دفن کر دیا گیا ان کی قبر معروف ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جب انہیں مٹی تلے دفن کر دیا گیا تو وہ ان کی قبر پر نہ ٹھہریں بلکہ اپنے خاوند کا اسلحہ اٹھایا اور خالد کو بتائے بغیر فوج کے ساتھ شامل ہو گئیں اور پوچھنے لگیں: میرا خاوند کس دروازے پر شہید کیا گیا تھا؟ انہیں بتایا گیا کہ باب توما پر، پس وہ شرحبیل بن حسنہ کے لشکر کی طرف گئیں اور ان کے ساتھ شامل ہو گئیں اور فوج کے ساتھ مل کر لڑائی کی جس کی نظیر نہیں ملتی، وہ بہت تیرانداز تھیں۔ انہیں کمان اور ترکش دیا گیا انہوں نے باب توما پر

[1] فتوح الشام: ١/ ٧٢۔٧٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صلیب اٹھانے والے شخص پر تیر چلایا جو اس کے بازو پر لگا، اس کے ہاتھ سے صلیب گر گئی جسے مسلمانوں نے قبضہ میں لے لیا، وہ ہیرے جواہرات سے مرصع تھی، یہ چیز توما پر بڑی شاق گزری، اس نے کمر کس لی، تلوار تھام لی اور لشکر کو آواز دی کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ، وہ تیزی سے نیچے اترا اور دروازہ کھولنے کا حکم دیا، وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے نیچے اترے، وہ پھیلی ہوئی ٹڈیوں کی طرح نکل آئے اور مسلمانوں پر تیر اندازی اور سنگ باری کرنے لگے، مسلمان تیروں کی بوچھاڑ سے بچنے کے لیے پسپا ہونے لگے، جبکہ شرحبیل نے انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال و جہاد پر برانگیختہ کیا، جب اہل دمشق نے توما کے نکلنے اور صلیب اٹھانے والے کے ہاتھ سے صلیب گرنے کی خبر سنی تو وہ بھی دوڑے کہیں معاملہ حد سے نہ بڑھ جائے، توما نے شرحبیل سے صلیب واپس لینے کے لیے ان پر حملہ کر دیا، اس اثنا میں کہ وہ ان کی طرف آ رہا تھا تو ابان کی اہلیہ نے اس کی طرف تیر چلایا جو اس کی دائیں آنکھ پر لگا اور وہ چیختا چلاتا الٹے قدموں واپس ہو گیا، اس (خاتون) نے اسے دوسرا تیر مارنا چاہا تو بہت سے مرد اس خاتون کی طرف بڑھے مگر بہت سے مسلمان اس کی حفاظت کے لیے آ گئے، پس جب وہ دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو گئی تو اس نے پھر سے تیر کمان سنبھال لی، اس نے ایک بہت بڑے رومی بہادر پر تیر چلایا جو اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ زمین پر آ گرا، پھر فوج نے رومیوں پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر دروازے تک پہنچا دیا، ان کے لوگوں نے پتھروں اور تیروں سے دروازے کے اوپر سے اپنے ساتھیوں کا بچاؤ کیا، اسلامی لشکر اپنی جگہ پر واپس آ گیا جبکہ اس معرکہ میں بہت سے رومی کام آئے۔

نوٹ: تب رومی اس دروازے یعنی باب توما سے باہر نکلے اور مسلمانوں سے آمنے سامنے لڑنے لگے، شرحبیل بن حسنہ اسی سمت تھے، اس کا تذکرہ ہم طبری میں پاتے ہیں، ابن اثیر نے اس معرکہ کا ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ مسلمانوں نے اس معرکہ میں بہت سے رومیوں کو قتل کیا، انہیں پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا اور ان کے سامان، اموال اور ان کی صلیب پر قبضہ کر لیا۔

توما شہر میں داخل ہو گیا تو انہوں نے دروازے بند کر لیے، انہوں نے توما کی آنکھ سے تیر نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ نکلا، انہوں نے اسے چیرا تو پیکان (یعنی پھل) اس کی آنکھ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں رہ گیا، پھر وہ فصیل کے اوپر آیا تو اس کی آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی، وہ لوگوں کو ترغیب دینے لگا تاکہ ان کے دلوں سے رعب جاتا رہے۔

شرحبیل بن حسنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیجا تاکہ وہ انہیں اپنے حالات سے آگاہ کرے اور ان سے مدد طلب کرے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا: شرحبیل کے پاس واپس جاؤ اور اسے کہو: میں نے جو تمہیں حکم دیا ہے اس پر قائم رہو اور اس کی پابندی کرو۔ ہر گروہ اور جماعت اپنے اپنے کام میں مصروف ہے وہاں سے کوئی آپ کے پاس نہیں آ سکتا۔ میں تمہارے قریب ہی ہوں اور یہ ضرار بن ازور شہر کا چکر لگاتا ہے اور وہ ہمہ وقت تمہارے پاس ہے، پس قاصد واپس آ گیا تو اس نے اس بارے میں بتایا تو انہوں (شرحبیل) نے صبر کیا اور باقی وقت قتال کرتے رہے، جب شرحبیلبن حسنہ کے توما کے ساتھ معرکہ پیش آنے اور وہاں سے مال غنیمت حاصل ہونے کے بارے میں ابوعبیدہ کو پتہ چلا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔

رومیوں کا شب خون مارنا [1]

جب صبح ہوئی تو توما نے دمشق کے اکابرین اور وہاں جنگجوؤں کو پیغام بھیجا اور انہیں لڑائی پر آمادہ کیا اور کہا: میں نے مسلمانوں پر شب خون مارنے کا عزم کیا ہے، اس نے فوج کا ایک دستہ مشرقی دروازے پر، ایک دستہ باب جابیہ پر اور ہر دروازے پر بہت بڑی نفری مقرر کی، نیز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لیے باب فرادیس پر ایک دستہ مقرر کیا اور خود بہت سے جنگجوؤں کے ساتھ باب توما سے نمودار ہوا، اس نے دروازے پر ناقوس مقرر کیا اور انہیں کہا: جب تم ناقوس سنو تو وہ ہماری نشانی (کوڈ ورڈ) ہے، تم اس وقت دروازے کھول کر تیزی کے ساتھ اپنے دشمنوں پر حملہ کرو، تم جسے بھی سوتا ہوا پاؤ تو اس کے جسم میں تلوار گھونپ دو، اگر تم نے ایسے کر لیا تو پھر تم نے اس رات ان کی جمعیت کو تتر بتر کر دیا، اس نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا: ایک ناقوس لے کر دروازے کے اوپر چڑھ جاؤ، پس جب تم ہمیں دیکھو کہ ہم نے دروازہ کھول دیا ہے تو پھر آہستہ سے ناقوس بجا دینا تاکہ صرف ہماری قوم ہی سن سکے، توما اپنی

---

[1] فتوح الشام: ۱/ ۷۶-۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فوج کا ایک دستہ لے کر روانہ ہوا جنہوں نے زرہیں پہن رکھی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور توما ہاتھ میں صحیفہ ہندیہ لیے ان کے آگے آگے تھا۔ اس نے ہرقل کی طرف سے تحفہ کے طور پر ملنے والا کسروی خود سر پر پہن رکھا تھا، اس پر تلوار کا وار بھی اثر نہیں کرتا تھا، وہ دروازے تک پہنچا تو اس نے ہلکی سے آواز سے ناقوس بجانے کو کہا اور اس کی فوج جلدی کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھی جبکہ مسلمان ان کی پسپائی کی وجہ سے بے خبری کے عالم میں تھے، البتہ وہ بیداری میں تھے، جب انہوں نے آواز سنی تو ایک دوسرے کو جگا دیا، آدمی خونخوار شیروں کی طرح اپنی جگہوں سے کود کود کر آنے لگے اور رات کی تاریکی میں لڑائی ہوئی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چیخ و پکار کی آوازیں سن کر حواس باختہ ہو کر اٹھے اور زور سے کہا: واغوثاہ، (مدد مدد) وا اسلاماہ، رب کعبہ کی قسم! میری قوم سے دھوکہ ہو گیا۔ اے اللہ! اپنی اس آنکھ سے انہیں دیکھ لے جو سوتی نہیں اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے! ان کی مدد فرما۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چار سو شہ سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے، انہوں نے کوئی زرہ پہنی تھی نہ سر پر کوئی خود رکھا تھا انہوں نے عام سے کپڑے پہن رکھے تھے اور سر ننگا تھا، پس وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلتے ہوئے شرقی دروازے پر پہنچے، وہاں جو دستہ مامور تھا اس نے رافع بن عمیرہ الطائی کے ساتھیوں پر حملہ کیا تھا، پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر حملہ کیا اور با آواز بلند کہا: مسلمانو! خوش ہو جاؤ، رب العالمین کی طرف سے مدد آ پہنچی، میں بہادر شہ زور ہوں، میں خالد بن ولید ہوں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومیوں کے بہترین جنگجوؤں پر حملہ کر دیا، انہوں نے بہادر قسم کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور مخالف جنگجوؤں کو قتل کیا، مگر اس کے باوجود ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دروازوں پر موجود مسلمانوں کے بارے میں ان کا دل مشتعل تھا، وہ ان کی آوازیں اور چیخ و پکار سن رہے تھے۔ رومی بلند ستونوں سے تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے، خالد رضی اللہ عنہ کو شرحبیل بن حسنہ کے بارے میں اندیشہ تھا کہ توما اس کے قریب پہنچ چکا تھا، کیونکہ وہ دروازے کے پاس تھا اور شرحبیل کو توما کی جس سنگینی کا سامنا تھا۔ وہ کسی اور کو نہیں تھا، جب شرحبیل نے توما کی آواز سنی تو انہوں نے اس کا قصد کیا، پس توما نے شیر کی طرح شرحبیل پر حملہ کیا، نصف شب بیت جانے تک یہ لڑائی جاری رہی، اِبان کی اہلیہ اس رات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شرحبیل کے ساتھ تھیں اور تیر اندازی کر رہی تھیں، وہ ان کے ایک ایک شخص پر تیز اندازی کر رہی تھیں، حتیٰ کہ اس خاتون نے تیروں کے ذریعے بہت سے رومیوں کو قتل کیا، ایک رومی شخص اس خاتون کی طرف بڑھا تو اس نے اس پر ایک تیر چلایا اور وہ اس کی گردن میں اٹک گیا، اس نے مدد کے لیے رومیوں کو پکارا تو انہوں نے اس (خاتون) پر حملہ کیا اور اسے قیدی بنا لیا اور جس پر اس نے تیر چلایا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور شرحبیل کی تلوار ٹوٹ گئی جبکہ وہ توما کو مار رہے تھے کیونکہ تلوار اس (توما) کی گردن کے اگلے حصے کے سخت غدود پر لگی تھی۔ اور سواروں کے ایک دستے نے رومیوں پر حملہ کیا، ابان کی اہلیہ کو قید سے چھڑا لیا، توما شہر کی طرف واپس بھاگ گیا۔

جہاں تک ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنی طرف سے رومیوں سے خوب قتال کیا، ضرار بن ازور نے اس رات تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کو قتل کیا، جبکہ اس رات ہزاروں رومی مارے گئے، رومیوں نے توما کو صلح کرنے کی درخواست کی، وہ اس کے پاس آئے اور انہیں کہنے لگے: ہمارے بہت سے لوگ مارے گئے اور یہ امیر، یعنی خالد بن ولید، رضی اللہ عنہ نا قابل برداشت ہے، پس آپ صلح کرلیں ہمارے لیے اور آپ کے لیے زیادہ بہتر ہے، توما نے ہرقل کے نام خط لکھا اور اسے صبح ہونے سے پہلے ہی روانہ کر دیا۔ صبح ہونے پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہر امیر کو اپنی جگہ سے پیش قدمی کرنے کا حکم فرمایا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور سخت لڑائی چھڑ گئی اور اہل دمشق پر معاملہ سنگین ہوتا چلا گیا۔

صلح کے متعلق بات چیت [1]

اہل دمشق نے خالد رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں مہلت فراہم کرو، خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں صرف قتال ہوگا۔ یہ صورت حال اسی طرح برقرار رہی حتیٰ کہ محاصرہ ان پر تنگ پڑ گیا جبکہ وہ بادشاہ کے حکم کے منتظر تھے، ان کے اکابرین اور علما میں سے سو آدمی روانہ ہوئے، وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گئے تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا۔

انہوں نے انہیں بٹھایا اور صلح کے بارے میں بات چیت کی، انہوں نے کہا: ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے کنیسوں (گرجا گھروں) کو چھوڑ دیں آپ ان میں

[1] فتوح الشام: ۱/ ۷۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے کسی بھی کنیسہ کو نہ گرائیں، اس پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: کسی بھی کنیسہ کو گرانے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

دمشق میں بہت سے کنیسہ تھے، ان میں سے چند ایک کا نام کنیسہ مریم، کنیسہ حنا، کنیسہ سوق اللیل اور کنیسہ انذار تھا، لہٰذا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے صلح وامان کا پروانہ لکھ دیا۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا سن ۱۴ ہجری میں دمشق میں داخل ہونا [1]

جب اہل دمشق نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے صلح وامان کا پروانہ وصول کر لیا تو درخواست کی: آپ ہمارے ساتھ شہر میں داخل ہوں، وہ ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سو افراد پر مشتمل جماعت بھی اٹھ کھڑی ہوئی ان میں سے پینتیس صحابہ کرام تھے اور پینسٹھ دیگر افراد تھے، جب انہوں نے سفر شروع کیا اور دروازے کی طرف بڑھے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سے کچھ ضمانت چاہتا ہوں حتیٰ کہ ہم تمہارے ساتھ داخل ہوں، پس انہوں نے انہیں ضمانت دے دی۔

جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دمشق میں داخل ہوئے تو پادری اور راہب انجیل اور عودان اٹھائے ان کے استقبال کے لیے آئے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ باب جابیہ سے داخل ہوئے، جبکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں علم نہیں تھا کیونکہ انہوں نے تو ان سے سخت جنگ کی تھی۔

جہاں تک خالد رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ قتال کے بعد شرقی دروازے سے داخل ہوئے اور چلتے چلتے کنیسہ مریم تک پہنچے، تو دونوں لشکر کنیسہ کے پاس باہم ملے: خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لشکر، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے کسی ایک نے بھی تلوار میان سے نکالی ہوئی نہیں تھی، جب خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی تلوار میان سے نہیں نکالی تو وہ یہ صورت حال دیکھ کر حیران ہو گئے، وہ تعجب کے طور پر انہیں دیکھنے لگے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا، خالد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناراضی کے آثار تھے۔ فرمایا: ابوسلیمان! اللہ تعالیٰ نے شہر کو از روئے صلح میرے ہاتھوں فتح کرا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قتال سے

[1] فتوح الشام ۱/ ۷۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بے نیاز کر دیا ہے، خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیسی صلح؟ اللہ تعالیٰ ان کی حالت بہتر نہ بنائے ان کے لیے کیسی صلح؟ اسے تو بزور شمشیر فتح کیا گیا ہے، مسلمانوں کی تلواریں ان کے خون سے رنگین ہیں، ان کے بچوں کو غلام بنالیا گیا ہے اور ان کے اموال لوٹ لیے گئے ہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر محترم! جان لیجئے میں تو صلح کے ذریعے اس شہر میں داخل ہوا ہوں۔ آخر کار خالد رضی اللہ عنہ بھی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی صلح پر رضا مند ہو گئے، توما اور ہربیس نے اپنی قوموں کو شہر چھوڑنے پر جمع کیا۔ بادشاہ کی دمشق میں ریشمی کپڑوں کی الماری تھی جس میں تین سو کے قریب انتہائی قیمتی ریشمی پارچہ جات تھے، اس نے اس الماری نکلوانے کی ذمہ داری لی اور توما نے کہا تو اس کے لیے دمشق کے باہر ریشمی خیمہ لگا دیا گیا۔

رومی اپنا مال و متاع نکالنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے ایک عظیم چیز بھی نکال لی، یہ بات خالد رضی اللہ عنہ پر گراں گزری اور انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے دعا کی: ''اے اللہ! اسے ہماری ملکیت میں دے دے اور اس ساز و سامان اور مال و متاع کو مسلمانوں کے لیے آب و دانہ بنا دے، اے اللہ! دعا قبول فرما، بے شک تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔'' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں تین روز کی امان دی، بہت سے اہل دمشق اپنے اہل و عیال کے ساتھ دمشق سے کوچ کر گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے قرب میں رہنا ناپسند کیا، واقدی کی روایت میں ہے: خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کا پیچھا کیا اور توما کو قتل کیا اور اس نے اس کی تفاصیل بیان کیں، اس کے علاوہ واقدی کا خیال ہے: کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی اور مسلمانوں پر اپنی حکمرانی کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کا خط دمشق میں موصول کر لیا تھا، انہوں نے مخفی طور پر اسے پڑھا تھا، انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق کسی کو نہیں بتایا تھا حتیٰ کہ خالد رضی اللہ عنہ کو بھی نہ بتایا جب تک وہ سریہ (لڑائی) سے واپس نہ آ گئے اور یہ وہ لڑائی ہے جو انہوں نے دمشق سے کوچ کرنے والوں کا پیچھا کرتے ہوئے لڑی تھی، خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی معزولی کی خبر یرموک میں ملی تھی جیسا کہ اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

دمشق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فتح ہوا تھا۔

مسلمانوں کے جس لشکر نے دمشق کا محاصرہ کیا تھا اس کی تعداد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمرو بن العاص کے ساتھ گھڑ سوار:	۹۰۰۰
خالد رضی اللہ عنہ نے عراق سے روانہ کیے:	۱۵۰۰
ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لشکر:	۳۰۰۰
کل:	۱۳۵۰۰

دمشق کی صلح دینار اور غیر منقولہ جائیدار کی بنا پر تھی، ہر فرد سے ایک دینار تھا پس انہوں نے جہاد سے حاصل شدہ سامان باہم تقسیم کیا، خالد رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے باقی ساتھیوں کے برابر حصہ ملا، اسی طرح گھر اور کھیت تقسیم ہوئے، بادشاہوں کی چیزوں کو وقف کر دیا اور مال غنیمت کو درست طور پر تقسیم کیا نیز عمر رضی اللہ عنہ کو خوشخبری کا پیغام بھیجا، جب دمشق فتح ہو گیا تو اس کے بہت سے باشندے انطاکیہ میں ہرقل سے جا ملے، اس طرح بہت سے گھر خالی ہو گئے جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈال لیا۔

معرکہ فحل [1]

جب دمشق فتح ہو گیا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فحل کی طرف روانہ ہوئے اور یزید بن ابی سفیان کو وہاں کا جانشین مقرر کیا، جبکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہراول دستے میں بھیجا اور شرحبیل بن حسنہ کو لوگوں کا امیر مقرر کیا جبکہ اردن کی لڑائی کی وہی سرپرستی کر رہے تھے، میمنہ اور میسرہ پر ابوعبیدہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما تھے۔ گھڑ سواروں کی قیادت ضرار بن ازور کر رہے تھے اور پیدل فوج (انفنٹری) عیاض بن غنم کی امارت میں تھی۔ اہل فحل نے بیسان کا قصد کیا جبکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان یہ ایک دلدل تھی، عرب اس لڑائی کو "ذات الردغة" (کیچڑ والی لڑائی) اور "بیسان" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، رومیوں نے سقلار بن مخراق کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ کیا، انہوں نے دن رات شدید لڑائی کی، رات کی تاریکی چھا گئی تو وہ شکست کھا گئے اور حیران و پریشان تھے کہ اس میں ان کا قائد مارا گیا، جبکہ مسلمان فتحیاب ہوئے، دلدل ان کا مقتل بنی اسّی ہزار رومی اس معرکہ میں قتل ہوئے، ان میں سے صرف وہی

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بچ سکے جو بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے جو مال غنیمت انہیں عطا کیا وہ انہوں نے باہم تقسیم کیا اور ابوعبیدہ و خالد رضی اللہ عنہما حمص کی طرف چلے گئے اور وہ ذوالکلاع حمیری کو بھی ساتھ لے گئے جو کہ مسلمانوں کے لشکر اور حمص کے درمیان مورچہ زن تھے تاکہ وہ دشمن تک کمک نہ پہنچنے دیں۔

فحل کا واقعہ ذوالقعدہ ۱۳ ہجری میں پیش آیا جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ گزر چکے تھے۔

اہل دمشق کا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط [1]

اہل دمشق نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ خط ابوعبیدہ بن جراح کے نام ہے اور یہ خط دمشق اور اس کی سرزمین کے باسیوں اور ارض شام کے عجمیوں کی طرف سے ہے، جب آپ ہماری سرزمین پر آئے تو ہم نے اپنے بارے میں اور اپنے ہم ملت افراد کے بارے میں آپ سے امان طلب کی تھی، ہم نے آپ سے طے کیا تھا کہ ہم شہر دمشق میں کوئی نیا کنیسہ بنائیں گے نہ راہب خانہ اور نہ گرجا بنائیں گے اور ہم اپنے ان کنیسوں کی تجدید بھی نہیں کریں گے جو تباہ کر دیے گئے اور وہ مسلمانوں کے لائحہ عمل میں سے بھی کسی چیز کو نہیں اپنائیں گے، ہم مسلمانوں کو اپنے کنیسوں میں آنے سے منع نہیں کریں گے، وہ دن رات جس وقت چاہیں آ سکتے ہیں، ہم آنے جانے والوں اور مسافروں کے لئے ان کے دروازے کشادہ کر دیں گے، ہم ان کنیسوں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے، مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے کسی شخص کو نہیں چھپائیں گے، ہم اپنے کنیسوں کے اندر ہی ہلکی سی آواز سے ناقوس بجائیں گے، ہم ان پر صلیب نہیں لٹکائیں گے جو کہ باہر نظر آئے، ہم کنیسوں میں اپنی آواز اور قراءت بلند نہیں کریں گے، ہم اپنی صلیب نکالیں گے نہ کتاب، ہم ایسٹر اور عیسیٰ کے بیت المقدس میں داخل ہونے کی یادگار نہیں منائیں گے، ہم اپنے فوت شدگان پر آوازیں بلند نہیں کریں گے، ہم مسلمانوں کے بازاروں میں ان (میتوں) کے ساتھ آگ لے کر نہیں نکلیں گے، ہم ان کے

[1] فتوح الشام: ۱/ ۱۷۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پاس خنزیر لائیں گے نہ شراب بیچیں گے، ہم مسلمانوں کی جماعتوں (مجلسوں) میں شرک ظاہر کریں گے نہ کسی مسلمان کو اپنے دین قبول کرنے کی ترغیب دیں گے نہ اس کی طرف کسی کو دعوت دیں گے، ہم کسی ایسی چیز کو غلام نہیں بنائیں گے جس پر مسلمانوں کے تیر چلے ہوں، اگر ہمارا کوئی رشتہ دار اسلام قبول کرنا چاہے گا تو ہم اسے منع نہیں کریں گے، ہم جہاں بھی ہوں گے اپنے دین پر کاربند رہیں گے، ہم ٹوپی پہننے، پگڑی باندھنے، جوتے پہننے اور بالوں کی مانگ نکالنے میں مسلمانوں کی مشابہت کریں گے نہ ان جیسی سواری استعمال میں لائیں گے۔ ہم ان جیسا کلام کریں گے نہ ان کے ناموں پر نام رکھیں گے، ہم اپنے سروں (بالوں) کا اگلا حصہ کتر کر رکھیں گے، ہم اپنی پیشانی کے بالوں کی مانگ نکالیں گے، ہم اپنی کمر اور پیٹ پر پٹی (زُنار) باندھیں گے، ہم اپنی انگوٹھیوں اور مہروں پر عربی میں کوئی لفظ منقش نہیں کریں گے، ہم سواریوں پر زین نہیں رکھیں گے، ہم کوئی اسلحہ نہیں حاصل کریں گے، ہم اسے اپنے گھروں میں بھی نہیں رکھیں گے، ہم تلواریں حمائل نہیں کریں گے، ہم مسلمانوں کی توقیر کریں گے، اگر وہ چاہیں گے تو ہم انہیں راستہ بتا دیں گے، ہم ان کے گھروں میں نہیں جھانکیں گے، ہم اپنے بچوں کو قرآن نہیں پڑھائیں گے، ہم کسی مسلمان سے شراکت نہیں کریں گے، مگر یہ کہ کسی مسلمان کو تجارتی مسئلہ درپیش ہو، ہم ہر مسلمان مسافر کی ضیافت کریں گے اور اوسط درجے کا جو کھانا میسر ہو گا وہ اسے کھلائیں گے اور یہ ضیافت تین روز کے لیے ہوگی۔ ہم کسی مسلمان کو برا بھلا نہیں کہیں گے جس شخص نے کسی مسلمان کو مارا تو اس نے اپنا عہد توڑ دیا، یہ عہد ہماری جانوں، ہماری اولاد، ہماری ازواج اور ہمارے گھروں کو متضمن ہے، اگر ہم نے اس معاہدے کو بدلا یا اس کی مخالفت کی تو پھر ہماری کوئی حفظ و امان نہیں، ہم نے ان شرائط کے ساتھ امان قبول کی ان کی پابندی ہم پر لازم ہے، اگر ہم پابندی نہ کریں تو پھر جس طرح معاندین اور مخالفین کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے ویسے ہمارے ساتھ سلوک کرنا، اپنی شرائط پر ہم نے اپنے لیے اور اپنے اہل ملت کے لیے امان حاصل کی، پس آپ ہمیں اپنے ملکوں میں رہنے دیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں وارث بنایا، ہم نے آپ کے ساتھ جن شرائط پر معاہدہ کیا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں اور از روئے گواہی وہ کافی ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسی مفہوم کا ایک خط نصاریٰ کے نام لکھا تھا، یہ عسکری احکام

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں، کوئی دینی اوامر نہیں، جیسا کہ استاد کرد علی نے بیان کیا۔

یزدجرد کی فارس پر تخت نشینی، معرکہ قادسیہ (۱۴ ہجری) [1]

بویب کے عظیم معرکہ کے بعد ہم نے مثنی کو عراق چھوڑ دیا اور مدائن میں کئی اہم امور وقوع پذیر ہوئے، فارسیوں کے معزز لوگ رستم اور ملکہ کے ضعف سے بہت پریشان ہوئے اور انہیں اندیشہ ہوا کہ ان دونوں کا ضعف سقوط مملکت کے انجام کی صورت میں منتج ہو گا، انہوں نے رستم اور فیرزان کو قتل کی دھمکی دی، پس رستم اور فیرزان نے کسریٰ کی بیٹی ملکہ بوران سے درخواست کی کہ وہ کسریٰ کی خواتین اور اس کی باندیوں کو اور آل کسری کی خواتین اور ان کی باندیوں کو حاضر ہونے کا خط لکھیں، پس جب وہ آ گئیں تو اُن سے کسریٰ کے کسی بیٹے کے متعلق دریافت کریں تا کہ اسے ان کا بادشاہ بنا دیا جائے، لیکن ان میں سے کسی کے پاس بھی کوئی بیٹا نہ پایا گیا، ان میں سے کسی نے کہا: صرف ایک لڑکا باقی ہے: جسے یزدجرد کہا جاتا ہے جو کہ شہریار بن کسریٰ کی اولاد سے ہے اور اس کی والدہ اہل بادوریا سے ہے، پس انہوں نے اس خاتون کی طرف پیغام بھیجا اور اس سے یزدجرد کا مطالبہ کیا یہ بچہ وہ ہے جو اپنے چچا شیری کی تلوار سے بچ گیا تھا جب اس نے تمام عورتوں کو اکٹھا کیا اور تمام مردوں اور لڑکوں کو قتل کر دیا تھا ، اس بچے کی والدہ نے اسے اس کے ننھیال کے پاس بھیج دیا تھا۔ جب انہوں نے اس خاتون سے اس بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس کے متعلق انہیں بتایا وہ اسے واپس لائے اور اسے حکمران بنا دیا، اس وقت اس بچے کی عمر اکیس سال تھی، معززین اس کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے اس کی اطاعت اختیار کی اور وہ آخری عجمی بادشاہ ہے، جیبون نے ذکر کیا کہ اس کی عمر پندرہ سال تھی، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ اس سے بڑا تھا۔

جب یزدجرد تخت شاہی پر براجمان ہوا اور تاج سلطنت پہنا اور امرا و اکابر اور اعیان و امثال (ممتاز لوگ) اس کے پاس آئے تو اس نے کہا: میں اچھا بیٹا ہوں مجھے یہ بادشاہت بڑوں کے سلسلے سے ملی ہے، میں اصاغر کی حمایت اور تعاون حاصل کروں گا اور اکابر کے مراتب میں اضافہ کروں گا، میں تمہارے متعلق تکبر اور سرکشی و زیادتی کا رویہ اختیار کرنے سے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۷۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اجتناب کروں گا، میں صرف عدل واحسان کو ترجیح دوں گا، بادشاہوں کے لیے باقی رہنے والی چیز صرف ذکر خیر ہے، وہ انسان کے لیے عمر ثانی ہے، سلاطین کی گردنوں پر عدل و دین سے بہتر کوئی زیور نہیں، میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں شر کی بیخ کنی کرنے کی مقدور بھر اور میں معالم حق کے احیا کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

پھر یزدجرد نے اپنی فوج جمع کی اور مسلمانوں سے لڑائی کے لیے رستم کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ انہوں نے جزیرہ میں قیام کیا اور حیرہ کی طرف شہروں کی قلعہ بندی کی، پس جب مثنی نے اپنے لشکر کی تعداد کو کم محسوس کیا تو وہ فرات کے پیچھے ذی قار کی طرف نکل گئے، مسلمانوں کے لیے سرزمین جزیرہ میں بچاؤ کرنا محال تھا کیونکہ مدائن اس کے قریب ہی تھا، اس لیے ضروری تھا کہ جیسے بھی ہو مسلمان اس پر غالب آئیں اور اس پر قبضہ کریں۔ لہٰذا مثنی نے مدد طلب کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا، کیونکہ دشمن انہیں دھمکیاں دے رہا تھا۔

فوجی بھرتی

جب مثنی کا خط عمر رضی اللہ عنہ کو موصول ہوا تو انہوں نے معاملے کو بہت اہمیت دی اور کہا:

''اللہ کی قسم! میں شاہان عجم سے ملوک عرب کو ضرور ٹکراؤں گا۔''

جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فارسیوں نے یزدجرد کو بادشاہ بنالیا ہے تو انہوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ذوالحجہ ۱۳ ہجری کا واقعہ ہے، جب آپ حج کے لیے روانہ ہوئے، عمال عرب کو سواریوں کے ذریعے جلد از جلد خطوط پہنچائے۔

آپ نے ہر سال حج کیا، آپ کے عمال کے درج ذیل نام ہیں:

① مکہ.......... عتاب بن اسید

② طائف.......... عثمان بن ابی العاص

③ یمن.......... یعلیٰ بن منیہ

④ عمان و یمامہ...... حذیفہ بن محصن

⑤ بحرین.......... علاء بن حضرمی

⑥ شام.......... ابوعبیدہ بن جراح

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

⑦ عراق............... مثنی بن حارثہ

⑧ صدقات ہوازن..........سعد بن ابی وقاص

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو یہ حکم دیا: جس جس شخص کے پاس اسلحہ یا گھوڑا یا وہ شجاعت و دلیری یا عقل و دانش رکھتا ہے اسے منتخب کر کے جلد از جلد میری طرف روانہ کر دو، پس قاصد حکم سنتے ہی بتائی ہوئی منزل کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ حج کے لیے روانہ ہو گئے، سب سے پہلے وہ قبائل آپ سے ملے جو مکہ اور مدینہ کی راہ پر آباد تھے، جو اہل مدینہ تھے وہ اس کے اور عراق کے درمیان نصف مسافت پر تھے، جب آپ حج سے واپس آئے تو وہ لوگ آپ سے مدینہ آ کر ملے اور جو اس سے زیادہ مسافت پر تھے وہ مثنی سے جا ملے، جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ سے آ کر ملے تھے انہوں نے اپنے پچھلے لوگوں کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا بذات خود عراق جانے کے لیے تیار ہونا [1]

جب لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہو گئے، تو آپ مدینہ سے نکلے اور صرار نامی چشمے پر پڑاؤ ڈالا، آپ نے وہاں قیام کیا، لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں، کیا آپ خود جائیں گے یا مدینہ میں ٹھہریں گے، جب لوگ آپ سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تو وہ عثمان یا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو آپ کے پاس بھیجتے تھے، عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں عثمان رضی اللہ عنہ کو جانشین کہہ کر پکارا جاتا تھا اور جب یہ دونوں کسی چیز کے بارے میں جس کے بارے وہ جاننا چاہتے تھے نہ جان سکتے تو پھر وہ عباس رضی اللہ عنہ سے درخواست کیا کرتے تھے، لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کا کیا پروگرام ہے؟ انہوں نے آواز دی نماز کے لیے آؤ۔ اس حال میں کہ وہ جمع کرنے والی ہے، پس لوگ آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے تو آپ نے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا، پھر لوگوں کے جواب کا انتظار کیا، پس درج ذیل آراء سامنے آئیں:

① عام رائے

عام لوگوں کی رائے تھی کہ وہ فارسیوں سے لڑنے کے لیے جائیں تو خلیفہ بھی ان کے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ساتھ جائے، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے سے موافقت ظاہر کی اور انہیں کہا: تیاری کرو میں بھی جانے کے لیے تیار ہوں بس کسی بہتر رائے و مشورہ کے آنے کا انتظار ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے زبردستی نہیں ٹھونستے تھے، وہ تو بہتر رائے کے متلاشی رہتے تھے۔

2 خاص رائے [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ علی، طلحہ، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی رائے عام رائے سے مختلف تھی، وہ اس طرح کہ ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے کسی کو لشکر کی کمان دے دیں (اور خود مدینہ میں رہیں)، اگر خواہش کے مطابق فتح نصیب ہوگئی تو ٹھیک ورنہ کسی دوسرے آدمی کو لشکر دے کر بھیج دیں اس میں دشمن کی برہمی اور ناراضی کا زیادہ سامان ہے اور یہی درست رائے ہے، کیونکہ جب خلیفہ بذات خود لشکر کی قیادت کرے یا تو وہ فتحیاب ہوگا یا شکست سے دوچار ہوگا یا پھر میدان جنگ میں شہید کر دیا جائے گا، تب یہ مسلمانوں کے لیے شدید ہزیمت، بہت بڑا خسارہ اور خطرناک انجام ہوگا اور مسلمان یہ چیز پہلے دیکھ چکے ہیں، جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذوالقصہ میں بذات خود لڑنے کے لیے تشریف لے گئے تھے، اس وقت بھی آپ کے ساتھیوں نے آپ سے کہا تھا: رسول اللہ کے خلیفہ! ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ آپ نہ جائیں، کیونکہ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو پھر لوگوں کے لیے کوئی نظام نہیں ہوگا اور آپ کا مقام و قیام دشمن کے لیے زیادہ سنگین ہے، لہٰذا آپ کسی دوسرے شخص کو روانہ کر دیں اگر وہ شہید ہو گیا تو آپ کسی دوسرے کو امیر مقرر کر دیں گے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو بذات خود لشکر کی قیادت فرمایا کرتے تھے، لیکن (اس کا جواب یہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تو یہ تھی کہ ان پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور انہیں نصرت و فتح کی خوشخبری سنائی جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمایا کرتا تھا، لیکن اس کے باوجود جب غزوۂ احد کے موقع پر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں تو اسلامی لشکر اضطراب کا شکار ہو گیا اور لوگ مدینہ کی طرف فرار ہو گئے۔

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتخاب

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نجد میں صدقات ہوازن پر مامور تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے جس طرح دیگر عمال کی طرف خط لکھا ایسے ہی ان کی طرف بھی خط لکھا کہ آپ صاحب الرائے، بہادر اور مسلح افراد کا انتخاب کریں۔ سعد رضی اللہ عنہ کا خط عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سپہ سالار کے انتخاب کے بارے میں ساتھیوں سے مشورہ طلب کر رہے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے خط میں لکھا: میں نے آپ کے لیے ایک ہزار گھڑ سواروں کا انتخاب کر لیا ہے اور وہ سب کے سب بہادر، صاحب الرائے اور اپنی قوم کی مقدس چیزوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں، وہ بڑے خوددار اور عزتوں کے محافظ ہیں، وہ آپ کی اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کا خط ان کے مشورے کے موافق تھا۔ لوگوں نے کہا: آپ (عمر رضی اللہ عنہ) نے اس (سپہ سالار) کو پا لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس کو پا لیا؟ انہوں نے جواب عرض کیا: کچھار کا شیر، آپ نے پوچھا: وہ کون؟ انہوں نے جواب دیا: سعد رضی اللہ عنہ، پس عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات پر اتفاق کیا، انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کو نجد سے بلا بھیجا جب وہ آئے تو انہوں نے انہیں جنگ عراق کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے کہا:

> ''سعد! بنو وہیب کی سعادت۔ آپ کو یہ بات کسی دھوکہ میں مبتلا نہ کر دے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا، بلکہ وہ برائی کو نیکی کے ذریعے مٹاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان صرف رشتہ اطاعت ہے، تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں برابر ہیں خواہ وہ ان کے معززین کی جماعت سے ہوں یا ان کے کم حیثیت لوگوں میں سے ہوں، اللہ ان سب کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں عافیت کے لحاظ سے ان میں باہم درجات ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اس کی نعمتوں کے حق دار ٹھہرتے ہیں، ہر معاملے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں دیکھنا جس طرح ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۲۔۳۸۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اہتمام کیا کرتے تھے، کیونکہ دین وہی ہے، میری آپ کو بس یہی نصیحت ہے، اگر آپ نے اس کو ترک کر دیا اور اس سے بیزاری ظاہر کی تو آپ کے اعمال برباد و ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

جب آپ نے انہیں روانہ کیا تو بلا کر کہا:

میں نے جنگ عراق کے لیے آپ کو سپہ سالار مقرر کیا ہے پس میری وصیت کو یاد رکھنا، آپ ایسی مہم پر جا رہے ہیں جس کا کرب بہت شدید ہے، صرف حق کے ذریعے ہی اس سے خلاصی ہو سکتی ہے، اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خیر بھلائی کا عادی بناؤ اور اسی کے ذریعے مدد طلب کرو اور جان لیجیے کہ ہر عادت ڈالی جاتی ہے لہٰذا خیر کی عادت صبر کی بنا پر ہے، پس صبر کرو اور کسی بھی تکلیف پہنچنے پر صبر کرنے سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خشیت نصیب ہو گی اور جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت دو امور میں جمع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں اور اس کی معصیت سے اجتناب کرنے میں، اطاعت تو یہ ہے کہ بغض دنیا اور حُبّ آخرت کے ذریعے اس کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی یہ ہے کہ دنیا سے محبت اور آخرت سے بیزاری کے ذریعے اس کی نافرمانی کرے، دلوں کے لیے حقائق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان میں سے کچھ پوشیدہ اور کچھ علانیہ ہیں، رہے علانیہ تو وہ حق کے بارے میں مدح و ذم کرنے میں برابر ہیں، رہے مخفی تو وہ دل سے اس کی زبان پر حکمت کے ظاہر ہونے اور لوگوں کی محبت سے پہچانے جاتے ہیں لہٰذا آپ پسندیدہ ہونے میں بے رغبت نہ ہوں کیونکہ انبیا علیہم السلام نے اپنی محبت کی درخواست کی، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے محبوب بنا دیتا ہے اور جب وہ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو اسے مبغوض بنا دیتا ہے۔ آپ لوگوں کے ہاں اپنے مقام و مرتبے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مقام و مرتبے کا لحاظ کریں جو اس نے آپ کے ساتھ معاملہ شروع کیا ہے۔

جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت ان کی عمر چالیس برس تھی، آپ کے ساتھ مدینہ سے عراق جانے والے مجاہدین کی تعداد چار ہزار تھی، عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جو بھی لشکر آتا آپ اسے سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہونے کے لیے روانہ کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہے، سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہونے والوں میں سے طلیحہ بھی تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا پھر بعد میں وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ عمرو بن معدی کرب اور اشعث بھی ان کے ساتھ جا شامل ہوئے تھے، اس طرح سعد رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے لشکر، جو تقریباً پینتیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا، کے سپہ سالار بن گئے اور یہ سب سے بڑا لشکر تھا جو فارسیوں سے لڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ قبائل کے بیان کے ساتھ لشکر کی تفصیل درج ذیل ہے:

① چار ہزار کا لشکر جو سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوا ان میں سے ۳۰۰۰ یمنی...... ۱۰۰۰ باقی تمام لوگ...... اس طرح کل چار ہزار۔

② گیارہ ہزار پر مشتمل لشکر جو سعد رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے کوچ کر جانے کے بعد ان کے ساتھ شامل ہوا، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۲۰۰۰ یمنی...... ۲۰۰۰ نجدی...... ۳۰۰۰ تمیمی...... ۱۰۰۰ ربّی...... ۳۰۰۰ ہزار بنو اسد قبیلے کے افراد...... اس طرح یہ گیارہ ہزار ہوئے۔

③ بیس ہزار مجاہدین پر مشتمل مثنی کا لشکر جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

۶۰۰۰ بکر وائل...... ۲۰۰۰ ربیعہ کے...... باقی افراد، ۴۰۰۰ خالد رضی اللہ عنہ نے مثنی کو چھوڑا تو پھر ان کا انتخاب کیا گیا...... ۴۰۰۰ معرکہ جسر میں باقی رہ جانے والے...... ۴۰۰۰ بجیلہ، اہل یمن میں سے...... ۲۰۰۰ قضاعہ وطی...... یہ تمام لشکر پینتیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھے۔

نوٹ: اہل یمن شام کی طرف لگاؤ رکھتے تھے جبکہ مضر عراق کی طرف اور ربیعہ اہل فارس کے خلاف جسارت کرتے تھے، مسلمان انہیں ربیعہ اسد، ربیعہ فرس کی طرف کا نام دیتے تھے، جبکہ عرب دور جاہلیت میں فارسیوں اور رومیوں کو اسد کا نام دیتے تھے۔

مثنی رضی اللہ عنہ کی وفات (صفر ۱۴ ہجری۔ اپریل ۶۳۵ء) [1]

اس سے پہلے کہ سعد رضی اللہ عنہ عراق پہنچتے مثنی رضی اللہ عنہ معرکہ جسر میں لگنے والے زخم کی وجہ سے وفات پا چکے تھے، مثنی رضی اللہ عنہ اسلام کے عظیم مجاہد تھے، انہوں نے ہی فارسیوں کو فتح کرنے کا اہتمام کیا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف لڑنے کی ترغیب دلائی اور اس معاملے کو ان پر

[1] الاستیعاب: ٤/ ١٤٥٦؛ الاصابہ: ٥/ ٧٦٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آسان کر دیا، وہ مدد بھیجنے کے بارے میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بات چیت کرتے رہتے اور انہیں اس معاملے میں ترغیب دیتے رہتے تھے اور آس پاس کے عرب قبائل کو اکٹھا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ عربوں کے دفاع میں مسیحی قبائل نے بھی آپ کے ساتھ مل کر لڑائی کی، آپ ماہر شہسوار، تجربہ کار، ذہین، حاضر جواب اور عراق کے حالات سے بخوبی واقف تھے، آپ شہروں کے جغرافیہ سے واقفیت رکھتے تھے۔ آپ بہت اچھے منتظم اور صابر سپہ سالار تھے، آپ کسی موقع پر بھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آپ سے آدھی فوج لے کر شام کی طرف کوچ کر جانے اور مسلمانوں کے انہیں چھوڑ کر مدینہ چلے جانے کے بعد بھی وہ مایوس نہ ہوئے، انہوں نے انتہائی نادر اخلاص، عظیم قربانی اور خود فراموشی کا مظاہرہ کیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی نافرمانی کی نہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کسی حکم کی مخالفت کی، بلکہ وہ آپ کے مطیع اور ان کے فرامین کو اپنی تمام جنگوں اور اپنے تمام تصرفات میں بڑی باریک بینی سے نافذ کرنے والے تھے، انہوں نے مال غنیمت کا کبھی طمع نہیں کیا، وہ اسی طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بھی مطیع تھے، انہوں نے ان کی معیت میں ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر ایک مخلص دوست کی طرح لڑائیوں میں شرکت کی اور ان کے خلاف کسی قسم کا اعتراض کیا نہ ان کے متعلق خلیفہ کو کوئی شکایت کی، انہیں دنیا فریب نہ دے سکی، آپ شجاعت کے ساتھ عفیف (پاکدامن) بھی تھے، وہ کسی پر حسد کرتے تھے نہ کسی کو سپہ سالار مقرر کیے جانے پر کوئی اعتراض کرتے تھے جیسے ابوعبید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا تو انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا، بلکہ انہوں نے ان کے ہاتھ مضبوط کیے اور ان کے لیے فوج اکٹھی کرتے رہے، آپ آس پاس کے قبائل کو فارسیوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرتے، آپ نے کسی ظلم کا ارتکاب نہیں کیا جیسا کہ عام طور پر سپہ سالار کرتے ہیں، آپ فصیح و بلیغ اور مؤثر خطیب تھے، جب آپ کبھی اپنی پالیسی میں غلطی کرتے تو فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور لوگوں کو اس طرح کرنے سے منع کرتے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ اصلاح کرتے۔ آپ ایک صالح شخص تھے، اگر آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی نہ ہوتی تو معرکہ جسر میں تمام مسلمان ختم ہو جاتے، اس میں مطلق طور پر کوئی شک نہیں کہ مثنیٰ کا شمار دنیا کے عظیم قائدین میں ہوتا ہے، بے شک عالم اسلام اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کے جہاد اور ان کی زبردست

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کوششوں کا معترف ہے اور دشمن سے قتال کے سلسلہ میں ان کی مسلسل جد و جہد سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آپ کی حیات مبارکہ جہاد کے لیے وقف تھی۔ اللہ تعالیٰ مثنیٰ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اور اپنی جنتیں ان کا مسکن بنائے۔

مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت [1]

مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بشیر بن خصاصیہ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا وہ ان دنوں زرود میں تھے، معنّیٰ اپنے بھائی مثنیٰ کی وفات کے بعد قابوس بن قابوس بن منذر سے لڑنے کے لیے قادسیہ روانہ ہو گئے کیونکہ فارسیوں نے قابوس کو بنو بکر کو ساتھ ملانے کے لیے بھیجا تھا، پھر معنّیٰ مثنیٰ کی وصیت لے کر سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو انہوں نے وصیت کی تھی اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ اسے جلدی سے لے کر زرود کے مقام پر سعد رضی اللہ عنہ کے پاس جائے، لیکن وہ اس کام کے لیے فارغ نہ ہو سکا۔ قابوس نے اسے مشغول کیے رکھا لہٰذا وہ (معنّیٰ) مقام شراف پر سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتے ہیں، مثنیٰ کی سعد رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت تھی کہ وہ اپنے اور مسلمانوں کے دشمن فارسیوں سے اس وقت قتال نہ کریں جب وہ اپنی شیرازہ بندی کر چکے ہوں اور وہ باہم متحد ہو چکے ہوں اور یہ کہ ان کی سرزمین کی حدود پر ان سے قتال کیا جائے جو سرزمین عرب کے قریب ہوں اور یہ کہ ان کی حدود کے اندر گھس کر ان سے قتال نہ کیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائے تو پھر اس کے بعد کا علاقہ بھی انہی کے لیے ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو وہ (مسلمان) اپنی جماعت کی طرف پلٹ آئیں گے پھر وہ اپنی راہوں کو خوب جاننے والے ہیں اور وہ اپنی سرزمین پر زیادہ جری ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ ان (فارسیوں) پر دوبارہ حملہ کر سکیں گے۔

جب مثنیٰ کی سعد رضی اللہ عنہ کے لیے رائے و مشورہ اور وصیت مکمل ہوئی تو انہوں نے ان کے لیے دعائے رحمت کی اور معنّیٰ کو عامل مقرر کیا اور ان (مثنیٰ) کے اہل و عیال سے بہتر سلوک کرنے کی وصیت و تلقین کی اور سعد رضی اللہ عنہ نے سلمیٰ زوجۂ مثنیٰ کو پیغام نکاح بھیجا اور ان سے شادی کر لی۔

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسلمانوں کے لشکروں کی ترتیب [1]

جب سعد رضی اللہ عنہ نے مقام شراف پر پڑاؤ ڈالا تو انہوں نے اپنے پڑاؤ اور لوگوں کے پڑاؤ کے متعلق جو جھاؤ کے درختوں اور صحرا کے مابین ہے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا:

"جب میرا یہ خط آپ تک پہنچے تو آپ لوگوں کو دہائیوں میں تقسیم کر دیں اور پھر ان (دہائیوں) پر ایک ایک نگران مقرر کر دیں اور ان کی فوجوں اور صفوں پر بھی امیر مقرر کر دیں، آپ مسلمانوں کے رؤسا کو حکم دیں کہ وہ شریک ہوں، آپ انہیں مقرر کریں پھر انہیں ان کے ساتھیوں کی طرف روانہ کریں اور ان سے قادسیہ پہنچنے کا وعدہ لیں، مغیرہ بن شعبہ کو اس کے لشکر سمیت اپنے ساتھ ملا لیں آپ ان کے متعلق ہدایات پر مبنی ایک خط مجھے لکھیں۔"

لہٰذا سعد رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف وفد بھیجا اور انہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور انہوں نے قبائل کے سرداروں کی طرف بھی وفد بھیجے، وہ ان (سعد رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے، لہٰذا انہوں نے لوگوں کی تعداد مقرر کی اور مقام شراف پر ان کی صف بندی کی، لشکروں کے امرا مقرر کیے اور نگران بھی مقرر کیے، ہر دس آدمیوں پر ایک نگران مقرر کیا، پرچموں پر سابقون الاولون میں سے کسی کو مقرر کیا، اعشار پر ایسے افراد مقرر کیے جن کا اسلام میں ایک مقام و مرتبہ تھا، لڑائی کے مختلف حصوں پر آدمی مقرر کیے، مقدمۃ الجیش پر زہرہ بن عبداللہ، میمنہ پر عبداللہ بن معتم، میسرہ پر شرحبیل بن سمط، ساقہ (فوج کا پچھلا حصہ) پر عاصم بن عمرو تمیمی، الطلائع (ابتدائی حصے پر) سواد بن مالک تیمی، مجردۃ پر سلمان بن ربیعہ الباہلی، پیادہ پر جمال بن مالک الاسدی، سواروں پر عبداللہ بن ذی سھمین خثعمی کو مقرر فرمایا، خالد بن عُرفطہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا، ملکی وسائل کی فراہمی اور تنظیم کے امرا سپہ سالار کے قریب تھے، اعشار کے امرا ان کے قریب تھے، پھر پرچموں والے، پرچموں والوں اور قائدین کے پاس قبائل کے سردار تھے، لوگوں کے فیصلے کرنے اور مال غنیمت تقسیم کرنے پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی کو مقرر کیا جبکہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ان کا قائد و راہنما مقرر کیا۔

سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ننانوے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے

[1] المنتظم:٤/ ١٦٢؛ تاریخ الطبری:٢/ ٣٨٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھے، تین سو انیس کے قریب ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو بیعت رضوان میں شریک تھے، تین سو ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو فتح مکہ کے موقع پر موجود تھے، سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیٹے تھے، تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں موجود تھے۔

عمر فاروق اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے مابین مراسلت [1]

ہم نے مثنی رضی اللہ عنہ کی سعد رضی اللہ عنہ کو وصیت کے متعلق ذکر کیا ہے، سعد رضی اللہ عنہ مثنی رضی اللہ عنہ کی صلاحیت ومہارت کی وجہ سے اس وصیت کو عملی جامہ پہنانے کا عزم رکھتے تھے کہ اتنے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد رضی اللہ عنہ کو خط موصول ہوا اس میں جو ہدایات تھیں وہ بالکل مثنی رضی اللہ عنہ کی رائے اور وصیت جیسی تھیں، اس خط کی تفصیل درج ذیل ہے:

''أما بعد: آپ اپنے پاس موجود مسلمانوں کو ساتھ لے کر شراف سے فارس کی طرف چلیں، اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، اپنے تمام امور میں اس سے مدد طلب کریں، آپ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ آپ کا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑنے والا ہے جن کی تعداد بہت زیادہ اور تیاری خوب ہے، وہ جنگجو قوم ہیں، وہ محفوظ شہر میں ہیں، اگر وہ آسان بھی ہو تو پھر بھی وہ دریاؤں اور ان کی طغیانیوں کی وجہ سے دشوار ہے مگر یہ کہ زیادہ میں سے تھوڑا سا تمہیں مل جائے، جب تم ان لوگوں سے ملو یا ان میں سے کسی آدمی کو ملو تو ان پر حملہ کرنے میں پہل کرو، ان کی کثرت کو نہ دیکھنا اور نہ وہ تمہیں کسی دھوکہ وفریب کا شکار کر سکیں، وہ ایک دھوکہ باز اور فریبی قوم ہے ان کا معاملہ آپ سے مختلف ہے، مگر یہ کہ جب تم قادسیہ پہنچ جاؤ تو تم ان کی تحقیق کرلو، قادسیہ دور جاہلیت سے فارس کا دروازہ ہے، ان کے مادی مفادات کے لیے یہ ان کے لیے سب سے اہم جگہ ہے، اسی لیے وہ اس کا استحکام چاہتے ہیں، وہ سرسبز وشاداب اور محفوظ مقام ہے، اس کے اردگرد کمان نما ڈاٹ کے پل اور نہریں دفاعی حصار ہیں، پس تمہارے مسلح دستے ان راستوں پر ہونے چاہیں جبکہ باقی فوج پتھروں اور ٹیلوں کے درمیان ہونی چاہیے، پتھروں کے کناروں اور ٹیلوں کے کناروں پر اور ان دونوں کے درمیان ریتلی زمین ہے، پھر اپنی جگہ ٹھہرے رہو وہاں سے نہ ہلو، جب وہ تمہیں جان لیں گے تو آپ انہیں بے چین کردیں

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گے، پھر وہ اپنے تمام لاؤلشکر سمیت تم پر حملہ کر دیں گے، اگر تم نے صبر واستقلال سے کام لیا، ان سے قتال کیا اور امانت کا احترام کیا تو تم کامیاب ہو گے کیونکہ وہ بزدل ہیں اور اگر صورت حال اس سے برعکس ہوئی تو پھر پسپائی اختیار کرتے ہوئے اپنے علاقے میں چلے آنا کیونکہ ان کی نسبت تم اپنی سرزمین کے قریب ہو گے، تم ان پر جرأت کا مظاہرہ کرو گے اور تم اپنے علاقے سے خوب واقف ہو گے، جبکہ وہ بزدل اور علاقے سے ناواقف ہوں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کرے گا اور تمہیں ان پر غلبہ عطا کرے گا۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے شراف سے کوچ کرنے کے دن کے متعلق بھی خط لکھا:

"جب فلاں فلاں دن ہو تو فوج کو لے کر کوچ کرنا حتیٰ کہ عذیب الہجانات اور عذیب القوادس کے درمیان پڑاؤ ڈالنا اور مشرق و مغرب دونوں جانب سے حملے کرنا۔"

پھر انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب موصول ہوتا ہے: [1]

"امابعد: اپنے دل کو مضبوط رکھو، اپنے لشکر کو وعظ و نصیحت نیک نیتی اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی توقع رکھنے کی یاددہانی کراتے رہو، جو شخص غفلت کا شکار ہونے لگے اسے یاد کرا دو، صبر کی تلقین کرو، کیونکہ نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آتی ہے اور اجر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے مطابق ملتا ہے، بچاؤ کرو اور آپ بچاؤ پر ہیں، آپ اس کی راہ پر نہیں؟ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو، "لا حول ولا قوة الا باللّٰه" کثرت سے پڑھو، مجھے لکھو کہ ان کی فوج کہاں تک پہنچ گئی ہے اور تمہارے مقابلے پر آنے والی فوج کا امیر کون ہے؟ کیونکہ میں موقع و محل اور دشمن کے حالات سے کم علمی کی وجہ سے بہت سی باتیں جو تمہیں لکھنا چاہتا ہوں وہ نہیں لکھ سکتا، تم مسلمانوں کی منازل اور اپنے اور مدائن شہر کے درمیان واقع شہر کے حالات اس قدر تفصیل سے لکھو کہ گویا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، مجھے اپنے حالات سے باخبر رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اس سے امید بھی رکھنا، کسی چیز پر ناز نہ کرنا، جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے، اس معاملے پر اللہ تعالیٰ پر توکل کیجیے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، ڈرتے رہنا کہ اگر تم نے اسے اپنے سے دور کر دیا تو پھر وہ

[1] تاریخ الطبری:۲/ ۳۸۷؛ المنتظم:٤/ ١٦٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔"

سعد رضی اللہ عنہ نے شہر کا تعارف کراتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

"قادسیہ خندق اور عتیق (ایک نہر) کے درمیان واقع ہے، قادسیہ کے بائیں جانب بحرا خضر ہے جس کا پھیلاؤ حیرہ تک دو راستوں کے درمیان سے ظاہر ہے، ان میں سے جو ایک ہے وہ بلندی کی طرف جاتا ہے جبکہ دوسرا نہر کے کنارے پر ہے جس کو الحضوض کہتے ہیں، اس راستے پر چلنے والا خورنق اور حیرہ کے درمیان پہنچتا ہے اور قادسیہ کے دائیں جانب سے ولجہ تک پانیوں کے چشمے ہیں۔ اہل سواد میں سے جس نے بھی مجھ سے پہلے مسلمانوں سے صلح کی تھی وہ اب اہل فارس سے میلان رکھتے ہیں اور ہمارے خلاف ہو گئے ہیں، رستم ہم سے ٹکراؤ چاہتا ہے، وہ ہمیں ختم کرنا چاہتے ہیں جبکہ ہم انہیں ختم کرنے کے لیے کوشاں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر رہے گا اور اس کی قضا مسلّم ہے خواہ وہ ہمارے حق میں ہو یا ہمارے خلاف ہو، پس ہم اللہ تعالیٰ سے قضا وقدر کے بارے میں خیر وعافیت کی درخواست کرتے ہیں۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

"تمہارا خط موصول ہوا اور میں نے اس کو سمجھ لیا ہے، پس آپ اپنی جگہ پر قائم رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو بے چین ومضطرب کر کے وہاں سے چلا دے، جان لیجئے کہ بعد میں آنے والے حالات اسی پر منتج ہوں گے، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر غالب کر دے تو ان سے پیچھے نہ ہٹنا حتیٰ کہ تم انہیں مدائن تک دھکیل دو، ان شاء اللہ وہ برباد ہوگا۔"

عمر رضی اللہ عنہ سعد رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصاً اور عمومی طور پر مسلمانوں کے لیے دعا فرماتے۔

میدان قتال [1]

سعد رضی اللہ عنہ صحرا کی حدود کو سامنے رکھتے ہوئے اطمینان کے ساتھ عذیب کی طرف روانہ ہوئے، ایک گھڑ سوار دستے کی حمایت میں عورتوں اور بچوں کو وہیں چھوڑ دیا۔ آپ نے ایک وسیع میدان میں قادسیہ کی طرف پیش قدمی کی جسے فرات سیراب کرتا تھا، مغرب کی طرف سے خندق سابور اس کی حد بندی کرتی تھی، ان دنوں یہ خندق پانی سے بھری ہوئی تھی، اس کے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پیچھے بہت بڑا صحرا تھا، بلادِ عرب سے ایک راستہ اس میدانی علاقے کو عبور کرتا تھا، وہاں قوارب سے حیرہ جانے کے لیے پل کے ذریعہ نہر کو عبور کرنا پڑتا تھا اور پھر وہاں سے ایک راستہ مدائن کی طرف جاتا تھا، یہ میدان قتال کا نقشہ ہے جہاں سے فارسیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑی جاسکتی تھی۔ سعد رضی اللہ عنہ مغربی ساحل پر روانہ ہوئے، انہوں نے قدیس کو مرکز قیادت بنایا، یہ پل سے تھوڑے سے فاصلے پر غدیر پر ایک چھوٹا سا قلعہ ہے، وہیں خیمہ زن ہوئے اور بڑے انہماک کے ساتھ دشمن کی حرکات کا جائزہ لینے کے لیے انتظار کرتے رہے۔

یزدجرد کا قتال کی جلدی کرنا [1]

اگر بادشاہ کی طرف سے قتال کی جلدی پیش نظر نہ ہوتی تو رستم بھی سعد رضی اللہ عنہ کی طرف انتظار کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ عرب نہر عبور کر کے جزیرہ کی طرف آ رہے تھے، وہ حملے کر رہے تھے اور اشراف کے قلعوں پر دھاوا بھول رہے تھے، موسم بہار ختم ہو چکا تھا اور گرمی کا موسم آ چکا تھا، مسلمانوں نے چراگاہوں سے جانور ہانک کر فارسیوں کے زیر اثر قبائل کی طرف بھیجنے شروع کر دیے تھے جو فوج کے لیے غلہ وغیرہ لے کر آتے تھے، پس جب اہل بلاد نے مدد کی درخواست کی اور بادشاہ نے رستم کی انتظار کرنے کی پالیسی کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور فوراً پیش قدمی کا پختہ ارادہ کیا، اسی اثنا میں سعد رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خط و کتابت کرتے رہے، انہیں ہر چیز سے باخبر رکھتے اور ان کی ہدایات پر عمل کرتے تھے، انہوں نے قادسیہ کے متعلق انہیں تفصیلی رپورٹ دی، سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ انتظار کیا، وہ دشمن کی حرکات کا انتظار کرتے رہے، جب انتظار طویل ہو گیا تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

فارسیوں نے کسی کو ہماری طرف نہیں بھیجا اور ہماری معلومات کے مطابق انہوں نے کسی کو سپہ سالار مقرر نہیں کیا، جیسے ہی ہمیں پتہ چلے گا ہم آپ کو مطلع کر دیں گے، آپ اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کریں کیونکہ ہم ایک طرف ہیں اور دوسری طرف شدید لڑائی ہے لہٰذا آپ ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیں، انہوں نے فرمایا: تمہارا سخت جنگجو قوم سے واسطہ پڑنے والا ہے۔

جب سعد رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ بادشاہ نے رستم کو سپہ سالار مقرر کیا ہے تو انہوں نے فوراً

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۸۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے مطلع کیا، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب لکھا: ان کی طرف سے پہنچنے والی کسی قسم کی تکلیف اور ان کی بھرپور تیاری تمہیں پریشانی میں مبتلا نہ کر دے، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اسی پر توکل و بھروسہ کرو، انہیں دعوت دینے کے لیے اچھی شخصیت کے مالک افراد کو بھیجو جو صاحب الرّائے اور بہادر ہوں وہ انہیں دعوت دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں دعوت دینے کو ان کے لیے باعث توہین اور ہمارے لیے باعث کامیابی وکامرانی بنائے گا، مجھے روزانہ خط لکھتے رہنا۔

مسلمانوں کا وفد یزدجرد کو دعوت اسلام دینے جاتا ہے [1]

جب عمر رضی اللہ عنہ کا سعد رضی اللہ عنہ کو جواب موصول ہوا جس میں انہوں نے سعد کو حکم دیا کہ وہ ایک وفد بادشاہ کے پاس بھیجیں، سعد رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن، بُسر بن ابی رُہم، حملہ بن جُویہّ، حنظلہ بن ربیع، فرات بن حیان، عدی بن سہیل، عطارد بن حاجب، مغیرہ بن زرارہ بن النباش الاسدی، اشعث بن قیس، حرث بن حسان، عاصم بن عمرو، عمرو بن معدی کرب، مغیرہ بن شعبہ اور معنّی بن حارثہ پر مشتمل داعیان اسلام کا ایک وفد یزدجرد کی طرف بھیجا، یہ تمام افراد لشکر سے روانہ ہوئے تو یزدجرد کے پاس پہنچے اور انہوں نے رستم کی طرف توجہ نہیں دی، انہوں نے یزدجرد سے اجازت طلب کی، انہیں روک دیا گیا، اس نے اپنے وزرا کو بلایا جن میں رستم بھی شامل تھا، ان سے مشورہ طلب کیا کہ وہ کیا کرے اور انہیں کیا کہے، لوگ اکٹھے ہو کر انہیں دیکھنے گئے، وہ گھوڑوں پر سوار تھے جو کہ ہنہنا رہے ہیں، ان سب کے اوپر دھاری دار چادریں ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کوڑے ہیں، بادشاہ نے انہیں اجازت دی اور ترجمان کو بلا لیا اور اسے کہا: ان سے پوچھو: کون سی چیز تمہیں یہاں لے آئی اور کس چیز نے تمہیں ہمارے ساتھ لڑنے کی دعوت دی اور کس وجہ سے ہمارے ملکوں کا رخ کیا؟ ہم تو تمہاری طرف سے بالکل بے فکر تھے جبکہ تم نے ہمارے خلاف جسارت کی، نعمان بن مقرن نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہاری نمائندگی کرتے ہوئے گفتگو کرتا ہوں اور اگر کوئی اور گفتگو کرنا چاہے تو میں اسے ترجیح دیتا ہوں، ان سب نے کہا: بلکہ تم ہی گفتگو کرو۔ انہوں نے کہا:

"اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا کہ اس نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جو ہمیں خیرو

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۹۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور شرور سے منع کرتے ہیں اور اپنی اطاعت کے صلہ میں دنیا و آخرت کی بھلائی کا ہم سے وعدہ کرتے ہیں، ہر قبیلے سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر کے عزت پائی اور کچھ لوگ ان سے دور رہے، پھر آپ کے عرب مخالف افراد تک یہ دعوت پہنچانے کا حکم دیا گیا تو ہم نے اس کا آغاز کر دیا، یہ لوگ دو طرح سے آپ کے ساتھ شریک ہوئے، کچھ طوعاً اور کچھ کرھاً (بخوشی یا زبردستی)، ہم نے سب کچھ جان لیا کہ ہم کس قدر عداوت اور تنگ دستی کا شکار تھے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم خوشحال ہو گئے، پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے آس پاس کے لوگوں کو دعوت دیں، ہم انہیں انصاف کی طرف دعوت دیتے ہیں، ہم تمہیں بھی اپنے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں، وہ ایسا دین ہے کہ اس نے نیکی کو خوب حسن بخشا اور ہر قسم کی قبیح چیزوں کی خوب مذمت کی، اگر تم نے دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو پھر معاملہ ٹھیک نہیں ہوگا پھر تم جزیہ دینا قبول کر لو اور اگر تم نے اس سے بھی انکار کیا تو پھر لڑائی، اگر تم نے ہمارا دین قبول کر لیا تو ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب تمہارے پاس چھوڑ جائیں گے اور تم نے اپنے تمام فیصلے اس کے مطابق کرنے ہوں گے اور ہم واپس چلے جائیں گے، تم جانو اور تمہارا کام، تمہیں تمہارا ملک مبارک اور اگر تم جزیہ دینا قبول کرو تو ہم اسے بھی قبول کر لیں گے اور تمہارے ساتھ لڑائی نہیں کریں گے ورنہ پھر ایک ہی صورت باقی رہ جائے گی جو کہ لڑائی ہے۔"

یزدجرد نے جواباً کہا:

میں نے روئے زمین پر تم سے زیادہ بدنصیب، تعداد میں کم اور بدترین حالت کا شکار کوئی قوم نہیں دیکھی، ہم (تم سے نمٹنے کے لیے) سرحدی بستیوں کے لوگوں کو تم پر مقرر کر دیا کرتے تھے اور تمہارے لیے یہی کافی ہوتے تھے۔ فارسیوں نے کبھی تم سے لڑائی نہیں کی اور تم بھی یہ خیال نہ رکھنا کہ تم ان کے سامنے ٹھہر سکو گے، اگر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو اس کو ہمارے بارے میں دل سے نکال دو، اگر تنگ دستی نے تمہیں یہاں آنے کی دعوت دی ہے تو پھر ہم تمہاری خوشحالی تک تمہارے لیے خوراک کا انتظام کر دیتے ہیں، ہم تمہارے معززین کا اکرام کریں گے، تمہارے لباس کا بھی انتظام کیے دیتے ہیں اور تم پر ایسا بادشاہ مقرر کر دیتے ہیں جو تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے گا، یہ سن کر وفد نے خاموشی اختیار کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مغیرہ بن زرارہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا:

"اے بادشاہ! یہ لوگ عرب کے سردار اور ان کے معززین ہیں، وہ اشراف ہیں اور اشراف سے حیا کرتے ہیں، اشراف اشراف کی تکریم کرتے ہیں اور اشراف کے حقوق کی اشراف ہی تعظیم کرتے ہیں اور اشراف ہی اشراف کی شان وشوکت بڑھاتے ہیں، انہیں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے انہوں نے وہ مکمل طور پر تیرے سامنے پیش نہیں کیا اور انہوں نے تیری ساری باتوں کا جواب بھی نہیں دیا، انہوں نے اچھا کیا اور ان سے بھی ایسے ہی سلوک ہونا چاہیے، پس تم مجھ سے بات کرو میں تمہیں صحیح جواب دوں گا اور وہ میری گواہی دیں گے کہ تم نے جو ہماری صفت وحالت بیان کی ہے تمہیں اس کا پتہ نہیں، تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہی ہماری اس سے بھی زیادہ بری حالت تھی، ہم فاقہ مستی کا شکار تھے، ہم بھونرے، (سیاہ پَر والا کیڑا) بچھو اور سانپ کھایا کرتے تھے اور ہم اسے اپنا کھانا سمجھتے تھے، زمین کی پشت ہمارا مسکن تھی، ہم اونٹ کے بال اور بکریوں کی کھال کا لباس بنایا کرتے تھے، ہماری دینی حالت یہ تھی کہ ہم باہم قتل وغارت کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے پر غیرت کھاتے تھے اور ہم میں سے کوئی تو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ بیٹیاں ان کے ساتھ کھائیں اس لیے وہ انہیں زندہ حالت میں دفن کر دیا کرتے تھے، یہ ہماری قبل از اسلام کی حالت ہے جو میں نے تمہیں بیان کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک معروف شخص کو ہماری طرف مبعوث کیا، ہم اس کے نسب، اس کے مقام ومرتبہ اور اس کی جائے پیدائش کے متعلق بھی جانتے ہیں، اس کی سرزمین ہماری سرزمین سے بہتر، اس کا حسب ہمارے حسب سے بہتر، اس کا گھر ہمارے گھروں سے بڑا اور اس کا قبیلہ ہمارے قبیلوں سے بہتر، جبکہ وہ بذات خود ہم سے بہتر تھے، انہوں نے ہمیں دین کی دعوت دی تو ان کے کسی بھی ہم عمر شخص نے اسلام قبول نہ کیا صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ بنے۔ انہوں (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی بات کی تو ہم نے بھی جواب دیا، انہوں نے سچ فرمایا جبکہ ہم نے جھٹلایا، وہ بڑھتے گئے، ہم نقصان اٹھاتے اور کم ہوتے گئے، آپ نے جو کہا وہ ہوا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق واتباع ہمارے دلوں میں ڈال دی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ ہمارے درمیان اور رب العالمین کے درمیان رابطہ تھے، انہوں نے ہمیں جو کہا، وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا، انہوں نے ہمیں جو حکم دیا وہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا، انہوں نے ہمیں بتایا: تمہارا رب فرماتا ہے: بے شک میں اکیلا ہی معبود ہوں میرا کوئی شریک نہیں، جب کچھ بھی نہیں تھا تو میں تھا، میرے سوا ہر چیز کو فنا ہے، میں نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز نے میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، میری رحمت نے تمہیں آغوش میں لے رکھا ہے، میں نے اس شخص کو تمہاری طرف مبعوث کیا ہے تاکہ وہ تمہیں ایسی راہ کی نشاندہی کرے جو موت کے بعد تمہیں میرے عذاب سے بچا سکے اور میرا گھر دارالسلام (جنت) تمہیں دلا سکے۔ پس ہم اس کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ وہ حق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے حق لے کر تشریف لائے ہیں اور فرمایا: جس شخص نے اس دین کے متعلق تمہاری اتباع کی تو پھر اس کے اور تمہارے حقوق و فرائض ایک جیسے ہوں گے اور جو شخص اس دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس پر جزیہ پیش کرو اگر وہ جزیہ دینے پر رضا مند ہو تو پھر اپنی جانوں کی طرح اس کی حفاظت کرو اور جو شخص اس (جزیہ) سے بھی انکار کر دے تو اس سے قتال کرو، میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا جو شخص تم میں سے شہید کر دیا جائے گا تو میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص غازی بن جائے گا تو میں اس سے عداوت رکھنے والے کے خلاف اس کی مدد کروں گا، پس اب تم جسے چاہو اختیار کر لو چاہے تو ذلیل ہو کر جزیہ دے دو، اگر چاہو تو قتال کر لو یا پھر مسلمان ہو کر اپنی جان بچا لو۔''

اس نے کہا: کیا تم اس طرح میرے سامنے آتے ہو؟ انہوں نے کہا:

میں صرف اپنے مخاطب کے سامنے آتا ہوں۔ اگر تیرے علاوہ کوئی اور شخص مجھ سے مخاطب ہوتا تو میں اس طرح تیرے سامنے نہ آتا۔ پھر اس نے کہا: اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا، تمہارے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں پھر اس نے مٹی کا ٹوکرا لانے کو کہا اور پھر کہا: ان میں سے جو سب سے زیادہ معزز شخص ہے اسے اس پر لاد دو پھر اسے ہانکتے ہوئے باب مدائن سے باہر نکال دو، اپنے صاحب (سپہ سالار) کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میں رستم کو اس کی طرف بھیج رہا ہوں حتیٰ کہ وہ اسے اور تمہیں اس کے ساتھ ہی قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا، پھر میں اسے تمہارے ملک بھیجوں گا حتیٰ کہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سابور میں تمہیں پہنچنے والی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف پہنچاؤں گا۔ (یہ باتیں سن کر) عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ مٹی وصول کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں ان سب سے زیادہ معزز اور ان کا سردار ہوں پس انہوں نے مٹی کندے پر رکھی اور اپنی سواری کی طرف آئے تو اس پر سوار ہو کر مٹی لی اور سعد کے پاس پہنچ کر کہنے لگے: مبارک ہو، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی چابیاں ہمیں عطا کر دیں۔ [1]

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۹۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لشکر رستم کی روانگی (رمضان ۱۴ ہجری۔ اکتوبر ۶۳۵ء) [2]

اس کے بعد رستم نے انتظار کیے بغیر ایک لاکھ بیس ہزار نفوس پر مشتمل فوج اکٹھی کی جس میں ہاتھی بھی تھے لیکن اس کے باوجود وہ آہستگی کے ساتھ چلتا ہوا آیا، اس نے بابل کے قریب فرات کو عبور کیا اور حیرہ کی طرف پیش قدمی کی حتیٰ کہ مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ گیا اور سامنے کنارے پر پڑاؤ ڈالا، رستم نے میمنہ پر ہرمزان کو، میسرہ پر مہران بن بہرام رازی کو اور اپنی پشت پر بیرزان کو مامور کیا، رستم نے اہل حیرہ کو بلایا اور کہا: اللہ کے دشمنو! تم عربوں کے ہماری سرزمین پر قدم رکھنے سے خوش ہو بیٹھے ہو، تم ہماری مخالفت میں ان کے معاون ہو اور تم نے مال وزر کے ذریعے انہیں قوت فراہم کی، ابن بُقیلہ کے ذریعے اس سے بچو، انہوں نے اسے کہا: تم ہی اس سے بات کرو لہٰذا وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

جہاں تک تمہارا اور تمہاری بات کا تعلق ہے کہ ہم ان کے آنے پر خوش ہیں، پس انہوں نے کیا کیا؟ اور ہم ان کے کس کام کی وجہ سے خوش ہیں؟ ان کا زعم ہے کہ میں ان کا غلام ہوں اور وہ ہمارے دین پر نہیں اور وہ ہمارے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ میں جہنمی ہوں، تم نے جو کہا ہے کہ ہم نے ان کی معاونت کی ہے تو انہیں کیا ضرورت ہے کہ ہم ان کی معاونت کریں؟ جبکہ تمہارے ساتھی تو راہ فرار اختیار کر چکے اور ان کے لیے بستیاں خالی کر دیں اور انہیں روکنے والا کوئی بھی نہیں تھا، وہ جدھر سے چاہتے داخل ہو سکتے تھے خواہ اپنی دائیں طرف سے خواہ بائیں طرف سے، تم نے جو کہا ہے کہ ہم نے مالی طور پر انہیں تقویت پہنچائی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی جانوں کے بارے میں انہیں رشوت دی ہے کہ اگر وہ ہم سے باز نہ آتے تو ہمیں اندیشہ تھا کہ وہ ہمیں قیدی بنا لیتے اور اگر ان سے لڑائی کرتے تو وہ ہمارے جنگجو افراد کو قتل کر دیتے، صورت حال یہ ہے کہ تم میں سے جن افراد نے ان سے مقابلہ کیا وہ بھی ان سے عاجز آ گئے جبکہ ہم تو زیادہ عاجز تھے۔ عمر کی قسم! تم ہمیں ان سے زیادہ محبوب اور ہمارے نزدیک بہتر ہو پس تم ہمیں ان سے بچاؤ ہم تمہارے معاون ہوں گے، ہم تو سیاہ فام علوج کی طرح غالب قوم کے غلام ہیں، رستم نے کہا: اس آدمی نے سچ کہا۔

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۹۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سعد رضی اللہ عنہ کا اپنے لشکر کو قتال سے روکنا [1]

مسلمان سعد رضی اللہ عنہ کے احکام کی تنفیذ کی ناگواری کے باوجود ایک طویل مدت تک عراق میں بلا قتال قیام کرنے سے بے چین تھے، صرف چند چھوٹے چھوٹے معرکے ہوتے رہے۔ سعد رضی اللہ عنہ اور رستم نجف میں چھوٹے دستے روانہ کرتے رہے، فارسیوں کا قائد جالینوس نجف اور سُلَیْحِیْن میں تھا، پس اس نے تاریکی میں چکر لگایا تو سواد اور حمیضہ کو سو سو کے دستے میں روانہ کیا، پس انہوں نے ڈیلٹا (یعنی تکونی زمین جو دریا کے دہانے پر واقع ہو) کے علاقے میں غارت گری کی، جب رستم کو یہ خبر پہنچی تو اس نے ان کی سرکوبی کے لیے ایک دستہ روانہ کیا، سعد رضی اللہ عنہ نے بھی سن لیا کہ اس کا دستہ آگے نکل گیا ہے تو انہوں نے عاصم بن عمرو اور جابر اسدی کو ان کے پیچھے روانہ کیا، عاصم ان سے مل گیا جبکہ فارسیوں کا دستہ انہیں گھیر رہا تھا تاکہ وہ ہتھیار پھینک دیں، جب فارسیوں نے اسے دیکھا تو وہ فرار ہو گئے اور مسلمان مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ اسدی کو بھیجا، طلیحہ کو رستم کے لشکر کے ساتھ کاروائی کرنے کا حکم دیا جبکہ عمرو کو جالینوس کے لشکر کی مہم پر روانہ کیا، طلیحہ اکیلے روانہ ہوئے جبکہ عمرو چند ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے، سعد رضی اللہ عنہ نے قیس بن ہبیرہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور کہا: اگر تم قتال کے وقت پہنچ جاؤ تو پھر تم ان کے امیر ہو گے، انہوں نے طلیحہ کو اس کی معصیت کی وجہ سے بے وقعت کرنے کا ارادہ کیا، رہا عمرو تو اس نے اس کی اطاعت کی پس وہ روانہ ہوا حتیٰ کہ عمرو سے ملاقات کی، اس سے طلیحہ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا: مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں، پس جب وہ دونوں جوف کی طرف سے نجف پہنچے، قیس نے اسے کہا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میں ان کے لشکر پر قریب سے حملہ کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا: ان پر؟ اس نے کہا: ہاں! قیس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس معاملے میں تمہاری موافقت نہیں کروں گا کیا تم مسلمانوں کو اس مہم میں جھونکنا چاہتے ہو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے؟ اس نے جواب میں کہا: تمہاری کیا حیثیت ہے؟ قیس نے کہا: مجھے تمہارا امیر مقرر کیا گیا ہے اور اگر میں امیر نہ ہوتا تو میں ایسے نہ کرتا۔ اسود بن یزید نے کچھ لوگوں کی

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۳۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

موجودگی میں یہ گواہی دی کہ ہاں سعد رضی اللہ عنہ نے اسے کہا تھا کہ جب عمرو اور طلیحہ اکٹھے ہو جائیں گے تو پھر تم (قیس) ان کے امیر ہو گے۔ یہ سن کر عمرو نے کہا: قیس! اللہ کی قسم! اگر میری زندگی میں ایسا وقت آ جائے کہ اس میں کوئی امیر ہو تو وہ بہت برا وقت ہوگا، مجھے تمہارے اس دین سے اپنے سابقہ دین کی طرف پلٹ جانا اور اس کی خاطر لڑتے ہوئے مر جانا زیادہ پسندیدہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو میرا امیر مقرر کیا جائے اور کہا: اگر وہ شخص بھی آ جائے جس نے تجھے بھیجا ہے اور ایسی بات کہے تو ہم اس سے بھی الگ ہو جائیں گے۔ قیس نے کہا: تم اس حالت تک پہنچ چکے ہو، پس وہ دونوں معاملہ لے کر سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور دونوں نے ایک دوسرے کی ان سے شکایت کی، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: عمرو! ہزار کے مقابلے میں سو کی شہادت سے خیرو سلامتی کی خبر مجھے زیادہ پسند ہے، کیا آپ فارسیوں کے میدان کا قصد کرتے ہیں تاکہ تم سو کے ساتھ ان سے ٹکرا جاؤ! اگرچہ میں لڑائی کے بارے میں تمہیں اپنی نسبت بہتر سمجھتا ہوں، تو انہوں نے کہا: آپ دونوں کو فیصلے کا اختیار حاصل ہے۔

طلیحہ کی جرأت

طلیحہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ وہ چاندنی رات میں ان کے لشکر میں جا گھسے، انہوں نے وہاں کا جائزہ لیا، انہوں نے ایک شخص کے خیمے کی رسیاں کاٹیں اور اس کے گھوڑے کو نکال لیا، پھر وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ذوالحاجب کے لشکر کے پاس سے گزرے، وہاں ایک شخص کو ہلاک کر ڈالا اور اس کا گھوڑا نکال لائے، جالینوس کے لشکر میں داخل ہوئے وہاں بھی ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کا گھوڑا بھی نکال لائے۔ وہاں سے نکلے اور کوفہ کے قریب خرارہ نامی جگہ پر پہنچ گئے، پھر وہ شخص جو نجف میں تھا وہ روانہ ہوا، جو کہ ذوالحاجب کے لشکر میں تھا، پھر جالینوس کے لشکر کا شخص بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ سب سے پہلے جالینوس کے لشکر کا آدمی انہیں ملا، پھر حاجبی اور پھر نجفی، انہوں نے پہلے دو کو تو قتل کر دیا اور تیسرے کو قید کر لیا اور اسے سعد کے پاس لے آئے تو انہیں پورا واقعہ بیان کیا، وہ شخص مسلمان ہو گیا، تو سعد نے اس شخص کا نام مسلم رکھ دیا اور اسے طلیحہ کے حوالے کر دیا، پس وہ ان تمام جنگوں میں طلیحہ کے ساتھ رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رستم قتال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے

رستم بہادر، شہ سوار اور لڑائی میں سب سے آگے رہنے والا شخص تھا، وہ ستاروں کی پیش گوئی پر یقین رکھتا تھا پس اس نے فارسیوں کی قسمت کے ستارے کو منحوس دیکھا، اس نے جان لیا کہ ان کی خوشحالی بدحالی میں بدل چکی ہے۔ اس نے حزن و مایوسی سے بھرپور ایک خط اپنے بھائی کے نام لکھا، جس کی عبارت درج ذیل ہے جو کہ ''شاہنامہ'' سے نقل کیا گیا ہے: [1]

میں نے اسرار کواکب میں دیکھا اور انجام کار سے واقف ہوا، پس میں نے ساسانیہ کے بادشاہ کے گھر کو خالی پایا اور ان کا بادشاہ عافیت کی چال چلا، سورج چاند اور زہرہ نے عربوں کے حملہ کرنے اور ان کے غالب آنے پر اتفاق کیا ہے اور انہوں نے صرف خیر و بلندی ہی دیکھی ہے، جبکہ ان کے مقابل آنے والوں کی میزان خالی ہے، ہمارے حصہ میں تو صرف تنگی اور بدنصیبی ہے، میں نے عمیق نظر سے غور و فکر کیا ہے ہمیں ایک بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے اور ہمیں بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہے، بہتر یہی ہے کہ میں سکوت کو ترجیح دوں، میں معاملہ مالک الملک کے حوالے کرتا ہوں۔ اس نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا: ہمارے اور ان کے مابین قاصدوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ ہم اس سرزمین کو ان کے مابین تقسیم کر دیں اور فرات کی ایک جانب وہ ہو جائیں اور اس کی دوسری جانب ہم ہو جائیں۔ اور یہ کہ ہم ان کیلئے مارکیٹ و منڈی کی طرف ان کے لیے راستہ کھول دیں حتیٰ کہ وہ وہاں داخل ہو کر وہاں خریداری کر سکیں، یہ ان کا قول ہے کاش کہ ان کا فعل بھی اسی کی موافقت کرے۔ پھر یہ کہ ہر روز معرکہ ہوتا ہے اور اس میں ایرانی ہلاک ہو رہے ہیں اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ان کی شجاعت، ان کی مردانگی، ان کی عددی قوت اور ان کی تیاری کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہیں اور وہ قادر و غالب دشمن کے معاملے کو معمولی سمجھ رہے ہیں، حالانکہ وہ ستاروں کی گردش کے راز سے واقف نہیں، پس جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو اپنے اموال، خزانے، گھڑ سوار اور پیادہ اکٹھے کر لے اور آذربائیجان کی طرف دوڑو اور ان بلاد کے ساتھ تعلق مضبوط کرو اور میری والدہ کو میرے حالات سے مطلع کرنا اور ان (والدہ) سے دعا

[1] الشاھنامہ: ۲/ ۲۶۵۔۲۶۶، ترجمہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی درخواست کرنا کیونکہ میں اور میرے ساتھی تنگی اور تکلیف میں ہیں اور مایوسی و پریشانی کا شکار ہیں، میں جانتا ہوں کہ میں اس معرکہ سے صحیح سلامت نہیں لوٹوں گا، پھر تم بادشاہ کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس درخت سے اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔

رستم نے دونوں لشکروں کے جنگ میں مدمقابل آنے سے پہلے اپنے بھائی کے نام یہ خط لکھا۔ مصادر عربیہ جن پر ہم اعتماد کرتے ہیں، ان میں سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے، جیسے الطبری، ابن الاثیر، اس میں ہے کہ رستم نے کئی بار مسلمانوں سے بات چیت کی اور اس نے کوشش کی کہ لڑائی نہ ہو، اس فارسی مصدر خطاب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسے عربوں کے غلبے اور فارسیوں کی ہزیمت کی توقع تھی، یہ ان کے عظیم قائد رستم کی رائے تھی، حالانکہ اس کی قیادت میں ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو تھے جو ہاتھیوں، گھوڑوں، تلواروں، نیزوں اور خودوں کے ساتھ تیار ہو کر آئے تھے اور ان کے پاس وافر مقدار میں رسد اور بہت زیادہ اموال تھے، جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف پینتیس ہزار افراد تھے جو کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت تھے۔ ان کے پاس وافر مقدار میں رسد بھی نہیں تھی، اس لیے وہ لشکر کی بقا اور نشوونما کے لیے وہاں کے قبائل پر غارت گری کر کے وہاں کے مویشیوں پر قبضہ کر لیا کرتے تھے، اس کے باوجود رستم کو ہزیمت کی توقع تھی وہ اپنے بھائی کو آذربائیجان کی طرف پیش قدمی کرنے کی نصیحت کرتا ہے، اسی لیے اس نے مسلمانوں کو قتال سے روکنے کے لیے بہت کوشش کی اس نے ان کی کمزور حالت، قلت تعداد اور ان کی کم تیاری کا ذکر کیا اور فارسیوں کے بہتر حال کا ذکر ان پر ظاہر کیا اور ان کے غلبہ و سلطان کا بھی ذکر کیا لیکن اس کے باوجود وہ دو اسباب کی وجہ سے کامیاب نہ ہوئے۔

① یزدجرد قتال کے بارے میں جلدی کرتا تھا کیونکہ فارسیوں نے اسے بطور بادشاہ منتخب کیا تھا۔ فارسیوں کے معززین کو عربوں کے ہاتھوں سقوط مملکت کا اندیشہ تھا پس انہوں نے ان سے قتال کیلئے اسے اپنا سرپرست مقرر کیا مسلمانوں کے حملوں اور غارت گری کی وجہ سے فارسیوں نے آس پاس کے قبائل سے بھی مدد کی درخواست کی، دارالخلافہ خطرے میں تھا۔ مسلمانوں کو روکنے اور ان سے انتقام لینے کی وجہ سے معززین قتال میں شدید رغبت رکھتے تھے، انہیں اپنی شجاعت اور کثرت تعداد کا غرور تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ عربوں سے بہتر اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

زیادہ ترقی یافتہ ہیں، وہ ان کی بدحالی، تنگ دستی، قحط سالی اور بوسیدہ لباس کا انہیں طعنہ دیا کرتے تھے اور انہیں عار دلایا کرتے تھے۔

② کیونکہ مسلمان فتح کی خاطر فتح کے متلاشی نہیں تھے، بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ان میں سے جو شہید کر دیا گیا وہ جنت میں داخل ہوگا، پس انہوں نے رستم کے سامنے تین امور پیش کیے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے: اسلام یا جزیہ یا قتال، اس کے علاوہ انہوں نے کسی قسم کے تحفے تحائف وصول کرنے سے انکار کر دیا۔

ہم یہاں اس بات چیت کا تذکرہ کریں گے جو صلح کے حوالہ سے رستم اور مسلمانوں کے مابین ہوئی، انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جب رستم نے العتیق پر پڑاؤ ڈالا اور رات گزارنے کے بعد صبح کی تو اس کی فوج نے تأمل سے کام لیا، حتیٰ کہ وہ کسی ایسی جگہ پر آیا جہاں سے مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لے سکے، لہٰذا جب وہ کمان نما ڈاٹ کے پل پر ٹھہرا، اس نے زہرہ کی طرف پیغام بھیجا، وہ اس کی طرف آیا حتیٰ کہ اسے کھڑا کر لیا، پس اس نے اسے صلح پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اسے کہا کہ وہ اسے اس قدر انعام دے گا کہ وہ (اسلامی لشکر) یہاں سے چلے جائیں، رستم اس طرح کی باتیں کرنے لگا: تم ہمارے پڑوسی ہو، تمہاری ایک جماعت ہماری سلطنت میں تھی ہم ان سے اچھی ہمسائیگی سے پیش آئے، ان سے تکلیف و پریشانی دور کی، انہیں بہت سی سہولتیں فراہم کیں، ہم ان کے دیہاتی علاقوں میں ان کی حفاظت کرتے ہیں، ہم ان کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں، ہم اپنے ملکوں سے انہیں غلہ بھیجتے ہیں، ہم نے اپنے ملک میں ان پر کوئی تجارتی پابندی نہیں لگائی، اس پر ان کی معیشت کا انحصار تھا، وہ انہیں صلح کی پیش کش کرتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اصل میں وہ صلح چاہتا ہے لیکن صراحت نہیں کرتا۔ [1]

زہرہ نے اسے جواب دیا: تم نے سچ کہا، جیسے تم نے بیان کیا بالکل حالات ایسے ہی تھے، لیکن ہمارا معاملہ ان جیسا نہیں، ہماری طلب ان جیسی نہیں، ہم تمہارے پاس طلب دنیا کے لیے نہیں آئے، ہماری طلب اور مطمع نظر تو آخرت ہے، جیسے تم نے بیان کیا ہم ویسے ہی

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھے، ہمارے جو لوگ تمہارے پاس آئے وہ تمہارے اطاعت گزار تھے، وہ تمہارے سامنے دست سوال دراز کیا کرتے تھے کیونکہ وہ ضرورت مند تھے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا، اس نے ہمیں اپنے رب کی طرف دعوت دی جسے ہم نے قبول کر لیا، پھر اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: میں نے اس جماعت کو ایسے لوگوں پر مسلط کر دیا ہے جو میرے دین کو اختیار نہیں کریں گے، میں ان کے ذریعے ان سے انتقام لوں گا اور جب تک یہ دین سے وابستہ رہیں گے میں انہیں غالب رکھوں گا اور وہ دین حق ہے، جو شخص اس سے بیزاری ظاہر کرے گا وہ ذلیل ہو جائے گا اور جو شخص اس سے تعلق قائم رکھے گا وہ معزز بن جائے گا۔

رستم نے پوچھا: وہ دین کیا ہے؟

زہرہ نے بتایا: اس کا ستون جس کے بغیر کوئی چیز درست نہیں ہو سکتی وہ اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کا اقرار کرنا ہے، اس نے کہا: یہ کیسی اچھی بات ہے، اس کے علاوہ کیا ہے؟

زہرہ نے کہا: بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لانا۔

رستم نے کہا: بہت خوب، اس کے علاوہ بھی ہے؟

زہرہ نے کہا: تمام انسان آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد اور آپس میں حقیقی بھائی ہیں، اس نے کہا: یہ بھی کتنی اچھی بات ہے، پھر رستم نے زہرہ سے کہا:

مجھے بتاؤ کہ اگر میں اس امر پر راضی ہو جاؤں اور میں اپنی قوم سمیت اسے قبول کر لوں تو پھر تمہارا کیا معاملہ ہوگا؟ کیا تم واپس پلٹ جاؤ گے؟ زہرہ نے کہا: اللہ کی قسم! پھر ہم تجارت یا کسی ضرورت کے بغیر تمہارے ملکوں میں کبھی نہیں آئیں گے۔ اس نے کہا: تم نے اللہ کی قسم میری بات سچ ثابت کر دی البتہ اہل فارس نے جب سے اردشیر کو ذمہ داری سونپی ہے انہوں نے کسی شخص کو اپنے سفلی اعمال سے نکلنے کی دعوت نہیں دی، جب وہ اپنے اعمال سے نکلتے تو وہ کہا کرتے تھے: ان کی حدود سے تجاوز کرو اور ان کے اشراف ومعززین سے عداوت رکھو۔

اس پر زہرہ نے اسے کہا: ہم لوگوں کے حق میں تمام انسانوں سے بہتر ہیں ہم استطاعت نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رکھتے کہ ہم ویسے ہو جائیں جیسے تم کہتے ہو، ہم سفلہ (کم درجہ کے لوگوں) کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو شخص ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ [1]

وہ وہاں سے ہٹا اور کچھ فارسیوں کو بلایا اور ان سے اس گفتگو کا ذکر کیا، انہوں نے رستم کی موافقت نہ کی بلکہ مخالفت کر ڈالی۔

سعد نے ربعی بن عامر کو اس کی طرف بھیجا، انہوں نے اس سے ملاقات کے لیے تیاری کی، فرش بچھایا اور رستم کے لیے سونے کا تخت سجایا، زرین گاؤ تکیے لگائے، جبکہ ربعی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اپنی تلوار اور تیر کمان ساتھ لے کر آئے، ان کے سر میں چار چوٹیاں سی بنی ہوئی تھیں اور انہوں بوسیدہ کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ درباریوں نے انہیں کہا: اپنا اسلحہ رکھ دو، لیکن رستم نے انہیں اسلحہ ساتھ لانے کی اجازت دے دی، وہ اپنے نیزے کا سہارا لیتے ہوئے آگے بڑھے، وہ اپنے نیزے کی انّی سے قالین اور دیبا کے فرش کو کاٹتے چلے گئے ان کا کوئی بھی قالین اور دیبا کا فرش کٹنے اور سوراخ ہونے سے بچ نہ سکا۔ جب وہ رستم کے قریب پہنچے تو وہاں ایک محافظ آ گیا، آپ زمین پر بیٹھ گئے، اپنا نیزہ اس قالین پر گاڑ دیا، درباریوں نے کہا: کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم تمہاری اس زینت کی جگہ پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے، رستم نے ان سے گفتگو کی، اس نے کہا: تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے، اللہ کی قسم! ہم اس لیے آئے ہیں کہ جو شخص بندوں کی عبادت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف آنا چاہے اسے اس سے نکالیں، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت و فراخی کی طرف لائیں، ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لائیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا دین دے کر ہمیں اپنے مخلوق کی طرف بھیجا تا کہ ہم انہیں اس کی طرف دعوت دیں، جس نے ہم سے اسے قبول کرلیا، تو ہم نے اسے اس سے قبول کرلیا اور ہم اس سے (قتال کیے بغیر) پلٹ جائیں گے، ہم اسے اور اس کی زمین و ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور جو شخص انکار کر دے تو ہم اس سے لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرف پہنچ جائیں۔

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا وعدہ جنت ہے جو کہ دین کا انکار کرنے والوں سے قتال کرتے ہوئے شہید ہو جانے والوں کے حصہ میں آتی ہے اور غازیوں کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

رستم نے کہا: میں نے تمہاری گفتگو سنی، کیا تم اس معاملہ کو کچھ مؤخر کرتے ہو حتیٰ کہ ہم بھی اس پر غور وفکر کرلیں اور تم بھی؟ انہوں نے کہا: ہاں تم کتنے دن مہلت چاہتے ہو ایک دن یا دو دن؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ ہم اتنی مہلت چاہتے ہیں حتیٰ کہ ہم اپنے اہل الرائے اور اپنی قوم کے سرداروں کے نام خط لکھ سکیں، وہ اصل میں ربعی کی مقاربت اور مدافعت چاہتا تھا، انہوں نے کہا: اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو ہمارے لیے طریقہ مقرر کیا ہے اور ہمارے ائمہ نے جس پر عمل کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہو جاتا ہے تو پھر ہم تین دن سے زیادہ مہلت نہیں دیتے، پس ہم تمہیں بھی تین دن کی مہلت دیتے ہیں، پس اپنے اور ان کے معاملے پر غور وفکر کرلو اور تین دن کی مدت گزرنے کے بعد تین چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلینا: اسلام قبول کرلینا ہم تمہیں اور تمہارے ملک کو چھوڑ جائیں گے، یا پھر جزیہ دینا قبول کرلینا ہم تیرا دفاع کریں گے اور اگر تمہیں ہماری مدد کی ضرورت نہ ہوئی تو ہم چلے جائیں گے اور اگر تمہیں ضرورت ہوئی تو ہم تیرا دفاع کریں گے، یا پھر چوتھے روز میدان سجے گا، اور ہم چوتھے روز بھی پہل نہیں کریں گے مگر یہ کہ تم پہل کرو، میں اس بات پر اپنے ساتھیوں کی طرف سے ضمانت دیتا ہوں، بلکہ اس پورے لشکر کی طرف سے جسے تم دیکھ رہے ہو ضمانت دیتا ہوں، اس نے پوچھا: کیا تم ان سب کے سردار ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! لیکن تمام مسلمان جسم کی مانند ہیں وہ سب ایک ہیں ان میں سے عام آدمی کی ضمانت ان کے اعلیٰ آدمی کی طرف سے تصور کی جاتی ہے۔

رستم اہل فارس کے رؤسا کے ساتھ تنہائی میں میٹنگ کرتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے: تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم نے اس شخص کے کلام سے زیادہ واضح اور بارعب کلام کبھی سنا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے کہ تم اس کی طرف ذرا بھی مائل ہو جاؤ اور اپنا دین چھوڑ دو، کیا تم اس کے کپڑے نہیں دیکھ رہے ہو؟

رستم نے کہا: تمہاری بربادی ہو کپڑوں کی طرف نہ دیکھو، بلکہ کلام، رائے اور سیرت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی طرف دیکھو، کیونکہ عرب خوراک ولباس کو اتنی اہمیت نہیں دیتے بلکہ وہ اپنے حسب ونسب کی حفاظت کرتے ہیں، لباس کے معاملے میں وہ تمہاری طرح نہیں، وہ تمہاری طرح اسے اہمیت نہیں دیتے۔ [1]

جب مقررہ مدت ختم ہو گئی تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ اسی شخص کو ہماری طرف بھیجو، سعد رضی اللہ عنہ نے حذیفہ بن محصن کو ان کے پاس بھیجا، تو اس نے بھی وہی بات کی جو زہرہ نے اس سے کی تھی، پھر انہوں نے کسی اور آدمی کو بھیجنے کی درخواست کی تو سعد رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا، رستم نے یہ پیش کش کی کہ مسلمانوں کے امیر کو ایک سوٹ، ایک خچر اور ہزار درہم دیے جائیں گے اور ہر مجاہد کو کھجوروں کا ٹوکرا اور دو کپڑے دیے جائیں گے بشرطیکہ وہ فارسیوں سے لڑائی کیے بغیر واپس چلے جائیں، لیکن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور واپس چلے گئے، رستم نے فارسیوں کے سرداروں کو لڑائی سے باز رہنے پر مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی، لیکن وہ لڑائی کرنے پر مصر تھے، اہل حیرہ سے عبود نامی شخص رستم کا ترجمان تھا۔

فارسی نہر عبور کرتے ہیں [2]

جب مدت مکمل ہو گئی تو رستم نے کہا: کیا تم نہر پار کر کے ہماری طرف آتے ہو یا ہم تمہاری طرف آئیں؟ انہوں نے جواب دیا: بلکہ تم ہماری طرف آؤ، وہ رات کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے، سعد رضی اللہ عنہ نے فوج کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں اور اس (رستم) کو دریا عبور کرنے کے لیے کہا، انہوں نے پل سے گزرنا چاہا تو انہوں نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم اس پل سے نہیں گزر سکتے، ہم جو چیز تم سے لے چکے ہیں وہ تمہیں واپس نہیں کریں گے، انہیں پل کے بغیر عبور کرنے کی مشکل میں ڈال دیا، پس وہ قادسیہ کے سامنے رات بھر لکڑیوں، مٹی اور کمبلوں وغیرہ کے ذریعے نہر عتیق کو پاٹنے لگے حتیٰ کہ صبح ہونے تک انہوں نے اپنے لیے راستہ بنا لیا، پس وہ اپنے ساز و سامان سمیت نہر پار کر گئے اور انہوں نے عتیق کے کنارے پڑاؤ ڈالا، پھر رستم نے دو زرہیں اور آہنی خود پہنا اپنا اسلحہ لیا اور اپنے گھوڑے پر زین لگانے کا حکم دیا، جب گھوڑا لایا گیا تو وہ اس طرح کود کر اس پر سوار ہوا جیسے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۲۔ [2] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۶؛ المنتظم: ۴/ ۱۶۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس نے اسے ہاتھ لگایا نہ رکاب میں پاؤں رکھا، پھر کہنے لگا: کل ہم انہیں کوٹ پیس کر رکھ دیں گے، کسی فوجی نے اسے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ رستم نے کہا: اگر اس نے نہ چاہا تب بھی۔

لڑائی کی تیاری ❶

جب اہل فارس دریا عبور کر آئے اور صف بندی کر لی، رستم اپنے تخت پر براجمان تھا، اس پر سایہ کیا گیا تھا، قلب (وسط میں اٹھارہ ہاتھی تھے جن پر صندوق اور آدمی سوار تھے، دائیں بائیں آٹھ اور سات ہاتھی تھے جن پر صندوق اور آدمی تھے، جالینوس اس کے اور اس کے دائیں دستہ کے درمیان تھا جبکہ بیرزان اس کے اور اس کے بائیں دستہ کے درمیان تھا، پل دو گھڑسوار دستوں کے درمیان تھا ایک مسلمان گھڑسوار دستہ اور دوسرا مشرکوں کا گھڑسوار دستہ، یزدجرد نے اپنے ایوان کے دروازے پر ایک آدمی کو مقرر کر رکھا تھا، جب رستم روانہ ہوا، اسے اس کے ساتھ رہنے کا حکم دیا اور اسے کہا کہ جونہی گھر سے کوئی خبر سنے تو وہ مجھے بتائے، جبکہ ایک شخص گھر کے باہر مقرر تھا اور اسی طرح ہر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک آدمی مقرر تھا، پس جب رستم نے پڑاؤ ڈالا، تو ساباط پر مقرر شخص نے کہا: رستم پڑاؤ ڈال چکا ہے، اس نے دوسرے شخص کو بتایا، اس طرح ایک دوسرے کو بتاتے بتاتے باب ایوان پر مقرر شخص تک خبر پہنچ جاتی، اس نے ہر دو مرحلوں کی مسافت پر ایک آدمی مقرر کیا تھا، پس جب بھی رستم پڑاؤ ڈالتا، یا کوچ کرتا یا کوئی واقعہ پیش آتا تو وہ اسے بتاتا، وہ اپنے ساتھ والے کو اور وہ اپنے ساتھ والے کو حتیٰ کہ وہ باب ایوان پر مقرر شخص کو بتاتا، پس اس نے عتیق اور مدائن کے درمیان خبر رسانی کے لیے آدمی مقرر کیے تھے، اس نے ڈاک کا نظام ترک کر دیا تھا اور یہ نظام بہتر اور تیز تر تھا۔

مسلمانوں نے بھی صف بندی کی، زہرہ اور عاصم کو عبداللہ اور شرحبیل کے درمیان مقرر کیا گیا، ہراول اور پیش پیش رہنے والے دستے کے سربراہ کو گھڑسواروں پر مقرر کیا، جبکہ وسط اور جانبین کے افراد کو باہم ملا دیا اور اعلان کرا دیا:

"سن لو! اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جہاد کرنے کے سوا حسد کرنا جائز نہیں، لوگو! باہم حسد کرو اور جہاد کے مسئلہ پر غیرت کا مظاہرہ کرو۔"

❶ تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۷؛ المنتظم: ۴/ ۱۷۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سعد رضی اللہ عنہ کا بیمار ہو جانا

سعد رضی اللہ عنہ کو پھوڑے اور عرق النساء کا مرض تھا، وہ گھوڑے پر سوار ہو سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے لہٰذا وہ قلعہ ہی سے لوگوں (فوج) کو دیکھتے رہتے تھے وہ سینے کے بل ایک تکیے کا سہارا لیے اوندھے پڑے رہتے تھے، آپ پرچیوں پر احکام ونواہی لکھ کر خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک دیتے تھے، جو کہ ان کے نیچے تھے، خالد، سعد کے خلیفہ کی مانند تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں وہی نگرانی کر رہے تھے، فوج نے ان پر عیب زنی کی کیونکہ وہ کسی محفوظ جگہ سے قائد کو دیکھنے کے عادی نہیں تھے، پس وہ فوج کے پاس آئے اور اپنا عذر پیش کرتے ہوئے اپنی رانوں اور سرین کے زخم دکھائے، تو فوج نے ان کا عذر قبول کیا اور ان کی شجاعت پہ شک نہ کیا، انہوں نے اپنے خلاف شر انگیزی کرنے والے افراد کو پکڑا اور انہیں قلعہ میں قید کر دیا۔

خطبہ سعد [1]

سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا:

"بے شک اللہ تعالیٰ حق ہے، بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے فرامین ومواعید میں کوئی خلاف نہیں، اللہ جل ثناؤہ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴾ [2]

"اور البتہ ہم نے نصیحت کرنے کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔"

"بے شک یہ (سرزمین) تمہاری میراث اور تمہارے رب کا کیا ہوا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے تین سال سے تمہارے لیے حلال کر رکھا ہے، تم اس سے کھلا رہے ہو اور کھا رہے ہو، اس کے باشندوں کو قتل کر رہے ہو، تم ان پر غالب آ رہے ہو اور انہیں قیدی بنا رہے ہو، یہ لشکر انہی میں سے تم پر حملہ آور ہونے کے لیے آئے ہیں، تم معززین عرب اور ان کے اعیان ہو، ہر قبیلہ کے منتخب افراد اور معززین ہو، اگر تم دنیا سے بیزاری ظاہر کر کے آخرت کو ترجیح دو گے تو

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۰۸۔ [2] ۲۱/ الانبیاء: ۱۰۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت دونوں عطا فرما دے گا، یہ (قتال) کسی کو اس کی موت کے قریب نہیں کر سکتا، اگر تم نے بزدلی، پست ہمتی اور کمزوری کا مظاہرہ کیا تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم اپنی آخرت بھی خراب کر بیٹھو گے۔''

عاصم بن عمرو کا خطبہ

عاصم بن عمرو کھڑے ہوئے تو کہا:

''اللہ تعالیٰ نے ان ممالک کے باشندوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور تم تین سالوں سے ان سے جو فوائد حاصل کر رہے ہو وہ تم سے حاصل نہیں کر رہے، جبکہ تم غالب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے، اگر تم نے صبر کیا اور شمشیر و سناں کا صحیح استعمال کیا تو ان کے اموال، ان کی خواتین، ان کے بیٹے اور ان کے ملک تمہارے لیے ہیں اور اگر تم کم ہمتی اور بزدلی کا شکار ہو گئے تو پھر اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ ہی تمہارا حافظ و نگہبان ہے اور ہلاکت و تباہی کے اندیشے کے پیش نظر یہ تمہارا لشکر ثابت قدم نہیں رہے گا، اللہ! اللہ! ایام سابق اور ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کو یاد کرو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے پیچھے جو زمین ہے وہ سنگلاخ اور بے آب و گیاہ ہے جہاں کوئی درخت ہے نہ کوئی جائے پناہ جہاں پناہ حاصل کی جائے! تم آخرت کو اپنا مطمع نظر بناؤ۔''

سعد رضی اللہ عنہ نے علم برداروں کے نام خط لکھا: میں نے خالد بن عرفطہ کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے، میں نے اپنی تکلیف کی وجہ سے انہیں امیر مقرر کیا ہے، میں تکلیف کی وجہ سے اوندھے منہ تمہاری نگرانی کر رہا ہوں، پس تم اس کی بات غور سے سنو اور اس کی اطاعت کرو وہ میرا ہی حکم تمہیں پہنچائے گا اور میری رائے کے مطابق کام کرے گا۔

انہوں نے یہ پیغام مجاہدین کو سنایا تو ان کے خیر و بھلائی کے جذبے میں اضافہ ہو گیا، انہوں نے ان کی رائے کو کافی سمجھا اور ان کی طرف سے جاری ہونے والی ہدایات کو قبول کیا، سمع و طاعت پر باہم ترغیب دی اور سعد رضی اللہ عنہ کے عذر پر اتفاق کیا اور انہوں (سعد رضی اللہ عنہ) نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جو کیا اس پر رضا مندی ظاہر کی، سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سورۃ الجہاد جو کہ سورۂ انفال ہے پڑھنے کا حکم دیا، جب سورۃ الانفال کی تلاوت کی گئی تو مجاہدین کے دل پر سکون ہو گئے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور انہوں نے اس کی قراءت سے سکون کی معرفت حاصل کر لی، پس جب اس کی قراءت سے فارغ ہو گئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لو حتیٰ کہ تم نماز ظہر ادا کر لو، پس جب تم نماز پڑھ لو تو میں ایک نعرہ تکبیر بلند کروں گا تو تم بھی نعرہ تکبیر بلند کرنا اور تیار ہو جانا، جب تم دوسری تکبیر سنو تو اپنا اسلحہ حمائل کر لو، جب میں تیسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو تم بھی نعرۂ تکبیر بلند کرو اور تمہارے شہ سوار مستعد ہو جائیں، پس جب میں چوتھی مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کروں تو سارے ہلہ بول دو حتیٰ کہ تم اپنے دشمن سے گھمسان کی جنگ لڑو اور کہو: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یوم ارماث (معرکہ قادسیہ کا پہلا دن) [1]

جب سعد رضی اللہ عنہ نے تیسرا نعرہ تکبیر بلند کیا تو بہادر و دلیر جوان مقابلے کے لیے نکل آئے اور انہوں نے اعلان جنگ کیا، اسی طرح کے دلیر افراد فارسیوں میں سے بھی مقابلے کے لیے آئے۔ انہوں نے شمشیر وسناں کو باری باری آزمایا اور غالب بن عبداللہ اسدی درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے:

قد علمت واردة المسائح ذات اللبان والبنان الواضح

إني سمام البطل المشايح وفارج الأمر المهم الفادح

''جھکے گیسو، لمبی انگلیوں (پوروں) اور ابھرے ہوئے سینے والی کو معلوم ہے کہ میں تیز پھرتیلا اور غیور جنگجو ہوں اور میں اہم و مشکل کام کا بھی کوئی حل نکال لیتا ہوں۔''

ہرمزان کے مقابلے کے لیے آیا، وہ شاہان باب میں سے تھا، وہ تاج پہنے ہوئے تھا تو غالب نے اسے قید کر لیا اور اسے سعد رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آئے اور اسے وہاں پہنچا کر خود پھر میدان کارزار میں چلے گئے۔ عاصم بن عمرو یہ شعر پڑھتے ہوئے میدان میں آئے:

قد علمت بيضاء صفراء اللبب

مثل اللجين إذ تغشاه الذهب

إني امرؤ لا من يعينه السبب

مثلي على مثلك يغريه العتب

''وہ سفید رنگت والی جو کہ زرد رنگ کی ہنسلی پہنے ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہو، جانتی ہے، کہ میں کیسا آدمی ہوں، وہ نہیں جسے کوئی سبب وعلت نقصان پہنچا سکے میرے جیسا شخص جب تجھ جیسے شخص پر حملہ آور ہوتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی مصیبت چمٹ جائے۔''

پس عاصم بن عمرو نے ایک فارسی پر حملہ کیا، تو وہ بھاگ نکلا، انہوں نے اس کا پیچھا

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیا حتیٰ کہ جب وہ اپنی صفوں میں جا گھسا، عاصم کی ایک فارسی سے ملاقات ہوئی اس کے پاس ایک خچر تھا پس اس فارسی نے خچر چھوڑا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا تو انہوں نے اس کو تو بچا لیا مگر، عاصم وہ خچر اور ساز و سامان لے کر اپنی صفوں میں پہنچ گئے، بعد میں پتہ چلا کہ وہ بادشاہ کا باورچی تھا، انہوں نے وہ سامان سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچایا اور خود اپنی جگہ واپس آ گئے پھر عمرو بن معدی کرب نے ایک عجمی کو قتل کر دیا، انہوں نے اس کی گردن توڑ دی اور اس کی تلوار اس کے حلق پر رکھی اور اسے ذبح کر دیا پھر اسے پھینک کر کہا:

''ان کے ساتھ اس طرح سلوک کرو۔''

مجاہدین نے جواب دیا: ابوثور! جس طرح تم نے کیا اس طرح کرنے کی کون استطاعت رکھتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کے کنگن اور قبا بھی لے لی۔

ہاتھی [1]

پھر ہاتھیوں نے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کیا تو فوجی دستے منتشر ہونا شروع ہو گئے، فارسیوں نے سترہ ہاتھیوں کے ساتھ بنو بجیلہ پر حملہ کیا، ہاتھیوں کی وجہ سے بجیلہ کے گھوڑے بدک گئے۔ قریب تھا کہ بجیلہ گھوڑوں کے بدکنے سے ہلاک ہو جائے اور ان کے ساتھی بھی ان کی طرح ہی متاثر ہوئے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سعد رضی اللہ عنہ نے بنو اسد کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ بنو بجیلہ اور ان کے ساتھ دیگر مجاہدین کا دفاع کریں، لہٰذا طلیحہ بن خویلد، حمّال بن مالک، غالب بن عبداللہ اور الربیل بن عمرو اپنے دستوں کے ساتھ روانہ ہوئے، انہوں نے ہاتھیوں کا سامنا کیا حتیٰ کہ ان کے سواروں نے ان کا رخ موڑ دیا، ہر ہاتھی پر بیس افراد سوار تھے اور وہ ایسے لگ رہے تھے جیسے متحرک قلعے ہوں، پس جب طلیحہ اپنی قوم میں کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا:

''اے خاندان والو! بے شک اپنا نام بلند کرو اور شہرت پاؤ اور یہ اس کے ساتھ ہی وابستہ مشروط ہے، اگر یہ (سعد رضی اللہ عنہ) ان لوگوں کی مدد کے لیے تم سے کسی کو بہتر محسوس کرتے تو وہ ان سے مدد طلب کرتے، ان پر پُر زور حملہ کرو،

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بپھرے ہوئے شیروں کی طرح حملہ کرو، تمہارا نام اسد (شیر) رکھا گیا ہے، تم اپنے کردار سے ثابت کرو کہ تم واقعی ہی شیر ہو، حملہ کرو پیچھے نہ ہٹو، بار بار حملہ کرو راہ فرار اختیار نہ کرو، ربیعہ کے کیا کہنے، یعنی وہ عمدہ کام کرتے ہیں! کوئی ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا! کیا ان کی کمین گاہوں تک رسائی ممکن ہے؟ پس تم اپنی کمین گاہوں سے بے نیاز ہو جاؤ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا! اللہ کا نام لے کر ان پر ٹوٹ پڑو۔"

وہ شمشیر وسناں سے ان پر وار کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے ہاتھیوں کا راستہ روک دیا، طلیحہ کی طرف ان کا ایک بڑا اسور ما آیا تو طلیحہ نے اس سے مقابلہ کیا اور آناً فاناً اسے قتل کر ڈالا۔

اشعث بن قیس کندہ (قبیلے) میں کھڑے ہوئے اور کہا:

"کندہ کی جماعت! بنو اسد کے کیا کہنے! وہ کیسا عمدہ کام کرتے ہیں! وہ دن بھر خوب لڑے، وہ اپنے آس پاس والوں سے بے نیاز ہو گئے اور تم دیکھ رہے ہو کہ لڑائی میں تمہیں کون کفایت کرتا ہے، تم نے آج اپنے عرب ہونے کا جو خوب مظاہرہ کیا ہے میں اس کا گواہ ہوں، کیونکہ وہ تو لڑتے لڑاتے تھے، جبکہ تم سواریوں پر بیٹھے دیکھ رہے تھے۔" [1]

ان میں سے دس افراد کود کر اس کی طرف آئے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ تمہاری شان کو استحکام نہ بخشے، تم نے تو ہماری بدنامی کر دی جبکہ ہم تو مورچہ بند رہنے میں سب سے بہتر ہیں، ہم نے کب اپنی عرب قوم کو بے یار و مددگار چھوڑا اور ان سے برا سلوک کیا، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ لہٰذا اشعث بن قیس نے لڑائی شروع کی تو انہوں نے بھی لڑائی شروع کی اور انہوں نے ان لوگوں کو پسپا کر دیا جو انہیں ایذا پہنچا رہے تھے، جب اہل فارس نے اسد کے فوجی دستے کی طرف سے ہاتھیوں کو پہنچنے والا نقصان دیکھا تو انہوں نے ان پر دوبارہ حملہ کر دیا، ذوالحاجب اور جالینوس بھی اس حملے میں شریک تھا، مسلمان سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے چوتھے نعرۂ تکبیر کا انتظار کرتے رہے، فارسیوں کے گھڑ سوار دستے ان ہاتھیوں کے ساتھ قبیلہ اسد کے خلاف جمع ہو گئے اور انہوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بعد میں سعد رضی اللہ عنہ نے چوتھی مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند نہ کیا، جب انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو فارسیوں کے گھڑ سوار دستے بنو اسد قبیلے کے خلاف اکھٹے ہو گئے، اور ان کے ساتھ ہاتھی بھی تھے، مسلمانوں نے پیش قدمی کی اور بنو اسد کے خلاف جنگ چھڑ گئی، ہاتھیوں نے دائیں اور بائیں طرف سے گھڑ سواروں پر حملہ کر دیا، سعد رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمرو کو پیغام بھیجا تو فرمایا: بنو تمیم کی جماعت! کیا تم اونٹوں اور گھوڑوں والے نہیں ہو، کیا تمہارے پاس ان ہاتھیوں کے لیے کوئی حیلہ و علاج ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! پھر انہوں نے اپنی قوم کے تیر اندازوں کو مخاطب کیا اور دوسرے ماہرین جنگ کو بھی بلایا اور انہیں کہا: تیر اندازوں کی جماعت! تیروں کے ذریعے ہاتھیوں کے سواروں کو روکو اور ماہرین جنگ سے کہا: ہاتھیوں کو پسپا کر دو، انہوں نے ان کے کجاوہ کی پیٹیاں کاٹ دیں، وہ ان کی حمایت میں نکلے اور بنو اسد کے خلاف جنگ چھڑ گئی، میمنہ اور میسرہ بھی قریب ہی تھے۔ عاصم کے ساتھیوں نے ہاتھیوں پر حملہ کر دیا انہوں نے ہاتھیوں کو ان کی دموں اور ہووج سے پکڑا اور ان کی پیٹیاں کاٹ دیں، ہاتھیوں نے چنگھاڑیں مار مار کر اپنے سواروں کو پھینک دیا، اس روز ان کے سب ہاتھیوں کی پیٹھ ننگی ہو گئی، ان کے سوار قتل کر دیے گئے، مجاہدین آگے بڑھے اور بنو اسد کو نجات دلائی، فارسیوں کو پسپا کر دیا، دن بھر غروب آفتاب تک لڑائی ہوتی رہی، رات کا تہائی وقت گزر گیا، پھر دونوں طرف کی فوجیں واپس ہو گئیں، اس روز بنو اسد کے پانچ سو افراد کام آئے جو کہ فوج کے معاون تھے، عاصم فوج کی حمایت کر رہے تھے، یہ لڑائی کا پہلا دن تھا جسے یوم ارماث کہتے ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سلمیٰ کا انہیں ملامت کرنا [1]

سعد رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ کی اہلیہ سلمیٰ بنت حفصہ سے مقام شراف پر شادی کی اور ان کے ساتھ قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا، جب ارماث کا معرکہ ہوا اور لوگوں میں لڑائی چھڑ گئی، تو سعد رضی اللہ عنہ اپنے مرض کی وجہ سے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے، جب ان کی اہلیہ سلمیٰ نے اہل فارس کو لڑتے دیکھا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھیں: ہائے مثنیٰ! افسوس آج مثنیٰ لشکر میں نہیں، یہ سن کر سعد غصہ میں آ گئے اور ان کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا اور کہا: اس دستے کا، جس کے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خلاف جنگ چھڑ گئی ہے، مثنیٰ سے کیا موازنہ و مقابلہ! یعنی بنو اسد اور بنو تمیم عاصم اور اس کا لشکر، اس پر سلمی نے کہا: غیرت اور بزدلی!

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! جب آج تم مجھے معذور نہیں سمجھو گی تو پھر مجھے کون معذور سمجھے گا اور تم میری حالت سے بھی واقف ہو، پھر لوگ تو زیادہ حق دار ہیں کہ وہ مجھے معذور نہ سمجھیں، لوگ اس کی تعظیم کرنے لگے، پس جب لوگوں کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو پھر ہر شاعر نے اسے خراج عقیدت پیش کیا اور سعد بھی بزدل اور ملامت زدہ نہ تھے، لیکن لوگوں کا معمول تھا کہ وہ مریض، ضعیف اور فقیر و بوڑھے کو معذور نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کئی معرکوں میں حصہ لے چکے تھے، وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلا تیر چلایا۔ آپ نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں خون بہایا اور انہیں اسلام کا شہ سوار کہا جاتا تھا، انہوں نے غزوۂ احد میں بہت بہادری دکھائی، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں انہیں فرماتے تھے: "میرے والدین تم پر قربان ہوں تیر چلاؤ۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی سے اس طرح خطاب نہیں فرمایا، انہوں نے غزوۂ احد میں ہزار تیر چلائے تھے۔

یوم اغواث (معرکہ قادسیہ کا دوسرا روز) [1]

جب اگلے روز صبح ہوئی تو سعد رضی اللہ عنہ نے شہداء کو عذیب کی طرف منتقل کرنے کے لیے کچھ افراد مقرر کیے، جہاں تک زخمیوں کا تعلق ہے تو انہوں نے انہیں خواتین کے سپرد کیا تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں، شہداء کو وہیں مشرّق کے مقام پر دفن کر دیا گیا جو کہ عذیب اور عین الشّمس کے مابین ایک وادی ہے۔ پھر شام کی طرف سے کمک پہنچ گئی اور دمشق قادسیہ سے ایک ماہ پہلے فتح ہوا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج رہے تھے کہ وہ اہل عراق کو عراق کی طرف بھیج دیں، لہٰذا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں روانہ کر دیا، وہ چھ ہزار تھے، پانچ ہزار ربیعہ اور مضر قبیلہ سے تھے اور ایک ہزار یمن کے غیر معروف لوگ تھے جو کہ اہل حجاز سے تھے، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو ان کا امیر مقرر کیا، مقدمۃ الجیش پر قعقاع بن عمرو تمیمی کو مقرر کیا، پس قعقاع نے جلدی کی، وہ اسی روز، جو کہ یوم اغواث ہے، صبح کے وقت ہی پہنچ

[1] تاریخ الطبری:۲/ ۴۱۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گئے، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے جو کہ ہزار کی تعداد میں تھے یہ عہد لیا کہ وہ دس اقسام میں تقسیم ہو جائیں، ہر قسم سو افراد پر مشتمل ہو گی اور ہر قسم دوسری کے پیچھے ہو گی، پھر وہ جیشِ سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں لشکر کے پہنچنے کی خوشخبری سنائی اور کہا: ''لوگو! میں تمہارے پاس ایک لشکر کے ساتھ آیا ہوں، اللہ کی قسم! کاش کہ وہ تمہاری جگہ ہوتے، پھر وہ تمہارے مقام و مرتبہ پر حسد و رشک کرتے اور انہوں نے کوشش کی کہ تمہارے علاوہ دوسرے لوگ اس کے ذریعے شگون لیں۔'' لشکر کے اس انداز سے آنے اور اس نظام کے تحت آنے کی وجہ سے فارسیوں اور مسلمانوں کے نفوس پر بڑا اثر پڑا، پھر قعقاع نے لشکر کو قتال پر ابھارا اور کہا: ''جس طرح میں کروں تم بھی ویسے ہی کرنا؟'' پھر وہ آگے آئے اور للکارتے ہوئے کہا: کون ہے جو مقابلے کے لیے میدان میں آتا ہے؟ لوگوں نے ان کے متعلق ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا:

''جس لشکر میں اس جیسے انسان ہوں وہ شکست نہیں کھا سکتا۔''

اسلامی لشکر کو ان کی وجہ سے سکون حاصل ہوا، ان کے مقابلے کے لیے ذوالحاجب ''بہمن'' آیا تو قعقاع نے اسے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں بہمن جاذویہ ہوں۔ انہوں نے کہا: میں تم سے ابوعبید، سلیط اور معرکہ جسر میں شہید ہونے والے دوسرے افراد کا ضرور بدلہ لوں گا۔ دونوں نے شمشیر زنی کا مظاہرہ کیا تو قعقاع نے اسے قتل کر دیا اور جیسے جیسے شام ہوتی گئی مسلمان خوش ہوتے گئے اور وہ ایسے ہو گئے جیسے کل کوئی مصیبت و پریشانی آئی ہی نہیں تھی، وہ بہمن کے قتل ہو جانے پر بہت خوش تھے، عجمیوں کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ قعقاع نے پھر مقابلے کے لیے للکارا تو ادھر سے دو آدمی بیرزان اور بندوان مقابلے کے لیے آئے، جبکہ حارث بن ظبیان قعقاع کے ساتھ شامل ہوئے، قعقاع کا بیرزان سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے اسے مار ڈالا، جبکہ حارث نے بندوان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور قعقاع نے آواز دی: ''مسلمانوں کی جماعت! تلواروں کے ذریعے ان کا صفایا کرو، صرف انہی کے ذریعے لوگوں کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔'' لوگوں نے باہم ایک دوسرے کو نصیحت کی اور متحد ہو کر ان پر حملہ کیا اور وہ شام ہونے تک لڑتے رہے۔ اہل فارس کو اس روز کوئی خوش کن خبر نہ مل سکی، مسلمانوں نے ان کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔ اہل فارس نے آج ہاتھیوں پر قتال نہیں کیا تھا، کیونکہ گزشتہ روز

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کے ہودے توڑ دیے گئے تھے، وہ ان کی مرمت کرتے رہے لیکن اگلے روز تک بھی ان کی مرمت نہ ہو سکی۔

قعقاع کے چچا زاد بھائیوں نے ایک ایک اونٹ پر دس دس سوار بٹھائے، انہوں نے اونٹ کو اس طرح کا پہناوا پہنایا کہ وہ اونٹ بڑا اور سفید محسوس ہو رہا تھا اور وہ انہیں لے کر ان کے لشکر کا چکر لگاتے رہے، قعقاع نے انہیں حکم دیا کہ فارسیوں کے لشکر پر حملہ کر دو، یہ (اونٹ) ہاتھیوں جیسے محسوس ہو رہے تھے، انہوں نے ان فارسیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جو کہ فارسیوں نے گزشتہ روز کیا تھا۔ فارسیوں کے گھوڑے ان سے بدکنے لگے اور مسلمانوں کے سوار ان پر سوار ہو گئے، جب مجاہدین نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ خوش ہو گئے اور فارسیوں کو اونٹوں سے پہنچنے والا نقصان، مسلمانوں کو ہاتھیوں سے پہنچنے والے نقصان سے کہیں بڑھ کر تھا۔

نخع سے ایک خاتون کے چار بیٹے تھے اور وہ چاروں قادسیہ کے معرکہ میں شریک ہوئے تھے۔ اس خاتون (سیدہ خنساء) نے انہیں کہا: تم نے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کسی اور مذہب کی طرف نظر نہیں ڈالی، تم نے ہجرت کی تو تم نے کوئی قبیح فعل نہیں کیا، بلاد نے تمہیں معمولی سمجھا نہ قحط نے تمہیں ہلاک کیا، پھر تم اپنی بڑھیا والدہ کو لے آئے اور اسے اہل فارس کے سامنے لا کھڑا کیا، اللہ کی قسم! تم ایک ہی باپ کے بیٹے ہو جس طرح تم ایک ہی ماں کے بیٹے ہو، تمہارے والد نے کوئی خیانت کی نہ تمہاری والدہ نے کوئی برائی کی، پس جاؤ اور معرکہ کے آغاز سے لے کر آخر تک قتال کرو، وہ سختی کے ساتھ آگے بڑھے، جب وہ چاروں بھائی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو ماں نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹوں کی حفاظت کرنا، وہ صحیح سلامت ماں کے پاس واپس آ گئے، انہوں نے خوب لڑائی کی لیکن ان میں سے کوئی بھی زخمی نہ ہوا، الشعبی نے کہا: میں نے اس کے بعد انہیں دو دو ہزار بخشش (یعنی انعام) لیتے ہوئے دیکھا، پھر وہ اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور وہ بخشش اپنی والدہ کی گود میں ڈھیر کر دیتے ہیں، وہ اسے انہیں واپس کر دیتی ہیں اور اسے ان میں اس طرح تقسیم کر دیتی ہیں کہ وہ راضی ہو جاتے ہیں۔

ایک فارسی شخص آتا ہے اور مقابلے کے لیے للکارتا ہے تو اعرف بن اعلم اس سے مقابلہ کرنے کے لیے آتے ہیں تو اسے قتل کر دیتے ہیں، ایک دوسرا شخص آتا ہے تو آپ اسے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قتل کر دیتے ہیں، پھر ان کے کچھ گھڑ سوار ان کا محاصرہ کر لیتے ہیں تو وہ انہیں پچھاڑ دیتے ہیں اور ان کا اسلحہ لے لیتے ہیں تو یہ (اعرف) ان کے چہروں پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ جاتے ہیں۔ قعقاع بن عمرو نے اس روز تیس حملے کیے جب بھی کوئی دستہ ظاہر ہوتا تو وہ اس پر یکبارگی ایسا حملہ کرتے کہ اسے ختم کر دیتے اور وہ درج ذیل رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے۔

أزعجهم عمداً بها إزعاجا
أطعن طعناً صائباً ثجاجا
أرجو به من جنة افواجا [1]

''میں اس کے ذریعے عمداً انہیں خوب پریشان کروں گا۔ میں ان پر تیروں اور نیزوں کی بارش برساؤں گا۔ میں اس کے ذریعے جنت کے ٹکڑے کی امید کرتا ہوں۔''

دونوں فوجیں آدھی رات تک برسر پیکار رہیں، شب ارماث کو ''شب ہدأ'' کا نام دیتے ہیں، جبکہ شب اغواث کو ''شب سواد'' (تاریک رات) کا نام دیتے ہیں، مسلمان روز اغواث ظفریاب رہے، اس روز انہوں نے نامور فارسیوں کو قتل کیا اور ان کے دل مضبوط رہے اور ان کے قدم ثابت رہے۔

ابو محجن ثقفی قید سے نکل کر میدانِ قتال میں [2]

ابو محجن ثقفی کو قلعہ میں بند کر دیا گیا تھا، کیونکہ سعد کے خلاف ہنگامہ کرنے والوں میں یہ بھی شامل تھے، انہیں یہ بات ناگوار گزری کہ وہ قید و بند میں پڑا رہے جبکہ مسلمان برسر پیکار ہوں۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ اسے معاف کر دیں، لیکن انہوں نے اسے ڈانٹ پلا دی۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سلمی کے پاس آ گئے اور کہا: سلمی بنت آل حفصہ! کیا آپ میرے ساتھ کوئی نیکی کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: کون سی نیکی؟ ابو محجن نے کہا: آپ مجھے رہا کر دیں اور بلقاء نامی گھوڑا اعاریۃً دے دیں، میں اللہ تعالیٰ کو گواہ اور ضامن بنا کر

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۵۔ [2] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۶-۴۳۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے صحیح سلامت واپس لے آیا تو میں خود بخود پاؤں میں بیڑیاں ڈال لوں گا۔ انہوں نے کہا: میں یہ کام نہیں کرسکتی، وہ اپنی بیڑیوں میں اپنے قید خانے کی طرف چلے گئے اور یہ شعر پڑھنے لگے:

کفی حَزنا أن تردی الخیل بالقنا
وأترك مشدوداً علي وثاقیا

''یہ غم کافی ہے کہ شہ سوار نیزہ بازی اور تیر اندازی میں مصروف ہیں جبکہ میں قید وبند میں پڑا ہوں۔''

إذا قمت عنَّاني الحدید واغلِقت
مصاریع دوني قد تُصمُّ المنادیا

''جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیر پا آڑے آتی ہیں۔ اور دروازے اس طرح بند کردیے گئے ہیں کہ کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔''

وقد کنت ذا مال کثیر وإخوة
فقد ترکوني واحداً لا أخالیا

میں مال دار اور بھائیوں والا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا اور میرا کوئی خیال نہیں کیا۔''

ولله عهد لا أخیس بعهده
لئن فُرِجت أن لا أزور الحوانیا

''میرا اللہ تعالیٰ سے عہد ہے میں اس کے عہد میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ اگر مجھے رہا بھی کردیا جائے تو میں مے خانے نہیں جاؤں گا۔''

سلمی کو اس پر ترس آ گیا اور اسے رہا کرتے ہوئے کہا: رہا گھوڑا تو میں اسے تمہیں نہیں دے سکتی، وہ یہ کہتے ہوئے اپنے گھر آ گئیں۔ ابو مِحجن نے گھوڑے کو لگام سے پکڑا اور اسے خندق کے پاس والے قلعہ کے دروازے سے باہر نکالا اور اس پر سوار ہو گئے، حتیٰ کہ جب وہ میمنہ کے سامنے آئے تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا پھر فوج کے میسرہ پر حملہ کیا وہ لوگوں کے مابین

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنے نیزے اور اسلحہ کے جوہر دکھا رہے تھے اور لوگ ان پر ناز کر رہے تھے لیکن وہ انہیں (ابو محجن) پہچانتے نہیں تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو لڑتے ہوئے دیکھا تو کہا: اگر ابو محجن قید میں نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ ابو محجن ہے اور یہ (گھوڑا) بلقاء ہے، بعض لوگوں نے کہا: یہ خضر ہے، جبکہ ان میں سے بعض نے کہا: اگر ایسا نہ ہوتا کہ فرشتے جنگوں میں شریک نہیں ہوتے (بظاہراً) تو ہم کہتے: یہ فرشتہ ہے جو ہمیں مضبوط کر رہا ہے، جب نصف شب بیت گئی اور مسلمان و فارسی قتال سے پلٹ آئے تو ابو محجن بھی واپس آئے قلعہ میں داخل ہو کر پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں اور کہا:

لقد علمت ثقيف غير فخر
بأنا نحن أكرمهم سيوفا

''ثقیف جانتے ہیں کہ شمشیر زنی میں ہم ان سے بہتر ہیں لیکن اس میں کوئی فخر نہیں۔''

وأكثرهم دروعا سابغات
وأصبرهم إذا كرهوا الوقوفا

''ہم کشادہ زرہوں میں بھی ان سے زیادہ ہیں اور ناگوار حالات میں ان سے زیادہ صابر ہیں۔''

وإنا وفدهم في كل يوم
فإن عميوا فسل بهم عريفا

''ہم ہر روز ان کے پاس وفد بن کر جاتے ہیں۔ اگر انہیں پتہ نہ چلے تو پھر ان کے متعلق کسی واقف کار سے پوچھ۔''

وليلة قادس لم يشعروا بي
ولم أُشعِرْ بمخرجي الزحوفا

''قادسیہ کی رات انہیں میرا پتہ نہ چلا۔ اور میں نے بھی اپنے نکلنے کے بارے میں لشکر کو پتہ نہیں چلنے دیا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فـــإن أُحبَـس فَـذلـكـم بـلائـي
وإن أُتــرَك أذيـــقـهــم الــحـتـوفـا

''اگر مجھے قید کر دیا گیا تو پھر یہ میری آزمائش ہے۔اور اگر مجھے چھوڑ دیا گیا تو میں انہیں موت کا ذائقہ چکھاؤں گا۔''

سلمی نے ابومحجن سے کہا: ابومحجن! اس آدمی یعنی سعد رضی اللہ عنہ نے کس جرم میں تمہیں قید کر رکھا ہے؟ ابومحجن نے کہا: سن لو، اللہ کی قسم! انہوں نے کسی حرام چیز کی وجہ سے مجھے قید نہیں کیا جسے میں نے کھایا ہو یا پیا ہو، بس میں دور جاہلیت میں مے نوش تھا اور میں ایک شاعر آدمی ہوں اپنی زبان پر شعر لاتا رہتا ہوں اور کبھی اسے ہونٹوں پر بھی لے آتا ہوں، میرا تعریف کرنا انہیں برا لگتا ہے، اس لیے انہوں نے مجھے قید کر رکھا ہے، میں نے کہا:

إذا مــت فــادفـنـي إلـى أصـل كـرمـة
تُـروّي عـظــامـي بـعـد مـوت عـروقـهـا

''جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے انگور کی جڑ کے پاس دفن کرنا۔اس کی شاخیں اور جڑیں موت کے بعد میری ہڈیوں کو سیراب کرتی رہیں گی۔''

ولا تـدفـنـنـي بــالـفـلاة فـإنـني
أخــاف إذا مـــا مـــت أن لا أذوقـهـا

''مجھے کسی بے آب و گیاہ جگہ میں دفن نہ کرنا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو میں اسے چکھ نہیں سکوں گا۔''

وتـروى بـخـمـر الحص لحدى فإنني
أسيــر لـهــا مـن بـعــد مـــاقد أسوقـهـا

''میری لحد کو زعفران کی شراب کے ساتھ سیراب کیا جائے۔کیونکہ جب سے میں نے اسے پیا ہے میں اس کا اسیر ہو چکا ہوں۔'' [1]

ابومحجن کے قید کیے جانے کے سبب کے بارے میں اختلاف ہے کسی نے کہا: سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ کرنے والوں میں ابومحجن بھی شامل تھے لہٰذا انہیں قید کر لیا گیا اور کسی نے کہا:

---

[1] معجم البلدان: ۲/ ۲۶۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہ انہیں شراب کی وجہ سے قید کیا گیا۔

اغواث کے روز مسلمانوں کے شہداء اور زخمیوں کی تعداد دو ہزار تھی جبکہ فارسیوں کے مقتولین اور مجروحین کی تعداد دس ہزار تھی۔

سلمٰی ارماث کی سہ پہر، شب ہدأۃ اور شب سواد تک سعد رضی اللہ عنہ سے ناراض رہیں، حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو وہ ان کے پاس آئیں اور ان سے صلح کی اور انہیں اپنے اور ابومحجن کے متعلق بتایا، انہوں نے اسے بلایا اور آزاد کر دیا اور فرمایا: جاؤ میں تمہارے کسی قول وفعل پر تمہارا مؤاخذہ نہیں کروں گا، ابومحجن نے عرض کیا: یقیناً اللہ کی قسم! میں کسی قبیح کام کے بارے میں کبھی بھی اپنی زبان کی بات قبول نہیں کروں گا۔

یوم عماس (معرکہ قادسیہ کا تیسرا روز) [1]

تیسرے روز مسلمان اپنے شہداء کو قبروں میں دفن کرنے لگے اور زخمیوں کو خواتین کے سپرد کیا، عورتیں اور بچے قبریں کھودرہے تھے، حاجب بن زید شہداء پر مامور تھے اور سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جو چاہے شہداء کو غسل دے اور جو چاہے انہیں ان کے خون سمیت دفن کردے۔

جہاں تک مشرکین کے مقتولین کا تعلق ہے تو انہوں نے انہیں چھوڑا اور انہیں منتقل نہ کیا، قعقاع نے وہ رات اپنے ساتھیوں کو گروہ کی شکل میں اس جگہ پہنچانے میں بسر کی جہاں اس نے انہیں خیر باد کہا تھا اور انہیں ہدایت کی کہ جب سورج طلوع ہو جائے تو سوسو کے دستہ میں آگے بڑھنا، جب پہلا سو تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے تو پھر دوسرا سو اس کے پیچھے جائے، اگر ہاشم آجائیں تو وہ بھی اسی ہدایت پر عمل کریں ورنہ پھر تم لوگوں کو امید دلاتے رہنا اور ان کی ڈھارس بندھاتے رہنا، تمہاری اس حکمت عملی سے کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے۔

مجاہدین نے اپنی اپنی پوزیشن پر صبح کی، جب سورج طلوع ہو گیا تو قعقاع کے ساتھی بڑھنے لگے، جب اس نے انہیں دیکھا تو نعرہ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور انہوں نے کہا: مدد پہنچ گئی اور وہ شمشیر وسناں کے جوہر دکھانے لگے، جب قعقاع کا آخری آدمی پہنچ گیا تو ہاشم بھی سات سو افراد کے ساتھ آشامل ہوا، لوگوں نے قعقاع کی پالیسی کے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۱۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بارے میں اور دوروز کی حکمت عملی کے بارے میں ہاشم کو بتایا تو اس نے اپنے ساتھیوں کو ستر ستر کے دستہ میں تیار کیا۔ قیس بن ہبیرہ بن عبدیغوث، جو کہ قیس بن المکشوح المرادی کے نام سے مشہور تھے، وہ بھی ان میں شامل تھے، وہ ان جنگوں میں شریک افراد میں نہیں تھے بلکہ وہ تو یرموک میں تھے، وہ ہاشم کے ساتھ چلے آئے، حتیٰ کہ جب وہ (ہاشم) دشمن کے قلب (وسط) تک پہنچ گئے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور انہوں نے کہا: پہلے حملہ کر کے سبقت لے جانے کی کوشش کی جائے پھر تیر اندازی کی جائے، انہوں نے مشرکین پر حملہ کیا، ان سے لڑتے رہے حتیٰ کہ صفوں کو چیرتے ہوئے دریا کے کنارے تک پہنچ گئے، پھر وہاں سے اپنی جگہ واپس آ گئے۔ [1]

مشرکین رات بھر ہودے ٹھیک کرتے رہے اور صبح کے وقت وہ اپنی پوزیشن لے چکے تھے، ہاتھیوں نے پیش قدمی کی ان کے ساتھ پیادہ لوگ بھی چل رہے تھے تاکہ وہ ان کی پیٹیوں کو کٹنے سے بچا سکیں اور پھر ان پیادہ افراد کی حفاظت کے لیے گھڑ سوار بھی تھے۔ جب وہ کسی دستے پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو آہستہ آہستہ ہاتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتے تاکہ وہ ان کے ذریعے ان کے لشکر کو بھگا سکیں، دن ڈھلنے تک باہم لڑائی ہوتی رہی۔ یوم عماس اول تا آخر نہایت شدید دن تھا، عرب وعجم دونوں کا پلہ برابر تھا۔ یزدجرد نے اپنے پاس باقی ماندہ کمک بھی روانہ کر دی، جس کے ذریعے انہوں نے فارسیوں کو تقویت پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ نے دوروز میں قعقاع کو جو الہامی ہدایات دیں اور ہاشم کے ذریعے انہیں مدد پہنچائی اگر ایسی صورت حال نہ ہوتی تو مسلمان ہزیمت کا شکار ہو جاتے۔

ہاتھیوں کا فرار ہونا [2]

جب سعد رضی اللہ عنہ نے ہاتھیوں کو دستوں کے درمیان تباہی مچاتے ہوئے دیکھا کہ وہ تو یوم ارماث کی طرح کر رہے ہیں، تو انہوں نے فارسیوں میں سے اسلام قبول کرنے والے افراد سے مشورہ طلب کیا، انہوں نے ہاتھیوں کی سونڈ اور آنکھوں پر مارنے کا مشورہ دیا، سعد رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن عمرو اور عاصم بن عمرو کی طرف پیغام بھیجا: ''سفید ہاتھی'' کا ذمہ تم لو کیونکہ باقی

[1] تاریخ الطبری:۲/ ۴۱۸۔ [2] تاریخ الطبری:۲/ ۴۲۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سب اس سے مانوس تھے اور یہ سب سے زیادہ اذیت ناک تھا، سعد نے حمال اور ربّیل کی طرف پیغام بھیجا کہ ''اجرب ہاتھی'' کا ذمہ تم لو کیونکہ وہ بھی بہت زیادہ خطرناک تھا، یہ دونوں ہاتھی سب سے بڑے تھے، جبکہ باقی ہاتھی ان دونوں کے تابع تھے۔

قعقاع اور عاصم نے سفید ہاتھی پر حملہ کیا، ان دونوں نے اپنے نیزے ایک ساتھ اس کی آنکھوں میں گاڑ دیے تو وہ چنگھاڑا اور اپنا سر جھٹکا، اپنے ماسٹر (سدھانے والے) کو گرا کر سونڈ پھیرنے لگا، پھر قعقاع نے اس کی سونڈ پر وار کیا تو وہ کٹ کر ایک طرف جا پڑی اور اس پر سوار آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حمال نے ربیل سے کہا: جس چیز کا چاہے انتخاب کر لو یا تو تم سونڈ پر وار کرو اور میں اس کی آنکھ پر نیزہ مارتا ہوں، یا تم اس کی آنکھ پر نیزہ مارو اور میں اس کے سونڈ پر وار کرتا ہوں، پس اس نے سونڈ پر وار کرنا منتخب کیا تو حمال نے اس پر حملہ کیا، اس کی آنکھ پر نیزہ لگا تو وہ کولھوں پر بیٹھ گیا اور اپنی رانوں کو گاڑ لیا۔ پھر کھڑا ہوا تو ربیل نے اس پر وار کیا تو اس کا سونڈ الگ کر دیا، پھر اجرب ہاتھی مڑا، تو وہ نہر میں کود گیا پھر باقی ہاتھی بھی اس کے پیچھے گئے تو انہوں نے فارسیوں کی صفوں کو کاٹ کر رکھ دیا، پس اس اجرب ہاتھی کے پیچھے باقی ہاتھیوں نے بھی نہر کو عبور کیا، وہ ہاتھی مدائن آ گیا اور وہاں کے باشندوں کو ہلاک کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شب ہریر یا شب قادسیہ [1]

(صبح تک لڑائی جاری رہنا، رستم کا قتل)

ہاتھیوں کے بھاگ جانے کے بعد صرف مسلمان اہل فارس سے لڑتے رہے، سایہ ڈھل چکا تھا، مسلمان باہم قریب آ گئے اور ان کے شہ سواروں نے ان کا بچاؤ کیا جنہوں نے دن کے آغاز سے لے کر شام ہونے تک قتال کیا تھا، لڑائی شدت اختیار کر گئی اور دونوں فریقوں نے صبر و ہمت سے کام لیا، طرفین کے جنگ بازوں کے علاوہ دونوں فریق بھی برابر رہے، اس رات کا ''شب ہریر'' نام رکھا گیا۔ اس کے بعد قادسیہ میں رات کے وقت لڑائی نہ ہوئی۔

سعد رضی اللہ عنہ نے شب ہریر کو طلیحہ اور عمرو کو فوج کی نشیبی جانب دریائی گزرگاہ کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں پہرہ دیں انہیں اندیشہ تھا کہ فوج اس طرف سے حملہ نہ کر دے۔

طلیحہ نے کہا: اگر ہم دریائی گزرگاہ سے گزر کر فارسیوں کی پچھلی جانب سے ان کے پاس آ جائیں؟ تو عمرو نے کہا: بلکہ ہم نشیبی جانب سے عبور کریں گے، وہ دونوں الگ الگ ہو گئے۔ تو طلیحہ عتیق کے پیچھے سے فوج کی طرف آئے اور عمرو نے نشیبی حصے کی فوج پر حملہ کر دیا، پس ان سب نے ہلہ بول دیا تو فارسیوں نے بھی جوابی حملہ کر دیا، فوج نے سعد رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر حملہ کر دیا اور ان کے حکم کا انتظار نہ کیا، سب سے پہلے قعقاع نے حملہ کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! اس کی یہ غلطی معاف فرما اور اس کی مدد فرما، اگر اس نے اجازت طلب نہیں بھی کی تو میں نے اسے اجازت دے دی، پھر فرمایا: جب میں تین مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کر لوں تو حملہ کرنا، انہوں نے ابھی ایک مرتبہ ہی نعرہ تکبیر بلند کیا تھا لیکن انہوں نے انتظار نہ کیا، پہلے بنو اسد، پھر بنو بجیلہ، پھر کندہ نے حملہ کیا اور پھر رؤسا برسر پیکار ہوئے اور یہ اس لیے ہوا کہ عرب اپنی شجاعت کی وجہ سے میدان قتال میں انتظار نہیں کر سکتے، بلکہ وہ اپنے تمام تر حربوں اور قوت کے ذریعے حملہ کرتے تھے، جبکہ سعد رضی اللہ عنہ ہر تکبیر اور دوسری تکبیر کے درمیان طویل انتظار کیا کرتے تھے تاکہ وہ مستعد ہو جائیں اور منظّم ہو جائیں، لیکن وہ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھا کرتے تھے۔

قعقاع کے خلاف جنگ چھڑ چکی تھی، حنظلہ بن ربیع، امراء اعشار، طلیحہ، غالب، حمال

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۲۰-۴۲۱؛ المنتظم: ۴/ ۱۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور جنگی بہادر افراد نے پیش قدمی کی، جب سعد رضی اللہ عنہ نے تیسری تکبیر بلند کی تو لوگ ایک دوسرے سے مل گئے اور پھر عام جنگ شروع ہو گئی، انہوں نے نماز عشا کے بعد رات کا استقبال کیا، لوہاروں کی طرح ہتھیاروں کی جھنکار تھی (یعنی باہم ٹکراتی رہیں) اور یہ سلسلہ رات بھر جاری رہا اور عرب وعجم نے اس طرح کا معاملہ پہلے نہیں دیکھا تھا۔ سعد اور رستم کو جنگ کی خبر موصول نہیں ہو رہی تھی، ہر طرف سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا، جبکہ سعد رضی اللہ عنہ دعا میں مشغول ہو گئے، جب صبح ہو گئی تو چوبیس گھنٹے کی مسلسل لڑائی کے بعد مسلمانوں نے اس بات پر استدلال کیا کہ وہ کامیاب ہوں گے۔

اس رات سعد رضی اللہ عنہ نے جو پہلی بات سنی جس سے انہوں نے کامیابی کا استدلال کیا وہ آخری نصف شب میں قعقاع بن عمرو کے یہ اشعار تھے وہ کہہ رہے تھے:

نحن قتلنا معشراً وزائدا

أربعة وخمسة وواحدا

''ہم نے گروہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگوں کو قتل کیا۔ چار کو بھی، پانچ کو بھی اور ایک کو بھی۔''

نحسب فوق اللبد الأساودا

حتی إذا ماتوا دعوت جاهدا

''ہم بہت سی جماعتوں پر بھی بھاری سمجھے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب تک وہ مر نہیں جاتے میں انہیں جہاد کی دعوت دیتا رہتا ہوں۔''

اللّٰه ربي واحترزت عامدا

''اللہ میرا رب ہے میں اسی کی حفاظت میں ہوں۔''

اس رات تمام لوگ پل بھر کے لیے نہ سو سکے اور نہ ہی انہوں نے آنکھ جھپکی، جبکہ صبح کے وقت قعقاع لوگوں کے پاس جا کر یہ کہہ رہے تھے: کچھ دیر بعد شکست ان کا مقدر بننے والی ہے، کچھ دیر صبر کرو اور حملہ جاری رکھو کیونکہ فتح ونصرت صبر کے ساتھ ہے، انہوں نے بے صبری کی بجائے صبر کو ترجیح دی۔ رؤسا کی ایک جماعت ان (قعقاع) کے پاس آئی اور انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رستم کا قصد کیا حتیٰ کہ وہ صبح کے وقت ہی رستم کے محافظین سے گتھم گتھا ہو گئے اور فارسی دونوں جانب سے پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے اور قلب (وسط) میں سخت لڑائی شروع ہو گئی۔

ظہر کے وقت ان پر غبار چھا گئی اور زور کی آندھی آئی، جس نے رستم کے تخت پر نصب شامیانے کو اکھاڑ کر نہر میں پھینک دیا، قعقاع اپنے ساتھیوں سمیت رستم کے تخت کی طرف دوڑے، لیکن ان سے لغزش ہوئی۔ جب ہوا شامیانے کو اڑا کر لے گئی تو رستم اپنے تخت سے اتر کر ان خچروں کی طرف ہولیا جن پر مال لدا ہوا تھا، وہ خچر اور اس کے مال کی اوٹ میں چھپ گیا، ہلال بن علّفہ نے اس مال پر وار کیا جس کے نیچے رستم چھپا ہوا تھا اس کی رسیاں کاٹ دیں جس سے ایک طرف کا بوجھ رستم پر گر گیا، ہلال نے اسے دیکھا نہ انہیں اس کے متعلق پتہ چلا، رستم نہر کی جانب بھاگ کھڑا ہوا اور اس میں کود گیا، ہلال بھی اسے جا ملے، اسے ٹانگ سے پکڑ کر باہر نکالا، تلوار اس کی جبین پر ماری اور اسے قتل کر دیا، پھر اسے لا کر خچروں کے سامنے پھینک دیا اور خود (رستم کے) تخت پر چڑھ کر آواز دی: رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ [1] اس واقعہ سے مشرکین بے چینی کا شکار ہو گئے اور شکست کھا گئے۔ جالینوس نے بند پر کھڑے ہو کر اہل فارس کو دریا عبور کرنے کے لیے پکارا تو مسلمانوں نے اپنے نیزوں سے انہیں پرو دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے ہلال کو بلا بھیجا پس جب وہ آئے تو انہوں نے پوچھا: وہ تمہارا ساتھی کدھر ہے؟ ہلال نے جواب دیا: میں نے اسے خچروں کے نیچے پھینک دیا، انہوں نے کہا: جاؤ اور اسے لے آؤ، پس وہ گئے اور اسے لے آئے، انہوں نے کہا: اس کا جو سامان لینا چاہو لے لو، پس انہوں نے اس کا سارا سامان لے لیا اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔

رستم کے قتل کے بارے میں یہ سیف سے مروی ہے جیسا کہ طبری میں ہے اور ابن اثیر نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، البتہ واقدی نے فتوح شام میں ایک عجیب روایت نقل کی؟ اس نے کہا: لڑائی کا آغاز رستم نے کیا اور اس نے مقابلے کے لیے للکارا تو ابن نجیبہ اس کے مقابلے کے لیے آئے تو اس نے انہیں قتل کر دیا، پھر زہیر آئے تو اس نے انہیں بھی قتل کر دیا، پھر قعقاع نے مقابلے میں آنے کا ارادہ کیا وہ گھڑسوار تھے، وہ آندھی کی طرح رستم کی طرف بڑھے، انہوں نے ایک زوردار چیخ کے ساتھ رستم پر وار کیا جس سے رستم کے ہوش اڑ گئے،

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۲۴؛ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۴۵؛ المنتظم: ۴/ ۱۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے اس کی کوکھ میں نیزے کا وار کیا جو کہ آر پار ہو گیا، سعد رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ ابومحجن تھے جنہوں نے رستم کے ساتھ ایسے کیا تھا، واقدی نے یہ بھی ذکر کیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ابومحجن کو معاف کر دیا کیونکہ انہوں نے رستم کو قتل کیا تھا یہ واقدی کی غلطی ہے۔ ہم ابومحجن کے حالات کے بارے میں ذکر کر چکے ہیں، ابومحجن نے رستم کو قتل نہیں کیا، بلکہ اسے قتل کرنے والے ہلال تھے، واقدی نے آندھی کا ذکر نہیں کیا جس نے رستم کا خیمہ اڑا دیا تھا اور نہ ہی رستم کے نہر کی طرف فرار ہونے کا ذکر کیا ہے۔

''شاہنامہ'' میں ہے کہ جب رستم نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے سعد رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا، سعد رضی اللہ عنہ اس پر غالب آ گئے اور اس کے سر پر ایک وار کیا تو اس کا خود کرچی کرچی ہو گیا اور اس کے جانور کے ٹکڑے ہو گئے، پھر انہوں نے اس پر دوسرا وار کیا جو اسکے کندھے سے ہوتا ہوا سینے تک اتر گیا، یہ بھی بالکل واضح غلطی ہے، کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ ان دنوں مریض تھے، وہ بیٹھ سکتے تھے نہ سواری کر سکتے تھے، کچھ لوگوں نے ان کے خلاف ہنگامہ آرائی کی تو انہوں نے انہیں قلعہ میں بند کر دیا، انہوں نے مجبوراً لوگوں کے سامنے عذر پیش کیا۔ اور انہیں اپنے زخم دکھائے تو لوگوں نے ان کے عذر کو قبول کیا، ان کی اہلیہ نے ملامت کی تو انہوں نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا، اس صورت حال میں وہ رستم سے کیسے مقابلہ کر سکتے تھے اور اسے اس طرح کی فیصلہ کن مار کیسے مار سکتے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے معرکہ قادسیہ میں کسی سے بھی مقابلہ کیا نہ گھوڑے یا اونٹنی پر سوار ہوئے۔

رستم کے قتل ہو جانے کے بعد فارسی بے چینی کا شکار ہو گئے اور شکست کھا گئے اور جالینوس بند پر کھڑا ہوا اور اس نے اہل فارس کو نہر عبور کرنے کے لیے آواز دی۔ ضرار بن خطاب نے فارسیوں کا ''درفش کابیان'' پرچم تھام لیا اور اس کے عوض تیس ہزار دیے جبکہ اس کی قیمت ایک کروڑ بیس لاکھ تھی، مسلمان گھڑ سواروں نے فارسیوں کا تعاقب کیا اور زہرہ نے جالینوس کو جا لیا، وہ ان کے پیچھے ان کا پشت بان تھا، زہرہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا ساز و سامان لے لیا، خرارہ اور سیلحین کے مابین نجف تک انہوں نے قتال کیا، شام ہوئی تو وہ واپس آ گئے اور قادسیہ میں رات بسر کی، مؤذن شہید ہو گیا تو اذان کے بارے میں لوگوں نے جھگڑنا شروع کر دیا، جس پر سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے مابین قرعہ اندازی کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لڑائی کے نقصانات [1]

شب ہریر سے پہلے مسلمان شہداء کی تعداد پچیس سو تھی، قادسیہ کے روز چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، جبکہ دس ہزار فارسی کام آئے۔

طبری نے کہا: بچے بھی پانی کے مشکیزے اٹھائے معرکہ کارزار میں شریک ہوئے، مسلمانوں میں سے جس میں زندگی کی رمق باقی ہوتی تو وہ اسے پانی پلاتے اور جس مشرک میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہوتی اسے قتل کر دیتے۔ مسٹر مویر نے کتاب الخلافہ (النساء) میں اضافہ کرتے ہوئے کہا: خواتین اور بچے مسلمانوں کے زخمیوں پر شفقت کرتے اور ان سے حسن سلوک سے پیش آتے، انہیں پانی پلاتے جبکہ فارسیوں کے زخمیوں سے انتقام لیتے۔ البتہ طبری نے خواتین کا ذکر نہیں کیا۔ بہر حال یہ سب کچھ سپہ سالار یا کسی قائد کی اجازت سے نہیں تھا کیونکہ وہ زخمیوں کا کام تمام نہیں کرتے تھے، رہے بچے تو انہیں اس عمل پر کون ملامت کر سکتا ہے!؟

سعد رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس میں فتح کی خوشخبری، فارسیوں کے مقتولین اور مسلمان شہداء کی تعداد اور کچھ معروف شہداء کے نام درج تھے۔ عُمیلہ فزاری یہ بشارت نامہ لے کر گئے تھے۔

مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا ہر مجاہد کو چھ ہزار حصے ملے، رستم کے ساز و سامان کی مالیت ستر ہزار تھی جو سعد رضی اللہ عنہ نے ہلال کو دے دیے، فارسیوں کا جھنڈا چیتوں کی کھال سے بنایا گیا تھا جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے جو ایک لاکھ مالیت کا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جالینوس سے حاصل ہونے والے ساز و سامان کو، جو کہ زہرہ نے حاصل کیا تھا، زیادہ محسوس کیا، تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط لکھا: جس نے جسے قتل کیا ہے میں اس کا ساز و سامان قاتل کو عطیہ کے طور پر عطا کرتا ہوں، تب سعد رضی اللہ عنہ نے وہ سامان زہرہ کو دے دیا، انہوں نے اسے ستر ہزار میں فروخت کیا۔ انہوں نے قادسیہ کے روز غیر معمولی کارکردگی دکھانے والوں کو ان کے حصہ سے پانچ پانچ سو زائد دیے،

[1] تاریخ الطبری ۲/ ٤٢٥؛ المنتظم: ٤/ ١٧٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے اہل ایام کے لیے تین تین ہزار مقرر کیے اور انہیں اہل قادسیہ پر فضیلت دی، سعد نے فتح، شہداء کی تعداد اور ان میں سے معروف افراد کے نام کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔

مسلمانوں کی فتح کی اہمیت

فارسیوں کی شکست طے شدہ اور فیصلہ کن تھی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق کی طرف گئے ہوئے صرف تیس ماہ گزرے تھے، فارسی شام میں سلطنت بیزنطیہ کو شکست دے چکے تھے اور پندرہ سال سے بسفور کے ساحل پر فوج لگا رکھی تھی، جبکہ یہاں صورت حال یہ ہے کہ وہ مسلمانون کے لشکر سے شکست کھا جاتے ہیں جن کی تعداد تیس یا چالیس ہزار سے متجاوز نہیں اور وہ اچھی طرح مسلح بھی نہیں اس کے باوجود فارسی افواج دریا عبور کرنے سے گھبراتی تھیں، کیونکہ ان کی حربی قوت متحد نہیں تھی اور وہ مسلمانوں کے لشکر کے لیے کوئی خطرہ ثابت نہ ہوئی، مقامی لوگوں کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا اور عرب قبائل متحد ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر لڑائی کی حالانکہ وہ نصرانی تھے، وہ ندامت و تواضع کے ساتھ سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اللہ کے دین میں داخل ہو گئے، عمر رضی اللہ عنہ فارسیوں سے لڑائی کی خبروں کا بہت اہتمام کرتے تھے، آپ صبح سے دوپہر تک اہل قادسیہ کے متعلق قافلوں سے پوچھنے کے لیے راستے میں انتظار کرتے، پھر آپ اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آ جاتے، لہٰذا جب خوشخبری لانے والے شخص سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے آپ کو بتایا (کہ وہ قادسیہ سے آیا ہے)، آپ نے اسے کہا: اللہ کے بندے! مجھے کوئی بات تو بتاؤ۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کر دیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے ہیں جبکہ وہ شخص اپنی اونٹنی پر جا رہا ہے وہ آپ کو نہیں پہچانتا تھا، حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ لوگ آپ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے لگے، تو اس آنے والے شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ آپ امیر المومنین ہیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھائی! کوئی بات نہیں۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کی فراخ دلی اور تواضع کا اندازہ لگائیں، حالانکہ آپ کی شان و شوکت اور رفعت و منزلت قیصر و کسریٰ سے بھی زیادہ تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قادسیہ کے بعد فتح مدائن (۱۵۔۱۶ ہجری)

یوم برس [1]

فارسیوں کی قادسیہ میں شکست کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے دو ماہ تک لڑائی لڑنے سے توقف کیا تاکہ فوج آرام کر سکے اور قتال کے لیے تیار ہو سکے، اس مدت میں سعد اپنے مرض سے شفایاب ہو چکے تھے، شوال کے کچھ دن باقی تھے کہ آپ قادسیہ سے روانہ ہوئے، جب عبداللہ بن معتم، زہرہ بن حویّہ اور شرحبیل بن سمط کی سربراہی میں مسلمانوں کا ہراول دستہ برس کے مقام پر پہنچا تو ان کی فارسیوں کے ایک جتھے سے مڈبھیڑ ہوگئی، مسلمانوں نے انہیں بابل تک شکست دی، قادسیہ کے بھگوڑے بھی وہیں تھے، پس انہوں نے ان کے قائد بُصبُھرَی کو شکست دی، اس نے خود کو دریا میں پھینک دیا اور وہ زہرہ کے نیزے کے ذریعے موت سے ہمکنار ہو گیا، پھر بُرس کا بڑا سردار آیا اور اس نے زہرہ سے صلح کر لی اور ان کی مزید ہمت بندھائی اور بابل میں جمع ہونے والوں کے متعلق انہیں بتایا۔

یوم بابل

سعد رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ کے ساتھ کوفہ میں پڑاوَ ڈالا اور انہیں زہرہ سے یہ خبر پہنچی کہ فارسی فیرزان کی قیادت میں بابل میں اکٹھے ہو رہے ہیں، وہ اپنے سپہ سالار کے ساتھ بابل کی طرف بڑھے اور تھوڑے سے وقت میں فارسیوں کو شکست دے دی، ہرمزان نے اہواز کا رخ کیا اور وہاں پناہ حاصل کی، پھر نہاوند آئے جہاں کسریٰ کے خزانے تھے تو ان پر قبضہ کر لیا، سعد رضی اللہ عنہ نے چند دن بابل میں قیام کیا اور پھر کوثی میں پڑاوَ ڈالا اور اس گھر کے پاس آئے جہاں ابراہیم علیہ السلام قید کیے گئے تھے، انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیا علیہم السلام پر درود بھیجا اور یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ [2]

''ہم ان ایام کو لوگوں کے مابین بدلتے رہتے ہیں۔''

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۵۵؛ المنتظم: ۴/ ۲۰۴۔ [2] ۳/ آل عمران: ۱۴۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مدائن کی فتح (ماہ صفر ۱۶ ہجری) [1]

مدائن ملک فارس کا دار الخلافہ اور اکاسرہ ساسانیہ بادشاہوں کا مسکن تھا، عربوں نے اس کا نام مدائن رکھا کیونکہ وہ سات شہر ہیں، انگریزوں کے ہاں اس کا نام اکتیز یفون ہے، اس کے اور بغداد کے درمیان پچیس میل کا فاصلہ ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ نے زہرہ کو بہرسیر کی طرف روانہ کیا، ساباط کے رئیس شیرازاد نے جزیہ دینے پر ان سے صلح کر لی، زہرہ نے کتیبہ بنت کسریٰ کو، جسے بوران کہا جاتا تھا، شکست دی، پھر سعد رضی اللہ عنہ نے بہرسیر پر چڑھائی کی تو مسلمانوں نے ایوان دیکھا اور وہ ایوان کے سامنے تھی، ضرار بن خطاب نے کہا: اللہ اکبر! کسریٰ کا سفید محل، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور مجاہدین نے بھی ان کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا، جب بھی کوئی دستہ وہاں پہنچتا تو وہ نعرہ تکبیر بلند کرتا، پھر انہوں نے شہر میں پڑاؤ ڈالا۔

مسلمان ماہ صفر میں بہرسیر میں داخل ہوئے، سعد رضی اللہ عنہ نے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا، انہوں نے دستے بھیجے تو انہوں نے ایسے لوگوں پر حملہ کیا جن کے لیے کوئی عہد و پیمان نہیں تھا، پس وہ ایک لاکھ کسان پکڑ لائے تو ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں ایک کسان آیا، سعد رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو انہوں نے انہیں جواب دیا: اگر تو تمہارے پاس ایسے کسان آئے ہیں جنہوں نے تمہاری مخالفت میں مدد نہیں کی تو وہ امانت ہیں اور جو شخص فرار ہونے کی کوشش کرے اور تم اسے پکڑ لو تو اس کے متعلق تم بہتر جانتے ہو، جیسے تم چاہو سو کرو۔ سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں رہا کر دیا اور رئیسوں کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی دعوت دی، اس صورت میں انہیں امان دی جائے گی، لہٰذا انہوں نے رجوع کر لیا لیکن آل کسریٰ میں سے کوئی بھی اس میں داخل نہ ہوا۔ دجلہ کے غربی علاقے سے سرزمین عرب کے تمام لوگوں نے ایمان قبول کر لیا اور وہ اسلامی سلطنت پر رشک کرنے لگے، انہوں نے بہرسیر کا دو ماہ محاصرہ کیے رکھا وہ منجنیقوں کے ذریعے ان پر سنگ باری کرتے رہے اور وہ قلعہ شکن مشینوں کے ذریعے ان کی طرف گولہ باری کرتے رہے، اور

[1] معجم البلدان: ٥/ ٧٥؛ تاریخ الطبری: ٢/ ٤٦٦؛ فتوح الشام: ٢/ ٢٠٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے شہر پر بیس منجنیقیں نصب کی تھیں، جن کے ذریعے انہوں نے انہیں مشغول رکھا، مغربی مدائن کے باشندوں کا حصار سخت ہوگیا حتیٰ کہ انہوں نے بلے اور کتے کھائے اور انہوں نے اس امر عظیم پر شدت حصار کی وجہ سے صبر کیا، پھر انہوں نے مدائن شرقیہ کی طرف دجلہ کو کاٹ دیا، شہر میں داخل ہوگئے، سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں قیام گاہوں پر اتارا۔

سعد رضی اللہ عنہ نے ماہ صفر کے چند روز بہرسیر میں قیام کیا، اتنے میں حالات کی واقفیت رکھنے والا ایک شخص ان کے پاس آیا تو اس نے دریا کی ایک ایسی گزرگاہ کے متعلق انہیں بتایا جہاں پانی کی گہرائی کم تھی اور فوج وہاں سے آسانی کے ساتھ گزر کر فارسیوں تک پہنچ سکتی تھی، لیکن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی تجویز کو قبول نہ کیا بلکہ تردد کا شکار ہوگئے، دریا کے پھیلاؤ اور تیز بہاؤ نے انہیں مشکل میں ڈال دیا تھا کیونکہ اس سال یہ پھیلاؤ بہت زیادہ تھا، دجلہ بہت تلاطم خیز تھا۔ ایک اور آدمی آیا اور اس نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے؟ آپ تین دن یہاں ٹھہرے رہے تو یزدجرد مدائن سے ہر چیز نکال کر لے جائے گا، تب سعد رضی اللہ عنہ نے دریا عبور کرنے کا عزم کیا، فوج کو خطاب کیا اور انہیں دریا عبور کرنے پر آمادہ کیا، عاصم کو بندرگاہ پر مامور کیا تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں اور دشمن کو روکے رکھیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے حملہ کرنے کی اجازت دی اور لشکر سے کہا کہ ان الفاظ کے ساتھ دعا کریں:

نَسْتَعِیْنُ بِاللّٰهِ، وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ، وَاللّٰهِ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ وَلِیَّهٗ، وَلَیُظْهِرَنَّ دِیْنَهٗ، وَلَیَهْزِمَنَّ عَدُوَّهٗ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

''ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے دوست کی مدد کرے گا، اپنے دین کو غالب کرے گا اور اپنے دشمن کو شکست سے دوچار کرے گا، ہر قسم کی قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو بلند و باعظمت ہے۔''

فوج دجلہ میں داخل ہوگئی، جو شخص سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا وہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے، لشکر کے گھوڑے دریا میں تیر رہے تھی، فوج صحیح سلامت دریا سے باہر نکل آئی اور ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گھوڑوں سے پسینہ ٹپک رہا تھا، انہوں نے جس روز دجلہ کو عبور کیا تو انہوں نے اس دن کا نام ''یوم جراثیم'' رکھ دیا، کیونکہ جو بھی دریا عبور کرتا تو اس کے لیے ایک چرثومہ ظاہر ہوتا وہ اس کے ساتھ چلتا: جب فارسی مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے نہ روک سکے تو وہ حلوان کی طرف فرار ہو گئے اور مسلمان اس میں داخل ہو گئے اور انہوں نے وہاں کسی ایک شخص کو بھی نہ پایا، یزد جرد نے اپنے اہل وعیال کو حلوان پہنچا دیا تھا اور خود بھی وہاں پہنچ گیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے سفید محل میں پڑاؤ ڈالا، ایوان کو جائے نماز قرار دیا۔

ایوان کسریٰ [1]

ایک خیال کے مطابق مدائن کے ایوان کسریٰ کو بنانے میں بہت سے باشاہوں نے تعاون کیا، یہ بہت بڑی عمارت ہے، جب کسریٰ نے اپنا ایوان تعمیر کرنا چاہا تو اس نے آس پاس کے مکینوں کی اراضی خریدنے لوگوں کو وافر قیمت کی پیش کش کرنے اور اس جگہ کو ایوان میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ یہ بات مشہور ہے کہ اس کے جوار میں ایک بڑھیا کی کٹیا تھی، انہوں نے اس بڑھیا کو یہ کٹیا فروخت کرنے پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا: میں بادشاہ کے پڑوس کو تو پوری دنیا کے عوض بھی فروخت نہیں کروں گی، بادشاہ کو اس بڑھیا کی یہ بات بھلی معلوم ہوئی، بادشادہ نے ایوان تعمیر کرنے اور اس کی کٹیا کو وہیں رکھنے کا حکم جاری کیا، بلکہ اسے مضبوط بنیادوں پر تعمیر کر دیا، ایوان میں کسریٰ انوشروان اور قیصر انطاکیہ کی تصویر تھی، جس میں وہ اس کا محاصرہ کرتے ہوئے اور اس سے لڑائی کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

ابن حاجب نے ایوان کا تذکرہ ان اشعار کے ساتھ کیا ہے:

یا من بناه بشاهق البنیان

أنسیت صنع الدهر بالإیوان

''بلند و بالا عمارت بنانے والے۔ کیا تم اس ایوان کی وجہ سے زمانہ کی صنع کو بھول گئے۔''

هذي المصانع والدساكر والبنا

وقصور كسرى أنوشروان

[1] معجم البلدان: ۱/ ۲۹۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''مصانع، شاہی محل، عمارتیں اور انوشروان کسریٰ کے محل سب فضول ہیں۔''

كتب الليالي في ذُراها أسطراً

بيد البلى وأنامل الحدثان

''راتوں نے مصائب وحادثات کے ہاتھوں یہ بات لکھ دی ہے۔''

إن الحوادث والخطوب إذا سطت

أودت بكل موَثَّق الأركان

''کہ حوادث اور امر عظیم جب غالب آتے ہیں تو وہ پختہ بنیادوں کو بھی الٹ دیتے ہیں۔''

سعد رضی اللہ عنہ نے لگا تار آٹھ رکعتیں نماز فتح ادا کی، ایوان میں مجسمے اور مورتیاں تھیں، انہوں نے انہیں ان کے حال پر جوں کا توں رہنے دیا، تین دنوں کے بعد وہ ایوان سے سفید محل میں منتقل ہو گئے۔

مسلمانوں کا مال غنیمت [1]

سعد رضی اللہ عنہ نے اموال غنیمت کی وصولی پر عمرو بن مقرن کو مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ محلات وایوان، خزانوں، گھروں اور بازاروں میں موجود ہر چیز کو جمع کریں اور ان کی گنتی کریں، انہوں نے اموال غنیمت میں جواہرات، زرہیں، تلواریں اور سونا چاندی حاصل کیا، جب سعد نے اموال غنیمت تقسیم کیے تو گھڑ سوار کے حصہ میں بارہ ہزار درہم آئے اور وہ سب گھڑ سوار تھے ان میں کوئی بھی پیادہ نہیں تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے حیرہ میں موجود خواتین اور بچوں کا بھی حصہ نکالا، گھروں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا نیز عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے خمس نکالا، انہوں نے بادشاہ کا قالین بھی خمس کے ساتھ روانہ کیا۔ واقدی نے کتاب ''فتوح الشام'' میں اس قالین کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

وہ سارا کا سارا سونا تھا جو کہ ریشم سے بنا ہوا تھا، جس میں موتی اور رنگ دار یاقوت، معادن اور قیمتی جواہرات وزمرد لگے ہوئے تھے، اس کا طول ساٹھ ہاتھ تھا، ایک ہی ٹکڑا تھا اس

[1] فتوح الشام: ۲/ ۲۰۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی ایک جانب میں تصویر کی طرح کا خاکہ تھا، ایک جانب میں ایسے تھا جیسے درخت، باغ اور پھول ہوں، ایک جانب میں موسم ربیع میں نباتات سے بھری ہوئی زمین کا نقشہ تھا، یہ ساری چیزیں رنگین ریشم، سونے، زمرد اور چاندی کی تھیں۔ بادشاہ صرف موسم سرما میں شراب نوشی کے وقت اسے اپنے ایوان میں بچھایا کرتا تھا، وہ اسے نزہت ومسرات کے قالین کا نام دیتے تھے، وہ ان کے لیے خوب صورت باغ کی طرح تھا، پس جب عربوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ زینت کا فرش وقالین ہے۔ اس سے فارسیوں کے غلبہ وخوشحالی اور قالین سازی اور فنون جمیلہ میں ترقی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حبیب بن صہبان کی سند سے طبری میں روایت ہے: ہم مدائن میں داخل ہوئے تو ترکی قبوں میں آئے جو سیل بند ٹوکریوں سے بھرے پڑے تھے، ہم نے انہیں کھانا سمجھا، جبکہ وہ سونے چاندی کے برتن تھے جو کہ بعد میں فوج میں تقسیم کر دیے گئے۔

حبیب نے کہا: میں نے آدمی کو دیکھا جو چکر لگا کر کہہ رہا تھا کسی کے پاس گیہوں ہے، ہمیں بہت سا کافور ملا، ہم نے اسے نمک سمجھا اور اسے آٹے میں گوندھ لیا جب ہم نے روٹی میں اس کا کڑواپن محسوس کیا تو ہمیں پتہ چلا کہ یہ کافور ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ انہیں کسریٰ کے تاج وپوشاک اور اس کی زرہوں، خود اور تلوار کا پتہ چلا تو انہوں نے یہ تمام چیزیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں تاکہ مسلمان انہیں دیکھ لیں اور عرب ان کے متعلق سن لیں۔

جب وہ قالین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کے متعلق لوگوں سے مشورہ طلب کیا، ان میں سے زیادہ تر نے یہ کہا: انہوں نے یہ آپ کو دیا ہے، آپ جو مناسب سمجھیں ویسے کریں البتہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! بات تو ویسے ہی ہے جیسے انہوں نے کہا ہے: بس غور وفکر کرنا باقی رہ گیا ہے۔ اگر آپ اسے آج قبول کر لیں گے تو کل کسی ایسے شخص کے لیے نہیں چھوڑیں گے جو اس کا مستحق نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے درست کہا اور میری خیر خواہی کی، پس آپ نے اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسے تقسیم نہیں کرنا چاہتے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تو وہ ان کے پاس گئے اور کہا: آپ اپنے علم کو جہالت اور اپنے یقین کو شک نہ بنائیں، آپ کے لیے دنیا میں بس وہی چیز ہے جو آپ نے دے دی اور آگے بھیج دی یا آپ نے پہن کر بوسیدہ کر لی یا کھا کر ختم کر لی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچی اور درست بات کی، پس انہوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا، علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ایک ٹکڑا آیا جو کہ کوئی خصوصی اہمیت کا حامل نہیں تھا پھر بھی انہوں نے اسے بیس ہزار میں فروخت کیا۔

اس وقت اس یادگار مال غنیمت اور نوادرات کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ اور کسی مسلمان کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ ان چیزوں کا عجائب گھر بنا دیں تاکہ مسلمانوں اور ان کے جہاد کی شان و شوکت کی داستانیں قیامت تک باقی رہیں، مؤرخین اور علمائے آثار کے لیے نفع مند درس ہو اور بہترین فنی تحفہ ہو، کوئی شک نہیں کہ اس طرح کے قالین کو ٹکڑوں کی صورت میں تقسیم کرنا، بادشاہوں کی تلواروں، ان کی زرہوں، ان کی پوشاکوں اور ان کے تاجوں کو تقسیم کرنا تاریخ کے حوالے سے ایک عظیم خسارہ ہے، لیکن مسلمان اس وقت ان سے بچنے کے لیے عذر تلاش کر رہے تھے، کیونکہ عجائب گھر بنانا تاریخ و فن کی خدمت ہے، یہ چیز ان کے دور میں موجود نہیں تھی، پس انہوں نے مقدور بھر کوشش کے مطابق مال غنیمت کی منصفانہ تقسیم میں بہتری سمجھی اور ان چیزوں کی اثری اور فنی قیمت سے نظر بند کر لی۔

جب کسریٰ کے زیور (کنگن وغیرہ) اور اس کا فاخرانہ لباس پیش کیا گیا، اس کے کئی طرح کے لباس تھے ہر حالت کے لیے ایک خاص لباس تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: محلّم کو میرے پاس لاؤ وہ ان دنوں ارض مدینہ میں سب سے زیادہ جسیم تھا، انہوں نے کسریٰ کا تاج لکڑی کے دو بانسوں پر ڈالا پھر اس کے ہار اور اس کے کپڑے اس پر ڈالے گئے اور اسے لوگوں کے لیے بٹھایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اور لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو انہوں نے دنیا کے معاملے میں اسے امر عظیم سمجھا اور اس کو دنیا کا فتنہ سمجھا پھر وہ یہاں سے کھڑے ہوئے تو اسے اس کے کپڑے پہنائے گئے پھر اسے بھی اسی طرح دیکھا، پھر اسے اس کا اسلحہ اور اس کی تلوار حمائل کی گئی تو پھر اسے دیکھا پھر وہ چیزیں اتار دیں اور کہا: اللہ کی قسم! لوگوں نے اسے امانت داروں کے سپرد کیا ہے، آپ نے کسریٰ کی تلوار محلّم کو عطا کر دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معرکہ جلولاء (۱۶ ہجری ۶۳۷ء) [1]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدائن میں جس فتح سے ہمکنار کیا تھا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر رشک کیا اور اس کے دفاع کی طرف پلٹ آئے، آپ نے پیش قدمی سے منع کر دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مدائن میں اقامت پذیر تھے، ۱۶ ہجری کا موسم گرما راحت میں گزرا، یزدجرد اور اس کا شکست خوردہ لشکر پہاڑ کی طرف فرار ہو گیا، جو دجلہ کے کنارے تھے وہ تابع فرمان ہو گئے، کیونکہ انہوں نے محسوس کر لیا کہ مقابلہ اور مزاحمت نفع مند نہیں موسم خزاں میں فارسی یزدجرد کی کمان میں مقام حلوان پر جمع ہوئے جو کہ مدائن سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں سے فوج کے ایک دستے نے جلولاء کی طرف پیش قدمی کی، یہ ایک قلعہ تھا جس کے اردگرد انہوں نے خندق کھود دی تھی اور صرف اپنے راستے چھوڑ کر خندق کو چاروں طرف سے خاردار تاروں سے گھیر دیا تھا، سعد رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف جواب لکھا کہ ہاشم بن عتبہ کو جلولاء کی طرف بھیج دیں، قعقاع بن عمرو کو ہراول دستے کا امیر مقرر کر دیں، اگر اللہ تعالیٰ فارسیوں کو شکست سے دوچار کر دے تو پھر قعقاع کو سواد اور پہاڑ کے درمیان مقرر کر دو، لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہونی چاہیے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا، مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ہاشم بارہ ہزار لشکر کے ساتھ مدائن سے روانہ ہوا اس لشکر میں مہاجرین وانصار کے معزز اور نامور عرب افراد شامل تھے۔

مسلمانوں نے فارسیوں کا محاصرہ کیا تو فارسیوں نے ان کے اس محاصرے کو لمبا کر دیا، وہ جب چاہتے تب باہر آتے تھے، مسلمانوں نے جلولاء میں ان پر اسّی حملے کیے جن میں مسلمان ظفریاب ہوئے اور ان کی خاردار تار کے باوجود ان پر غالب آئے۔ سعد رضی اللہ عنہ گھڑ سواروں کے ذریعے ہاشم کی مدد کرتے، آخر پر ان کی مڈبھیڑ ہوئی تو اہل فارس شکست کھا گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی بھیجی جس سے چہار سو اندھیرا چھا گیا، وہ دوبارہ حملہ آور ہوئے اور گھمسان کا رن پڑا شب ہریر کے علاوہ ایسی شدید لڑائی کبھی نہیں ہوئی تھی البتہ وہ جلد انجام کو

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۶۹؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص۱۳۶؛ تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۱؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۶۹۔۷۰؛ تاریخ الیعقوبی: ۱/ ۲۵۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پہنچ گئی تھی اور قعقاع باب خندق پر پہنچے اور اس پر قابض ہو گئے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا اور انہیں شکست سے دوچار کر دیا، اس روز ان کے ایک لاکھ افراد موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، پورا میدان لاشوں سے بھر گیا اور اسے جلولاء کا نام اس لیے دیا گیا کہ ان کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی، پس یہ معرکہ جلولاء ہے، جب یزدجرد کو شکست کی خبر پہنچی تو وہ حلوان سے قزوین کی طرف بھاگ گیا۔

جلولاء کی فتح ذی القعدہ سن ۱۶ ہجری میں ہوئی، اس کے اور مدائن کی فتح کے درمیان نو ماہ کا وقفہ ہے، قعقاع حلوان پہنچے، اس کے رئیس کو قتل کیا، عمر رضی اللہ عنہ کو فتح اور قعقاع کے حلوان جانے کے بارے میں خط لکھا، قعقاع کے ہاتھ لونڈیاں آئیں تو انہوں نے انہیں ہاشم کے پاس بھیج دیا، انہیں تقسیم کر دیا گیا، ان سے بچے پیدا ہوئے، مال غنیمت تقسیم کیا گیا، ہر سوار کے حصے میں نو ہزار کی رقم اور نو جانور آئے۔ ایک روایت کے مطابق خوبصورت فارسی النسل گھوڑوں کے علاوہ مال غنیمت کی رقم تین کروڑ درہم تھی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا خمس عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا اور سارا حساب زیاد بن ابی سفیان کے ساتھ روانہ کر دیا، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم لوگوں میں اسی طرح گفتگو کر سکتے ہو جس طرح تم نے مجھ سے گفتگو کی ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی کا رعب میرے دل میں نہیں، لہٰذا میں آپ کے علاوہ کسی اور کے سامنے بھی بیان کر سکتا ہوں۔ وہ لوگوں کے سامنے آئے اور انہوں نے تمام حالات و واقعات اور کارنامے اس قدر تفصیل سے بیان کیے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ فصیح و بلیغ اور قادر الکلام خطیب ہیں۔ انہوں نے کہا: ہمارے لشکروں نے ہماری زبانوں کو روانی عطا کر دی ہے۔

جب خمس عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے چھت تلے رکھنے سے پہلے تقسیم کر دوں گا، عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما نے مسجد میں اس کی حفاظت کے لیے تمام رات پہرہ دیا، جب صبح ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی موجودگی میں اس مال سے کپڑا ہٹایا، جب اس مال میں موجود ہیرے جواہرات پر نظر پڑی تو رونے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟! یہ تو مقام شکر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے نہیں رو رہا، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ جس قوم کو یہ چیزیں عطا کر دیتا ہے تو ان میں باہم حسد و بغض پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ باہم حسد کرتے ہیں تو ان کا باہمی اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔'' [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں سے جس شرط پر صلح کی تھی وہ یہ تھی کہ اگر انہوں نے مسلمانوں سے ان کے دشمنوں کے بارے میں دھوکہ دہی سے کام لیا تو پھر یہ ذمہ اور امان ختم ہو جائے گی، اگر انہوں نے کسی مسلمان کو برا بھلا کہا تو اسے سزا دی جائے گی، اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قتل کیا تو ان سے قتال کیا جائے گا۔ ان شرائط پر عمر معاہدہ کرتا ہے اور عمر لشکر کی طرف سے کسی زیادتی کا ذمہ دار نہیں ہے۔

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۷۱؛ البدایہ والنہایہ: ۷/ ۷۰؛ الکامل: ۷/ ۴۴۹؛ المنتظم: ۴/ ۲۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تکریت وموصل کی فتح [1]

تکریت بغداد اور موصل کے درمیان ایک مشہور شہر ہے جو کہ بغداد کے زیادہ قریب ہے۔ تکریت اور بغداد کے درمیان تیس فرسخ (تقریبا نوے میل) کا فاصلہ ہے، اس کے بالائی کنارے پر ایک محفوظ قلعہ ہے جو کہ دجلہ کے غربی کنارے پر واقع ہے۔

تکریت جمادی سن ۱۶ ہجری میں فتح ہوا، سعد رضی اللہ عنہ نے تکریت کی طرف لشکر روانہ کیے، رومی فوجیں اور ایاد و تغلب اور نمر و شہارجہ کے مسیحی قبائل پر مشتمل مشترکہ افواج اس کی حفاظت کر رہی تھیں جبکہ انطاق ان کی کمان کر رہا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: عبداللہ بن معتم کو اس کی طرف روانہ کر دو۔ ربعی بن افکل کو ہراول دستے کا امیر مقرر کیا، عرفجہ بن ہرثمہ کو گھڑ سوار دستے کا امیر مقرر کیا، عبداللہ تکریت کی طرف روانہ ہوئے اور چالیس روز تک اس کا محاصرہ کیا، عبداللہ بن معتم نے انطاق کے حمایتی عربوں کو اپنی نصرت کے لیے پیغام بھیجا، وہ عبداللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں رکھتے تھے۔ جب رومیوں نے مسلمانوں کو اپنے اوپر غالب آتے دیکھا تو انہوں نے اپنے امرا کو چھوڑا اور اپنا سامان کشتیوں کی طرف منتقل کرنا شروع کر دیا تغلب، ایاد اور نمر نے عبداللہ تک خبر پہنچا دی اور انہوں نے اس سے امان طلب کی، انہوں نے عبداللہ کو بتایا کہ وہ اس کے ساتھ ہیں، عبداللہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ اگر تم سچے ہو تو پھر اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئے۔ عبداللہ نے انہیں پیغام بھیجا: جب تم ہماری طرف سے نعرۂ تکبیر سنو تو جان لینا کہ ہم خندق کے دروازوں پر قبضہ کر چکے ہیں تو تم بھی دجلہ کے قریب والے دروازوں تک پہنچ جانا، تم بھی نعرہ تکبیر بلند کرنا اور جن پر تم قدرت پا سکو انہیں قتل کر دینا، اس طرح انہوں نے ان سب کو قتل کر دیا، اہل خندق میں بدوی قبائل سے صرف وہی بچا جس نے اسلام قبول کیا، عبداللہ بن معتم نے ربعی بن افکل کو بدوی اور موصل کے قلعوں کی طرف بھیجا، نینوی کے قلعے کا نام قلعہ شرقی اور موصل کے قلعے کا نام قلعہ غربی رکھا گیا، ابن افکل نے دونوں قلعوں پر دھاوا بولا تو انہوں نے صلح کرنا قبول کر لیا، وہ ذمی بن گئے۔ مسلمانوں نے مال غنیمت تقسیم کیا تو سوار کے حصے میں تین ہزار درہم آئے اور پیادہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ٤٧٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے حصے میں ایک ہزار درہم، انہوں نے فرات بن حیان کے ساتھ خمس اور حارث بن حسان کے ساتھ فتح کی خبر عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچائی۔

فتح ماسبذان [1]

جب ہاشم بن عتبہ جلولاء سے مدائن کی طرف واپس آئے تو سعد رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ آذین بن ہرمزان نے فوج جمع کی ہے اور وہ اسے لے کر سہل کی طرف روانہ ہو چکا ہے، انہوں نے اس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ضرار بن خطاب کو لشکر دے کر ان کی طرف روانہ کرو اور ابن ہذیل اسدی کو اس کے ہراول دستے کا امیر مقرر کرو اور میمنہ و میسرہ پر عبداللہ بن وہب راسی کو جو کہ بجیلہ کے حلیف ہیں اور مضارب کو مقرر کرو۔ ضرار بن خطاب جو کہ بنو محارب بن مہر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے، ہذیل نے پیش قدمی کی حتیٰ کہ ماسبذان کے میدان تک پہنچے۔ ہندف نامی جگہ پر آمنا سامنا ہوا، باہم لڑائی ہوئی تو مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ مشرکین پر حملہ کر دیا، ضرار نے آذین کو پکڑ کر قیدی بنا لیا، اس کا لشکر شکست کھا گیا تو اس (آذین) کو قتل کر دیا گیا، پھر (ضرار) نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ سیروان پہنچ گئے، اس طرح انہوں نے ماسبذان پر قبضہ کر لیا، اس کے باشندے پہاڑ کی طرف بھاگ گئے، انہوں نے انہیں بلایا تو وہ واپس آ گئے، انہوں نے انہیں وہیں آباد کر دیا، وہ خود بھی وہیں رہے حتیٰ کہ سعد رضی اللہ عنہ مدائن سے منتقل ہوئے، تو انہوں نے پیغام بھیجا، انہوں نے کوفہ میں قیام کیا اور ماسبذان پر ہذیل کو جانشین مقرر کیا، یہ بھی کوفہ کی ایک سرحد تھی، ہندف بغداد کے نواح میں ایک چھوٹا سا شہر ہے، یہ نہروان کی آخری حدود اور ہندف بادرایا اور واسط کے مابین ہے۔

ضرار بن خطاب، لشکر کے امیر جن کا ابھی ذکر ہوا، نے کہا:

ولما لقينا بهندف جمعهم

أناخوا وقالوا اصبروا آل فارس

"جب ہندف کے مقام پر ہم ان کے لشکر سے ملے۔ انہوں نے اپنی سواریاں

---

[1] تاريخ الطبري: ٢/ ٤٧٥؛ المنتظم: ٤/ ٢١٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بٹھائیں اور کہا: آل فارس صبر کرو۔''

فقلنا جميعا نحن أصبر منكم
وأكرم في يوم الوغا والتمارس

''ہم نے کہا: ہم سب تم سے زیادہ صابر ہیں اور حرب وضرب کے روز تم سے زیادہ مکرم ومعزز ہیں۔''

ضربناهم بالبيض حتى إذا انثنت
أقمنا لها مثلاً بضرب القوانس

''ہم نے تلوار کے ذریعے انہیں مارا حتیٰ کہ جب وہ مڑ گئیں تو پھر ہم خود کے ساتھ انہیں مارنے لگے۔''

فما فنيت خيل تقص طريقهم
وتقتلهم بعد اشتباك الحنادس

''گھوڑوں نے ان کے راستوں کا تعاقب کیا اور وہ لشکر انتہائی تاریک راتوں میں بھی ان سے لڑتے رہے۔''

فعادوا لنا دنياً ودانوا بعهدنا
وعدنا عليهم بالنهى في المجالس

''پس وہ مطیع ہو کر ہمارے پاس آئے اور وہ ہمارے عہد کے سامنے جھک گئے۔ اور ہم نے انہیں مجالس میں آنے سے روکے رکھا۔''

فتح قرقیسیاء [1]

قرقیسیاء کرکیسیا سے معرب ہے، وہ کرکیس سے ماخوذ ہے اور وہ گھوڑوں کی دوڑ کے معانی میں استعمال ہوتا ہے جسے عربی میں الحلبہ (وہ گھوڑے جو دوڑ کے لیے مختلف اطراف سے جمع کیے جائیں) کہتے ہیں اور شعر میں زیادہ تر مقصور آتا ہے۔

جب ہاشم بن عتبہ جلولاء سے مدائن کی طرف واپس آئے، تو اہل جزیرہ کا بہت بڑا لشکر

[1] فتوح البلدان: ٤/ ٢٣٨؛ تاریخ الطبری: ٢/ ٤٧٥؛ البدایہ والنہایہ: ٧/ ٧٣۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جمع ہو چکا تھا، ہرقل اہل حمص کے خلاف ان کی مدد کر رہا تھا، انہوں نے اہل ہیت کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا تو انہوں نے جواب لکھا کہ عمر بن مالک کی سربراہی میں ایک لشکر ان کی طرف روانہ کریں، حارث بن یزید عامری کو ہراول دستے کا امیر بنا کر بھیجیں اور میمنہ ومیسرہ پر ربعی بن عامر اور مالک بن حبیب کو روانہ کریں۔ عمر بن مالک اپنے لشکر کے ہمراہ ہیت کی طرف روانہ ہوئے، حارث بن یزید نے پیش قدمی کی حتیٰ کہ انہوں نے ہیت کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، دشمن نے اپنے اردگرد خندق کھود رکھی تھی، جب عمر بن مالک نے ان کو خندق کے ذریعے اپنا بچاؤ کیے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس (معرکہ) کو طویل سمجھا انہوں نے خیموں کو ان کے حال پر چھوڑا اور حارث بن یزید کو ان کے محاصرے پر جانشین مقرر کر دیا اور خود نصف فوج لے کر راستہ بدلتے ہوئے قرقیسیاء پہنچ گئے جبکہ وہاں کے باشندے غفلت کا شکار تھے، انہوں نے وہاں قبضہ کر لیا، اہل قرقیساء نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور حارث بن یزید کی طرف خط لکھا کہ اگر وہ (اہل ہیت) بھی تمہاری بات قبول کر لیں تو انہیں کچھ نہ کہنا حتیٰ کہ وہ محاصرہ سے نکل آئیں، اگر نہ مانیں تو پھر تم بھی ان کی خندق کے گرد ایک اور خندق کھود لو اس کے دروازے تمہاری طرف ہونے چاہیں اور یہ محاصرہ جاری رکھو حتیٰ کہ میں اس کا انجام دیکھ لوں۔ انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور لشکر عمر بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ آملا اور فارسی اپنے ملکوں سے جا ملے۔

عمر بن مالک رضی اللہ عنہ نے قرقیسیاء کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

ونحن جمعنا جمعهم في حفيرهم
بهيت ولم نحفل لأهل الحفائر

"ہم نے ان کی خندق کے پاس ان کی فوج کے مقابلے میں فوج جمع کی، فوجوں کا اجتماع مقام ہیت پر تھا اور ہم خندق والوں کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔"

وسرنا على عمد نريد مدينة
بقرقيسيا سير الكماة المساعر

"ہم تو قرقیسیاء شہر کا قصد کیے ہوئے زرہ بند جنگ کی آگ بھڑکانے والوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی طرح چلے آ رہے تھے۔"

فجئناهم في دارهم بغتة ضحى
فطاروا وخلوا أهل تلك المحاجر

"ہم چاشت کے وقت اچانک ان کے گھروں میں جا پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے وہ ممنوعہ اور محفوظ علاقے خالی کر دیے۔"

فنادوا إلينا من بعيد بأننا
ندين بدين الجزية المتواتر

"انہوں نے دور ہی سے ہمیں آواز دینا شروع کر دیا کہ ہم متواتر جزیہ دیتے رہیں گے۔"

قبلنا ولم نردد عليهم جزاء هم
وحطناهم بعد الجزا بالبواتر

"ہم نے اسے قبول کیا اور ان کا جزیہ واپس نہ کیا اور جزیہ کے بعد ہم نے تیز تلواروں کے ساتھ انہیں مجروح کیا۔"

باقی ہیت جس کا ذکر ہوا ہے، اس کے بارے میں مروی ہے کہ اس کا نام ہیت اس لیے رکھا گیا کہ یہ زمین سے بہت گہرائی پر واقع تھا اور ہیت اصل میں "ہوۃ" تھا اس کی واؤ کو یا میں بدل دیا گیا تو یہ ہوۃ سے ہیت بن گیا۔ یہ فرات کے کنارے واقع ایک شہر ہے جو کہ بغداد کے نواح میں انبار کے اوپر ہے، یہاں کھجور بہت زیادہ ہے، خیرات واسعہ ہے اور بریہ کے قریب ہے۔

عمر بن مالک نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

تطاولت أيامي بهيت فلم أحم
وسرت إلى قرقيسيا سير حازم

"میرا ہیت کے مقام پر قیام طویل ہو گیا تو میں وہاں نہ ٹھہرا بلکہ میں محتاط انداز سے قرقیسیاء کی طرف چل پڑا۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فجئتهم في غرة فاحتويتها

على عنن من اهلها بالصوارم

''میں ان کی غفلت میں ان کے پاس پہنچ گیا اور میں نے تلواروں کے ذریعے اس کے باشندوں کو گھیرے میں لے لیا۔''

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تاریخ ہجری [1]

سترھویں سال ماہ ربیع الاول میں تاریخ لکھی گئی۔ سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے تاریخ لکھی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا: ہم کس روز سے تاریخ لکھیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور ارض شرک کو خیر باد کہا تھا اس روز سے تاریخ لکھی جائے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں کے ساتھ حج کیا، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین مقرر کیا، اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ابراہیم کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا، یہ ماہ محرم کا واقعہ ہے۔

عربی سال قمری سال ہیں اور یہ شمسی یا میلادی سالوں سے تقریباً گیارہ دن کم ہوتے ہیں۔

عربوں میں بھی قدیم زمانہ جاہلیت میں ہلالی سال تھے، پھر انہوں نے اسلام سے پہلے ہی شمسی سال میں موافقت کر لی اور ہجرت نبوی کے ایام تک اسی پر باقی رہے، اسلام کے بعد ان میں دو سال مروج تھے، ان میں سے ایک ہلالیہ جو کہ دینی کاموں کے لیے اور دوسرا شمسیہ زمنی اور سیاسی امور کے لیے تھا، جیسے خراج وغیرہ وصول کرنے کے لیے اور اسے خراجی سال بھی کہا جاتا ہے۔

ہجری سال کی ابتداء ماہ محرم میں ہوئی، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول میں مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ پروفیسر برسیفال بیان کرتا ہے: ۴ ربیع الاول المطابق ۲۰ جون ۶۲۲ م اور قاموس الاسلام میں ہے: عمر نے تاریخ ہجری سن ۱۷ ہجری میں لکھی۔

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ٤٧٦؛ المنتظم: ٤/ ٢٢٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بصرہ کی تعمیر [1] ١٧ھ ٦٣٨ء

بصرہ کے لغوی معنی ہیں ''سخت پتھروں والی سخت زمین'' دوسرے قول کے مطابق: ''کنکریوں والی زمین۔'' کسی نے کہا: بصرہ کے معنی ہیں: ''سفید نرم پتھر۔'' بصرہ دجلہ وفرات کے سنگم کے پاس واقع ہے اور ان دونوں کے سنگم کو شط العرب کہا جاتا ہے۔

بصرہ کی تعمیر کے بارے میں ایک حکایت ہے کہ عتبہ نے بصرہ آباد کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کرنے کے لیے انہیں خط لکھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''مسلمانوں کے لیے کسی ایسی جگہ کا ہونا نہایت ضروری ہے جہاں وہ موسم سرما میں سردی کے ایام بسر کرسکیں اور جب وہ اپنے جہادی معرکوں سے واپس آئیں تو وہاں پناہ حاصل کرسکیں۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب لکھا: ''کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جو چراگاہ اور پانی کے قریب ہو اور اس کی تفصیل سے مجھے آگاہ کیجیے۔'' انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو جواب لکھا: ''میں نے ایک ایسی زمین دیکھی ہے جو خشکی کے کنارے نشیبی زمین ہے وہ زراعت کے قابل ہے، وہاں پانی کے بھرے ہوئے تالاب ہیں اور بانس ہیں۔'' جب عمر کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے کہا: یہ تو ''بصرہ'' کی سرزمین ہے جو پانی پینے کی جگہوں، چراگاہوں اور کثیر لکڑیوں کے قریب ہے۔ انہوں نے جوابی خط لکھا: وہاں قیام کرو۔ انہوں نے وہاں قیام کیا اور بانسوں سے وہاں مسجد بنائی کیونکہ وہاں بانسوں کی بہتات تھی اور مسجد کے علاوہ کشادہ جگہ میں وہاں امارت کا گھر بنایا جسے بنو ہاشم کی کشادہ جگہ کہا جاتا ہے، اسے صحرا کہا جاتا تھا۔ وہاں جیل، دیوان اور اس کے بعد پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے قیدیوں کے لیے حمام بھی بنائے گئے، پس جب وہ غزوہ کے لیے جاتے تو ان بانسوں کو اتار لیتے پھر انہیں باندھ کر رکھ دیتے، جب وہ غزوہ سے واپس آتے تو پھر پہلے کی طرح بانس جوڑ کر تعمیر کر لیتے، پھر یہ ہوا کہ بصرہ جل گیا تو انہوں نے اینٹوں سے اسے تعمیر کیا، سب سے پہلے ابوبکرہ نے وہاں کھجور کا پودا لگایا، پھر ان کے بعد باقی لوگوں نے پودے لگائے۔ عمر نے مغیرہ بن شعبہ اور پھر ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم کو سن ١٧ ہجری میں عامل و گورنر مقرر کیا، انہوں نے جامع مسجد اور دارالامارہ کو اینٹوں سے تعمیر کیا۔

---

[1] فتوح البلدان: ١/ ٤٣٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہا ابلہ تو وہ بصرہ سے زیادہ قدیم ہے، کیونکہ بصرہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں آباد کیا گیا، جبکہ ابلہ اس وقت ایک شہر تھا جس میں کسریٰ کی طرف سے چوکیاں مقرر تھیں۔

کوفہ کی تعمیر (۱۷ ہجری ۶۳۸ء) ❶

کوفہ سواد عراق سے ارض بابل میں ایک مشہور شہر ہے، لوگ اسے ''خد العذراء'' کا نام دیتے ہیں۔ کوفہ بھی اسی سال آباد کیا گیا جس سال بصرہ آباد کیا گیا یعنی سن سترہ ہجری میں، اس کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ نے فتوحات کا پیغام عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک وفد کے ہاتھ بھیجا، جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو انہوں نے ان کے احوال اور ان کے رنگ تبدیل ہو جانے کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے عرض کیا: ملکوں کی آب و ہوا نے ہمیں بدل کر رکھ دیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کے قیام کے لیے کوئی جگہ تلاش کریں اور سعد رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: ''وہ سلمان اور حذیفہ کو قائد و راہنما بنا کر بھیجیں کہ وہ آب و چارہ کی جگہ تلاش کریں وہ تمہارے لیے ایسی خشک مرطوب جگہ دیکھیں کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی سمندر ہو نہ کوئی پل۔'' سعد رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بھیجا انہوں نے فرات کے مغربی کنارے پر حیرہ کے قریب کوفہ کو منتخب کیا، انہوں نے وہاں قیام کیا نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس جگہ کو ان کے لیے باعث ثبات بنا دے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے بھی کوفہ میں پڑاؤ ڈالا تو عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: میں نے کوفہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا ہے، جو کہ حیرہ اور فرات کے درمیان خشک تر خطہ ہے جہاں نوک دار پتوں والی بوٹی اور بہت عمدہ قسم کی گھاس کثرت کے ساتھ پیدا ہوتی ہے، مسلمانوں نے اس کے اور مدائن کے درمیان جگہ کو منتخب کیا ہے، جسے مدائن پسند تھا اسے میں نے سرحدی چوکی کے طور پر وہاں پر چھوڑ دیا ہے۔ جب انہوں نے وہاں اپنا مرکز بنا لیا اور وہاں استقرار پکڑ لیا تو ان کی مفقود قوت بھی ان کی طرف پلٹ آئی، انہوں نے کوفہ کی تعمیر بھی بصرہ کی طرح بانسوں سے کی، لیکن جب ایک مرتبہ وہ آتش زدگی کا شکار ہو گیا تو پھر اینٹوں کے ذریعے اس کی تعمیر کی گئی اور تنزیل کوفہ پر ابو ہیاج بن مالک تھے اور تنزیل بصرہ پر عاصم بن دلف ابو الحرباء تھے، ان دونوں نے رستوں کی مقدار چالیس ہاتھ مقرر کی اور اس کے درمیان

---

❶ تاریخ الطبری:۲/ ۴۷۷؛ معجم البلدان:۴/ ۴۹۰؛ المنتظم:۴/ ۲۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بیس ہاتھ تھے، گلی کوچے سات ہاتھ اور جاگیریں (پلاٹ) ساٹھ ہاتھ ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے وہاں مسجد بنائی اور ان دونوں کے درمیان ایک ماہر تیر انداز کھڑا ہوا تو اس نے ہر سمت ایک تیر پھینکا اور حکم دیا کہ اس (تیر) کے پرے تعمیر کی جائے اور انہوں نے کوفہ کی مسجد کے سامنے حیرہ میں آکاسرہ کی تعمیر کی طرز پر سنگ مرمر کے ستونوں پر سائبان تعمیر کیا اور صحن پر ایک خندق بنائی تاکہ کسی عمارت کے ذریعے کوئی شخص اس پر دھاوا نہ بول دے۔ اس کے مقابل پر حیرہ میں آکاسرہ کے آجر سے سعد رضی اللہ عنہ کے لیے ایک گھر بنوایا جو کہ قصر کوفہ ہے، بازار مساجد کی مشابہت پر بنائے، جو شخص بیٹھنے کی جگہ پر پہلے پہنچ جائے تو وہ اسی کی ہے (جیسے مسجد میں) حتیٰ کہ وہ وہاں سے اپنے گھر چلا آئے اور جو کوئی اس کے ساتھ ہے وہ بھی فارغ ہو جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے بازاروں سے لوگوں کی آوازیں سنیں تو کہا: یہ شور مجھ سے دور کرو، نیز یہ خبر پہنچی کہ لوگ اسے قصر سعد کا نام دیتے ہیں، اس خبر پر عمر نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ باب قصر میں سوراخ کر کے واپس آ جائے، پس محمد بن مسلمہ نے ایسے ہی کیا، سعد رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا: یہ قاصد ہیں اور انہیں اسی کام کے لیے بھیجا گیا ہے۔ سعد نے انہیں بلایا تو انہوں نے ان کے پاس آنے سے انکار کر دیا، سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور انہیں نفقہ پیش کیا تو انہوں نے نہ لیا اور ان کے نام عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچایا، اس میں تحریر تھا: ''مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے محل تعمیر کرایا ہے اور آپ نے اسے قلعہ بنا رکھا ہے اور اس کا نام قصر سعد رضی اللہ عنہ ہے اور آپ کے اور عوام کے مابین دروازہ حائل ہے، وہ آپ کا قصر نہیں۔ بلکہ وہ تو جنون کا محل ہے، آپ اسے خالی کر کے بیوت اموال میں رہائش پذیر ہو جائیں اور اسے بند کر دیں، نیز قصر پر کوئی دروازہ نہ بنائیں جو لوگوں کو اندر آنے سے روکے، سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اور لوگوں کے بیان کے متعلق قسم اٹھوائی، محمد بن مسلمہ واپس چلے گئے اور سعد رضی اللہ عنہ کی بات عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچائی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

کوفہ کی چار سرحدیں تھیں:

① حلوان، جس پر قعقاع تھے۔

② ماسبذان، جس پر ضرار بن خطاب تھے۔

③ قرقیسیاء، اس پر عمر بن مالک یا عمرو بن عتبہ بن نوفل تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

④ موصل، اس پر عبداللہ بن المعتم تھے۔ یہاں بھی جانشین مقرر تھے جو امیر کی غیر موجودگی میں ذمہ داری سنبھالتے تھے، کوفہ کی تعمیر کے بعد ساڑھے تین سال تک سعد رضی اللہ عنہ وہاں کے سربراہ رہے اور اس سے پہلے مدائن کی سربراہی اس کے علاوہ ہے۔

کوفہ اور بصرہ کی تعمیر کے خلافت پر عظیم اثرات مرتب ہوئے۔ وہاں کے باشندوں کی بہت زیادہ تعداد اصل عربوں پر مشتمل تھی، کوفہ جنوب کی طرف سے آنے والے عربی قبائل کا مسکن تھا اور ان کی وہاں غالب اکثریت تھی، جہاں تک بصرہ کا تعلق ہے تو یہ شمال کی طرف سے آنے والوں کا مسکن تھا، ان دونوں شہروں کے باشندوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ اور دو لاکھ کے درمیان عربی نفوس پر مشتمل تھی۔

معرکہ حمص [1]

سن ۶۳۶ عیسوی میں اہل جزیرہ رومیوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر اکساتے ہیں۔

حمص ایک مشہور قدیمی شہر ہے، اس کی جنوبی جانب بلند ٹیلے پر ایک محفوظ قلعہ ہے اور وہ دمشق اور حلب کے وسط میں ہے۔

اہل جزیرہ نے رومی بادشاہ کی طرف پیغام بھیجا اور شام کی طرف فوج بھیجنے پر اسے آمادہ کیا اور اس سے معاونت کا وعدہ کیا، اس نے ان کی اس دعوت کو قبول کیا۔

جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق سنا تو انہوں نے ان کے مسلح افراد کو اپنے ساتھ ملا لیا اور شہر حمص کے صحن میں فوج کو جمع کیا، ادھر قنسرین سے خالد بھی آ گئے حتیٰ کہ وہ اور مسلمانوں کے امراء ان سے آ ملے۔ خالد رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مدد آنے تک رومیوں سے لڑائی کرنے میں عجلت سے کام لینا چاہیے اور یہ کہ قلعہ بندی نہ کی جائے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کی رائے قبول نہ کی انہوں نے قلعہ بندی کی اور حمص کے اردگرد خندق کھودی، نیز عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس میں رومیوں کی چڑھائی کے بارے میں بتایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۸۳، المنتظم: ۴/ ۲۲۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے زائد اموال سے ہر شہر میں ضرورت کے مطابق گھڑ سوار دستے مقرر کر رکھے تھے، کوفہ میں ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لیے چار ہزار گھڑ سوار تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''قعقاع بن عمرو کے ساتھ لوگوں کو تیار کرو اور جس روز میرا خط تمہیں پہنچے اسی روز انہیں حمص کی طرف روانہ کر دو، کیونکہ ابوعبیدہ کا گھیراؤ کر لیا گیا ہے، آپ ہر حال میں ان کی طرف پیش قدمی کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھا: سہیل بن عدی کو لشکر کے ساتھ جزیرہ کی طرف روانہ کریں اور وہ رقہ جائیں کیونکہ اہل جزیرہ ہی ہیں جنہوں نے رومیوں کو اہل حمص کے خلاف جنگ لڑنے کا مشورہ دیا ہے، اہل قرقیسیاء ان کے پیش رو ہیں۔ عبداللہ بن عتبان کو نصیبین بھیجیں، کیونکہ اہل قرقیسیاء ان کے پیش رو ہیں، پھر وہ حران اور الرہاء جائیں، ولید بن عقبہ کو جزیرہ کے ربیعہ اور تنوخ قبائل کے عربوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا جائے اور عیاض کو روانہ کریں اگر لڑائی ہو تو پھر میں ان تمام امور پر عیاض بن غنم کو سربراہ مقرر کرتا ہوں۔ عیاض ان اہل عراق میں سے تھے جو اہل شام کی مدد کے لیے خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے اور یہ ان اہل عراق میں سے تھے جو اہل قادسیہ کی امداد کے لیے آئے تھے اور وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے تھے۔ جس روز عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا اسی روز قعقاع چار ہزار کا لشکر لے کر حمص کی طرف چل پڑے، عیاض اور جزیرہ کے امرا بھی روانہ ہوئے، انہوں نے بندرگاہ اور اس کے علاوہ جزیرہ کی راہ لی، ہر امیر نے اپنے اس علاقے کی طرف توجہ کی جس پر اسے امیر مقرر کیا گیا تھا لہٰذا سہیل رقہ آئے، عمر، ابوعبیدہ کی امداد کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے وہ حمص کا ارادہ رکھتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے جابیہ میں قیام کیا، جب اہل جزیرہ کو، جنہوں نے اہل حمص کے خلاف مدد کی تھی، اسلامی لشکروں کی خبر پہنچی تو وہ اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے، انہوں نے رومیوں کو چھوڑ دیا۔ جب انہوں نے انہیں چھوڑ دیا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ سے رومیوں کی طرف نکلنے کا مشورہ کیا، تو انہوں نے یہی مشورہ دیا، پس وہ ان کی طرف روانہ ہوئے اور ان سے قتال کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے خلاف فتح سے ہمکنار کیا اور قعقاع بن عمرو معرکہ کے تین روز بعد پہنچے، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کے متعلق خط لکھا، جس میں ان کے خلاف مدد آنے اور اس بارے میں حکم کا بھی ذکر تھا، جس کے جواب میں عمر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے لکھا: ''انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کرو کیونکہ وہ تمہاری طرف نکلے اور ان کی وجہ سے تمہارا دشمن مرعوب ہوا اور وہ شکست سے دوچار ہوا، نیز کہا: اللہ تعالیٰ اہل کوفہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، وہ اپنی حدود کا دفاع کرتے ہیں اور اہل انصار کی مدد کرتے ہیں۔'' لہٰذا جب وہ فارغ ہوئے پلٹ آئے۔

فتح جزیرہ (۱۷ ہجری) [1]

اسے جزیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دجلہ اور فرات کے درمیان شام کے قریب واقع تھا جو کہ دیار مضر اور دیار بکر پر مشتمل تھا، دجلہ اور فرات بلاد روم سے آتے ہیں اور مقابل چلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ بصرہ کے قریب ملتے ہیں، پھر سمندر میں جا گرتے ہیں، وہاں کی آب و ہوا اچھی ہے، بہت زرخیز ہے، بہت خوبیوں کی حامل سرزمین ہے، وہاں بہت عالی شان شہر ہیں، وہاں بہت سے قلعے ہیں، اس کے بڑے بڑے شہر یہ ہیں: حران، رہاء، رقہ، رأس عین، نصیبین، سنجار، خابور، ماردین، آمد، میافارتین اور موصل وغیرہ۔

عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شام و عراق میں فتح عطا کی ہے۔ آپ اپنے پاس سے ایک لشکر جزیرہ کی طرف روانہ کریں اور خالد بن عرفطہ یا ہاشم بن عتبہ یا عیاض بن غنم ان تینوں میں سے کسی ایک کو ان کا امیر مقرر کر دیں، جب عمر کا خط سعد کے پاس پہنچا، انہوں نے کہا: امیر المومنین نے عیاض بن غنم کا نام سب سے آخر پر اس لیے لکھا ہے کہ آپ انہیں پسند کرتے ہیں کہ میں انہیں امیر مقرر کروں لہٰذا میں انہیں امیر مقرر کرتا ہوں۔ انہوں نے عیاض بن غنم کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، ابوموسی اشعری نے اپنے بیٹے عمر بن سعد، جو کہ نوعمر لڑکے تھے، ان کے پاس کوئی اختیار بھی نہیں تھا اور عثمان بن ابی العاص بن بشر ثقفی کو بھی روانہ کیا، عیاض جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے لشکر سمیت رہاء پر پڑاؤ ڈالا، تو وہاں کے باشندوں نے ان سے صلح کر لی، جب اہل رہاء نے صلح کر لی تو حران والوں نے بھی صلح کر لی یہاں کے باشندوں نے جزیہ پر صلح کی، پھر انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نصیبین کی طرف روانہ کیا، عمر بن سعد کو مسلمانوں کی امداد کے لئے ایک لشکر کے ساتھ رأس

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ٤٨٥، المنتظم: ٤/ ٢٨١؛ تاریخ بغداد: ١/ ١٨٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

العین کی طرف بھیجا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بذات خود باقی لوگوں کے ساتھ دارا کی طرف چل پڑے، انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈالے رکھا حتیٰ کہ اسے فتح کرلیا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نصیبین کو فتح کرلیا، مسلمانوں نے جزیرہ سے جو کچھ بزور قوت حاصل کیا اس پر ذمہ کے احکام نافذ کیے اور جزیرہ انتہائی آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا اور یہ سہولت ان کے لیے بڑی بے وقعت بات تھی، عیاض بن غنم نے کہا:

مــن مبــلــغ الأقــوام أن جــمــوعــنــا
حــوت الــجــزيــرة يوم ذات زحــام

"قوموں کے علم میں ہے کہ ہمارے لشکروں نے ہجوم کے روز جزیرے کو گھیر لیا۔"

جـمـعـوا الـجـزيـرة والغياب فنفسوا
عــمــن بــحــمــص غيــابة الــقــدام

"وہ جزیرہ میں جمع ہوئے اور حمص میں موجود لوگوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔"

إن الأعزة والأكـــــارم مـــعشـــــر
فـضـوا الـجـزيـرة عــن فـراخ الـهـام

"بے شک معزز لوگوں نے جزیرہ سے نقصان دہ چیزوں کو نکال باہر کیا۔"

غـلـبـوا الـمـلـوك على الجزيرة فانتهو
عــن غــزو مــن يــأوي بــلاد الــشــام

"جزیرہ کے بادشاہ مغلوب ہوگئے اور وہ بلاد شام سے پناہ حاصل کرنے والوں سے لڑنے سے رک گئے۔"

فتح ارمینیہ [1]

ارمینیہ (اَرمینیہ یا اِرمینیہ) شمال کی طرف ایک بہت وسیع علاقے کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب چیز کو ارمنی کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق چار ارمینیہ ہیں۔

[1] فتوح الشام: ۲/ ۱۷۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

① بیلقان، قبلہ، شروان اور اس سے ملحقہ علاقے بھی اسی میں شمار ہوتے ہیں۔

② جُرزدان، صُغد بیل، باب فیروز قباد، اللکز۔

③ البُسفُرجان، دبیل، سراج طیر، بغروند، النَّشوَی۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صفوان بن معطل یہیں تھے اور وہ قلعہ زیاد کے قریب ہے۔

عثمان بن ابی العاص نے چوتھی ارمینیہ کا قصد کیا، وہاں کچھ لڑائی ہوئی جس میں صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، پھر وہاں کے باشندوں نے جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی کہ وہ ہر فرد کی طرف سے ایک دینار جزیہ دیں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی شام کی طرف روانگی (۱۷ ہجری) [1]

عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے جہاد کی نیت لے کر شام کے لیے روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب آپ سرغ کے قریب پہنچے تو امراء لشکر نے آپ سے ملاقات کی، آپ کو بتایا کہ یہ تو کثیر بیماریوں والی سرزمین ہے، لہٰذا آپ لوگوں کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے گئے، ان دنوں سرزمین شام میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی، لہٰذا انہوں نے اس بارے میں عمر فاروق کو مطلع کیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے، مہاجرین اور انصار بھی آپ کے ساتھ تھے، تمام لوگ لڑائی کے لیے آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب انہوں نے سرغ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو افواج کے امرا ابوعبیدہ بن جراح، یزید بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے ملاقات کی، انہوں نے آپ کو بتایا کہ اس سرزمین میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مہاجرین اولین کو میرے پاس اکٹھا کرو، انہوں نے انہیں آپ کے پاس جمع کیا، آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا، انہوں نے آپ کو مختلف آراء پیش کیں، ان میں سے کسی نے کہا: ''آپ کام کے لیے روانہ ہوئے ہیں، جس میں آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے اجر ہم نہیں سمجھتے کہ وہاں آئی ہوئی بلا آپ کو وہاں جانے سے روک پائے۔''

اور کسی نے کہا: ''وہاں تو بلا و فنا ہے لہٰذا ہم نہیں سمجھتے کہ آپ وہاں جائیں۔'' جب وہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۸۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اختلاف رائے کا شکار ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پھر کہا: انصار کو میرے پاس بلاؤ، انہیں بلایا گیا تو آپ نے ان سے بھی مشورہ طلب کیا، انہوں نے بھی مہاجرین کی روش اختیار کی اورانہی جیسا مشورہ دیا، گویا کہ انہوں نے مہاجرین کی بات سن لی تھی لہٰذا انہوں نے انہی جیسی بات کی، جب وہ بھی اختلاف رائے کا شکار ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پھر کہا: میرے پاس قریش کے ان مہاجروں کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت موجود تھے، پس انہیں جمع کیا گیا تو آپ نے ان سے بھی مشورہ طلب کیا، تو ان میں سے کسی دو نے بھی اختلاف رائے کا اظہار نہ کیا بلکہ ان سب نے کہا: آپ لوگوں کو واپس لے جائیں کیونکہ وہ بلا وفنا کی سرزمین ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: ابن عباس! لوگوں میں اعلان کر دو اور کہو: امیر المومنین تمہیں کہتے ہیں: میں کل کوچ کروں گا، انہوں نے بھی صبح ہوتے ہی سفر کا سامان تیار کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سفر کا سامان تیار کیا، جب وہ آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! میں واپس جا رہا ہوں اور تم بھی واپس جاؤ۔ اس پر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فرار چاہتے ہو؟! عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں قضائے الٰہی سے قضائے الٰہی کی طرف، مجھے بتائیں اگر کوئی شخص کسی ایسی وادی میں پڑاؤ ڈالے جس کے دو کنارے ہوں ان میں سے ایک سرسبز و شاداب ہو جبکہ دوسرا بنجر، کیا جس نے بنجر کنارے پر جانوروں کو چرایا وہ قضائے الٰہی سے چراتا ہے اور جس نے سرسبز و شاداب حصے میں چرایا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے مطابق چراتا ہے؟! پھر کہا: ابو عبیدہ! کاش یہ بات آپ کے علاوہ کسی اور نے کی ہوتی پھر انہیں تنہائی میں لے گئے، لوگ اسی کشمکش میں تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، وہ گزشتہ روز موجود نہیں تھے، لہٰذا انہوں نے پوچھا: کیا ماجرا ہے؟ جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے کہا: اس بارے میں میرے پاس علم ہے، جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ہمارے نزدیک امین اور سچے شخص ہیں، آپ کیا جانتے ہیں؟ انہوں نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جب تم کسی ملک میں کسی وبا کے بارے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملک میں یہ وبا تمہاری موجودگی میں پھیلے تو تم وہاں سے راہ فرار اختیار نہ کرو، یہ وبا تمہارے نکلنے کا باعث نہ ہو۔"

یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ، لوگو! واپس چلو، آپ انہیں لے کر واپس چلے گئے، جب عمر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو لشکروں کے عمال نے بھی اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

یہ طاعون شام، مصر اور عراق میں پھیلا اور شام میں دیر تک رہا اور ماہ محرم اور ماہ صفر میں اس وجہ سے بہت سے لوگ لقمہ اجل بن گئے، جب عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اس وقت شام میں طاعون خوب زوروں پر تھا۔

معرکہ قِنَّسرین [1]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص کی فتح کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی طرف بھیجا۔ انہوں نے حاضر کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، تو رومیوں نے میناس کی زیر قیادت ان کی طرف پیش قدمی کی، حاضر کے مقام پر ان کی ملاقات ہوئی، میناس اور اس کے ساتھی وہاں قتل کر دیے گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچا۔ اہل حاضر نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ بھی عربی ہیں، وہ تو محض جمع ہوئے تھے اور ان کا آپ سے لڑائی کا کوئی ارادہ نہیں، خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا عذر قبول کیا اور انہیں چھوڑ دیا، پھر خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے قنسرین پر قیام کیا، اہل قنسرین نے ان سے بچنے کے لیے قلعہ بندی کر لی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر تم بادلوں میں بھی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں بھی تم تک پہنچا دیتا یا اللہ تعالیٰ تمہیں ہماری طرف اتار دیتا۔" یہ جملہ سن کر انہوں نے اپنے معاملے پر غور کیا اور انہوں نے اہل حمص کے ساتھ ہونے والے واقعہ کو بھی یاد کیا، تو انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ سے حمص کی صلح کے مطابق صلح کر لی۔

انطاکیہ کی فتح [2]

انطاکیہ شامی سرحدوں کا ایک مرکزی قصبہ ہے، اس کی ہوا پاکیزہ، پانی شیریں اور وہاں بہت سے پھل ہیں، اس کے اور سمندر کے مابین تقریباً دو فرسخ کا فاصلہ ہے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۴۵؛ المنتظم: ۴/ ۱۹۱۔ [2] معجم البلدان: ۱/ ۲۶۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے، جہاں قنسرین کا لشکر بھی ان سے آ ملا، جب وہ انطاکیہ سے دو فرسخ کے فاصلے پر مہروبہ کے مقام پر پہنچے، تو دشمن کا لشکر ان کے سامنے آ گیا۔ آپ نے انہیں منتشر کر دیا اور انہیں شہر کی طرف مجبور کر دیا اور ان کا محاصرہ کر لیا، پھر وہاں کے باشندوں نے جزیہ اور جلاوطنی پر صلح کر لی۔ انہوں نے ان کے بعض افراد کو جلاوطن کیا اور ان میں سے بعض کو اقامت پذیر رہنے دیا، انہوں نے انہیں امان دی اور ہر بالغ شخص پر ایک دینار اور ایک جریب (کھیت یا تقریباً تین من غلہ) جزیہ مقرر کیا، پھر انہوں نے عہد شکنی کی تو اسے دوسری مرتبہ فتح کیا گیا۔

مرج الروم کا معرکہ [1]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ فحل سے حمص کی طرف روانہ ہوئے، یرموک سے آنے والے مجاہدین بھی ان کے ساتھ تھے، ان سب نے ذوالکلاع کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ہرقل کو اس کی خبر پہنچ چکی تھی، لہٰذا اس نے تیودرا بطریق کو فوج دے کر بھیجا، اس نے مرج دمشق کے مغرب میں پڑاؤ ڈالا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مرج الروم سے آغاز کیا، سردی بھی خوب زوروں پر تھی اور ان کے زخم بھی پھیل چکے تھے۔ جب اس نے مرج الروم میں پڑاؤ ڈالا، تو شنس رومی بھی اس کی امداد کے لیے آ پہنچا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شنس رومی کا مقابلہ کیا اور خالد رضی اللہ عنہ تیودرا بطریق کے مقابلے کے لیے آئے۔ لیکن خالد کو خبر پہنچی کہ تیودرا دمشق کی طرف کوچ کر چکا ہے، انہوں نے ابوعبیدہ سے باہمی متفقہ مشورہ کیا کہ خالد رضی اللہ عنہ اس کا پیچھا کریں، وہ سواروں کا ایک دستہ لے کر اس کے تعاقب میں نکلے، یزید بن ابی سفیان کو تیودرا بطریق کی کاروائی کا پتہ چلا تو وہ اس کے مقابلے پر آئے اور ان کے درمیان لڑائی ہوئی، جب خالد رضی اللہ عنہ پہنچے تو وہ لڑ رہے تھے، پیچھے سے خالد رضی اللہ عنہ نے بطریق کی فوج پر حملہ کر دیا اور بطریق کی فوج سے صرف وہی بچ سکا جس نے بھاگ کر جان بچائی۔ مسلمانوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا، یزید بن ابی سفیان نے یہ مال اپنے اور خالد کے ساتھیوں میں تقسیم کیا۔ یزید دمشق کی طرف واپس تشریف لے گئے اور خالد رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے،

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ٤٤٣۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شنس رومی کو قتل کر دیا اور پورا مرج الروم دشمن کی لاشوں سے اٹ گیا۔

قیساریہ کی فتح (۱۷ ہجری) [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: أمـا بـعـد، میں نے آپ کو قیساریہ کا سربراہ مقرر کیا ہے، آپ اس طرف روانہ ہو جائیں اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں اور درج ذیل دعا کثرت سے کریں:

لَا حَـوْلَ وَلَا قُـوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُ رَبُّنَا، وَثِقَتُنَا، وَرَجَاؤُنَا وَمَوْلَانَا، نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ.

معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ اہل قیساریہ کے پاس پڑاؤ ڈالا اور ان کا محاصرہ کر لیا، ان کی صورت حال یہ تھی کہ انہوں نے جب ہلہ بولا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں شکست دی اور انہیں ان کے قلعوں تک دھکیل دیا۔ آخر کار وہ باہر نکلے اور انہوں نے جان کی بازی لگا کر قتال کیا، معرکہ میں ان کے اسّی ہزار افراد موت کے گھاٹ اتار دیے گئے اور ان کے شکست خوردہ افراد کی تعداد ایک لاکھ تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام فتح کا خط لکھا۔

بیسان کی فتح اور اجنادین کا واقعہ

بیسان شام کے نشیبی علاقے میں اردن میں واقع ایک شہر ہے اور وہ حوران اور فلسطین کے درمیان واقع ہے، چشمہ فلوس بھی یہیں ہے اور وہ ایسا چشمہ ہے جس میں تھوڑا سا کھاری پن ہے، یہ گرم علاقہ ہے، وہاں کے باشندوں کے رنگ گندمی ہیں اور ان کے ہاں شدید گرمی کی وجہ سے ان کے بال گھونگھریالے ہیں، اسی کی طرف شراب منسوب کی جاتی ہے، لیلی اخیلیہ نے اپنے اشعار میں بیسان کی شراب کا ذکر کیا ہے۔

جـزى الـلّٰــه خيـراً والـجـزاء بكفـه
فتـى مـن عُـقَـيْـل ســاد غيـر مكلَّف

"اللہ بہتر جزا عطا فرمائے اور جزا ایسے نوجوان کے ہاتھ سے جو عقیل (قبیلہ)

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۴۶؛ فتوح الشام: ۲/ ۱۶؛ المنتظم: ۴/ ۲۸۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے ہے جو بغیر کسی تکلیف کے سردار بن گیا ہے۔"

فتــى كــانــت الدنيا تهون بــأسـرهــا
عـلـيــه ولـم يـنـفـك جَـمَّ التـصـرف

"وہ ایسا نو جوان ہے کہ دنیا کو قید کرنا اس پر آسان ہے اور ابھی تک اس نے اجتماع کو منتشر نہیں کیا۔"

يــنـــال عــلّيــات الأمــور بهـونة
إذا هــي أعيــت كــل خـرق مشـرّف

"وہ پالیتا ہے بڑے بڑے کاموں کو آسانی کے ساتھ جب کہ وہ تھکا دیتے ہیں ہر عزت دار سخی کو۔"

هـو الـذوب أو أرى الـضـحـالى شبته
بــدريــاقة مـن خـمـر بيسان قـرقف

"وہ پگھلا ہوا ہے یا میں دیکھتا ہوں اس کو چمکتا ہوا، بیسان کی عمدہ چمک دار شراب کی طرح۔"

جہاں تک اجنادین کا تعلق ہے تو وہ نرم ریتلا علاقہ ہے جو کہ دمشق کے جنوب میں رملہ اور بیت جبرین کے درمیان سرزمین فلسطین میں واقع ہے۔ جب ابوعبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہما حمص کی طرف واپس آئے تو عمرو اور شرحبیل نے اہل بیسان پر پڑاؤ ڈالا اور اسے فتح کر لیا، انہوں نے اہل اردن سے صلح کر لی۔ رومیوں کی فوج غزہ، اجنادین اور بیسان کے مقام پر اکٹھی ہوئی، جبکہ عمرو اور شرحبیل ارطبون اور اس کے ساتھیوں کی طرف روانہ ہوئے جو کہ اجنادین کے مقام پر تھا۔ انہوں نے ابواعور کو اردن پر جانشین مقرر کیا اور خود ارطبون اور اس کی فوج کے پاس روم میں پڑاؤ ڈالا۔ یہ ارطبون رومیوں کا بڑا صاحب بصیرت اور معاملہ فہم عظیم قائد تھا۔ اس نے ایک بہت بڑا لشکر رملہ میں اور اسی طرح ایک بہت بڑا لشکر ایلیا میں تعینات کیا۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم نے رومی ارطبون کے مقابلے پر عربی ارطبون بھیجا ہے پس دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ عربی ارطبون سے مراد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قیساریہ کو عمرو رضی اللہ عنہ سے دور رکھا، عمر رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسروق بن فلان علی کو ایلیا سے قتال پر مقرر کیا، پس یہ لوگ بھی عمرو رضی اللہ عنہ سے الگ رہے، اسی طرح عمرو رضی اللہ عنہ نے ابوایوب مالکی کو رملہ کے مقام پر موجود رومیوں سے برسرپیکار رکھا۔ ابوایوب نے ان رومیوں کو عمرو سے دور رکھا اور عمر رضی اللہ عنہ سے متواتر امداد عمرو رضی اللہ عنہ تک اجنادین کے خلاف پہنچ رہی تھی، لیکن عمرو رضی اللہ عنہ ارطبون کو کسی لغزش کا شکار نہ کرسکے اور آپ کے ایلچی بھی کوئی راز پہنچانے میں ان کی تشفی نہ کرسکے کہ وہ انہیں ارطبون اور اس کے لشکر کے راز ان تک پہنچائے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حیلہ سازی [1]

جب خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ لقب ''ارطبون العرب'' کی شخصیت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لیے حیلہ سازی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو انہوں نے ایلچی کے روپ میں بذات خود ارطبون کے پاس جانے کا پروگرام بنایا، تاکہ آپ وہاں کے تمام حالات سے واقفیت حاصل کریں، آپ نے ارطبون کی بات سنی، اس کے قلعوں کا جائزہ لیا حتیٰ کہ وہ جو کچھ جاننا چاہتے تھے اسے جان لیا۔ ارطبون نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی قسم! یہ عمرو رضی اللہ عنہ خود ہے یا پھر وہ شخص ہے جس سے عمرو رضی اللہ عنہ مشورہ لیتا ہے، اگر میں نے اسے قتل نہ کیا تو پھر میں اپنی قوم کو کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کردوں گا اور قتل کا جواز یہ پیش کروں گا کہ یہ شخص جاسوس ہے۔ اس نے اپنے ایک محافظ کو بلایا اور بڑی رازداری سے اسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اسے کہا: یہاں سے چلے جاؤ اور فلاں جگہ کھڑے ہوجاؤ جب یہ تمہارے پاس سے گزرے تو اسے قتل کردینا۔ عمرو رضی اللہ عنہ اس منصوبے کو بھانپ گئے تو کہا: ''تم نے میرا موقف سنا اور میں نے تمہاری بات سنی، تم نے جو کچھ کہا میں اس سے موافقت کرتا ہوں، میں ان دس افراد میں سے ایک ہوں جنہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سالار لشکر کا معاون بنا کر بھیجا ہے اور ہم اس کے امور کا مشاہدہ کرتے ہیں، لہٰذا میں واپس جاتا ہوں اور باقی نو افراد کو بھی ابھی لے کر آتا ہوں، اگر تو انہوں نے بھی آپ کی بات سے میری طرح موافقت کرلی تو

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۴۷؛ المنتظم: ٤/ ۱۹۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پوری فوج اور اس کا امیر بھی اسے تسلیم کر لیں گے اور اگر انہوں نے موافقت نہ کی تو تم انہیں واپس لوٹا دینا اور پھر تمہیں اپنے پروگرام پر عمل درآمد کرانے کا مکمل اختیار ہوگا۔"

ارطبون نے کہا: ہاں ٹھیک ہے، اس نے کسی آدمی کو بلایا اور رازداری کے ساتھ اس سے بات کی اور کہا: فلاں شخص کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لاؤ، وہ شخص واپس چلا آیا تو ارطبون نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آؤ، عمرو رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور اپنی فطانت و ذہانت اور حیلہ سازی سے موت سے بچ گئے اور کہا کہ وہ آیندہ ایسے نہیں کریں گے۔ ارطبون کو پتہ چلا کہ انہوں نے مجھ سے دھوکہ کیا ہے تو اس نے کہا: وہ آدمی مجھ سے چال چل گیا، یہ بڑا زیرک اور معاملہ فہم شخص ہے۔ جب خلیفہ کو اس قصہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! عمرو اس پر غالب آ گیا، اللہ کی قسم! عمرو اس پر غالب آ گیا، عمرو نے اسے زیر کر دیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے مقابلہ کیا اور اس کے ماخذ و انجام کو جان لیا۔ مقابلہ کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا دونوں فوجیں اجنادین کے مقام پر آمنے سامنے ہوئیں اور یرموک کی طرح ان میں شدید لڑائی ہوئی حتیٰ کہ دونوں طرف سے بہت سے افراد لقمہ اجل بن گئے، ارطبون نے ایلیاء کی طرف رخ کیا اور عمرو رضی اللہ عنہ نے اجنادین پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان جو بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے انہوں نے ارطبون کے لیے راستہ چھوڑ دیا تو وہ ایلیاء میں داخل ہو گیا، اس معرکہ کے متعلق زیاد بن حنظلہ کہتے ہیں:

ونحن تركنا أرطبون مطرَّدا
إلى المسجد الأقصى وفيه حسور

"ہم نے ارطبون کو مسجد اقصیٰ کی طرف حقیر جانتے ہوئے چھوڑ دیا اور وہ کف افسوس ملتا رہا۔"

عشية أجنادين لما تتابعوا
وقامت عليهم بالعراء نسور

"اجنادین کی شام جب ان کا پیچھا کیا گیا اور ان کے خلاف کھلے میدان میں فوج کھڑی ہوگئی۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عطفنا له تحت العجاج بطعنة
لها نشج نأي الشهيق غزير

''ہم نے نیزے کے ذریعے اسے غبار کے نیچے جھکا دیا، ہم زخمی کر رہے تھے اور دم گھٹنے کی بہت زیادہ آواز آ رہی تھی۔''

فطمنا به الروم العريضة بعده
عن الشام أدنى ما هناك شطير

''ہم شام کے بعد وسیع عریض روم پر پھیل گئے جو کہ قریب ہے کوئی دور نہیں۔''

تولت جموع الروم تتبع إثره
تكاد من الذعر الشديد تطير

''رومی فوجیں تعاقب کے بعد پسپا ہو گئیں قریب تھا کہ شدید خوف کی وجہ سے وہ گھبرا جاتے۔''

وغودر صرعى في المكر كثيرة
وعاد إليه الفل وهو حسير

''اس نے بہت زیادہ چالبازی کی لیکن وہ پھر بھی شکست خوردہ اور حسرت زدہ ہوا۔''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف روانہ ہونا [1]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس میں مدد کی درخواست کرتے ہوئے لکھا: ''میں بہت مشکل اور سنگین جنگ کا حل نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں اور ایک شہر ہے جسے میں نے آپ کے لیے محفوظ رکھا ہوا ہے لہٰذا آپ کے مشورے اور رائے کا انتظار ہے۔'' جب انہیں خط ملا تو انہوں نے پہچان لیا کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ بات علم کی بنیاد پر لکھی ہے لہٰذا آپ نے لوگوں میں منادی کرا دی، پھر ان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے جابیہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ٤٤٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں پڑاؤ ڈالا۔ عمر رضی اللہ عنہ زیادہ سے زیادہ چار مرتبہ شام کے لیے روانہ ہوئے، پہلی مرتبہ گھوڑے پر، دوسری مرتبہ اونٹ پر، تیسری مرتبہ وہاں تک پہنچ نہ پائے، کیونکہ وہاں طاعون پھیلا ہوا تھا اور چوتھی مرتبہ آپ وہاں گدھے پر بیٹھ کر داخل ہوئے۔ آپ نے مدینہ میں کسی کو جانشین مقرر کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے آپ نے پہلی مرتبہ سالاران لشکر کو اپنی روانگی کے متعلق لکھا اور انہیں کہا کہ فلاں دن مجھے جابیہ کے مقام پر ملیں اور اپنی ذمہ داریاں کسی اور کے سپرد کر کے آئیں۔ جب آپ جابیہ تشریف لائے تو سالارانِ لشکر نے آپ سے ملاقات کی، سب سے پہلے یزید آپ سے ملے، پھر ابوعبیدہ اور پھر خالد رضی اللہ عنہم آپ سے ملے، وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور قیمتی ریشمی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ آپ سواری سے نیچے اترے اور انہیں کنکریاں ماریں نیز کہا: ''تم نے اتنی جلدی اپنی حالت بدل لی تم ایسے لباس میں میرے سامنے آتے ہو، تم دو سال سے سیر ہو چکے ہو اور بہت جلد آپے سے باہر ہو گئے ہو، اللہ کی قسم! اگر تم نے دو سال یہی طرز اپنائے رکھی تو میں تمہاری جگہ کسی اور کو مقرر کر دوں گا۔'' انہوں نے عرض کیا: امیر المومنین! یہ تو بھراؤ دار چوغے ہیں، ہم تو مسلح ہیں، پھر آپ نے کہا: تب تو ٹھیک ہے۔ آپ سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ جابیہ میں داخل ہو گئے، جبکہ عمرو اور شرحبیل رضی اللہ عنہما اجنادین میں رہے وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

بیت المقدس کی فتح (۱۵ ہجری۔ ۶۳۷ء) [1]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی طرف سات لشکر روانہ کیے، ہر لشکر پر ایک سالار مقرر کیا اور اسے پانچ ہزار گھڑ سوار فراہم کیے۔ ہر قائد کو ایک علم عطا کیا، اس طرح کل پینتیس ہزار گھڑ سوار روانہ کیے گئے، سپہ سالاران کے نام درج ذیل ہیں:

① خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ② یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ③ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ
④ مرقال بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص ⑤ مسیّب بن نجیہ فزاری
⑥ قیس بن ہبیرہ مرادی ⑦ عروہ بن مہلہل بن زید الخیل

شرحبیل کے گھڑ سوار اہل یمن سے تھے اور ابوعبیدہ نے مرقال کو حکم دیا کہ وہ قلعہ سے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۴۸؛ المنتظم: ۴/ ۱۹۳؛ معجم البلدان ۳/ ۲۸۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیچے اتر آئیں اور وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے تھے۔

سات امرا سات دن میں روانہ ہوئے، ہر روز ایک امیر ہوتا تھا اور یہ سب منصوبہ بندی دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے تھی، ہر روز ایک امیر اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے خلاف حملہ کرتا سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پرچم اٹھائے ان پر حملہ آور ہوئے، جب آپ کی ان پر نظر پڑی تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا، جب بیت المقدس والوں نے ان کی آوازوں کا شور سنا تو وہ گھبراہٹ کا شکار ہو گئے اور ان کے دل دہل گئے اور وہ شہر کی دیواروں پر چڑھ گئے، جب انہوں نے مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد کو دیکھا تو انہیں حقیر اور کم تر سمجھا، انہوں نے سمجھا کہ بس مسلمانوں کی اتنی سی جمعیت ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ''باب اریحاء'' کے قریب پڑاؤ ڈالا، دوسرے روز یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ پہنچ گئے، تیسرے روز شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، چوتھے روز مرقال رضی اللہ عنہ، پانچویں روز مسیّب بن نجیہ رضی اللہ عنہ، چھٹے روز قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ اور ساتویں روز مہلہل بن زید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے، انہوں نے طریق رملہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

فوج نے تین روز تک بیت المقدس کے پاس قیام کیا ان دنوں میں کوئی مقابلے کے لیے آیا نہ انہوں نے کوئی ایلچی آتا ہوا دیکھا اور نہ ہی وہاں کے باشندوں میں سے کسی نے ان سے کلام کیا، البتہ انہوں نے یہ کام کیا کہ اپنی فصیلوں کو منجنیقوں، سنگ ریزی کرنے والی چیزوں، تلواروں، ٹھوس چیزوں، زرہوں اور خودوں سے محفوظ بنا لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسیّب بن نجیہ نے کہا: ہم نے بلاد شام میں جس بھی ملک میں پڑاؤ ڈالا بیت المقدس سے بڑھ کر کسی کو زیادہ مزین اور بہترین تیاری کے ساتھ نہیں پایا۔ ہم نے جہاں بھی پڑاؤ ڈالا وہاں کے باشندوں نے ہمارے سامنے کمزوری ظاہر کی، وہ حواس باختہ ہو گئے اور ہیبت کا شکار ہو گئے، جبکہ بیت المقدس والوں کی وہ صورت حال نہیں ہے، ہم نے تین روز سے ان کے سامنے پڑاؤ ڈال رکھا ہے، لیکن ان میں سے کسی نے ہم سے کلام کیا ہے نہ وہ بولتے ہیں، جبکہ ان کے محافظ بہت سخت ہیں اور ان کی تیاری مکمل ہے۔ جب چوتھا روز ہوا تو کسی دیہاتی شخص نے شرحبیل بن حسنہ سے کہا: جناب امیر! ایسے لگتا ہے کہ یہ لوگ بہرے ہیں سنتے نہیں، یا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گونگے ہیں بولتے نہیں، یا پھر اندھے ہیں دیکھتے نہیں، آپ ہمیں ان کی طرف پیش قدمی کا حکم فرمائیں۔ جب پانچواں روز ہوا تو مسلمانوں نے نماز فجر ادا کی، تو بیت المقدس والوں سے دریافت کرنے کے لیے مسلمان امرا میں سے یزید بن ابی سفیان سب سے پہلے سوار ہوئے، اپنا اسلحہ ساتھ لیا اور ان کی فصیلوں کے قریب ہوتے گئے، انہوں نے ایک ترجمان بھی ساتھ لے لیا تاکہ وہ ان کی گفتگو ان تک پہنچائے، یزید بن ابی سفیان ان کی فصیل کے اتنے قریب کھڑے ہو گئے جہاں سے وہ ان کا خطاب سن رہے تھے جبکہ وہ خود بالکل خاموش تھے۔ انہوں نے اپنے ترجمان سے کہا: انہیں کہو: امیر عرب تمہیں کہتا ہے: ''اسلام، حق اور کلمہ اخلاص جو کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' ہے کی دعوت قبول کرنے کے بارے میں تم کیا جواب دیتے ہو تاکہ اس کلمہ اخلاص کا اقرار کر لینے کے بعد ہمارا رب تمہارے سابقہ تمام گناہ معاف کر دے اور جس کے ذریعے تم اپنی جانیں بچا سکو، اگر تم نے انکار کر دیا تو تم نے ہماری بات قبول نہ کی، دوسری صورت یہ ہے کہ تم بھی اپنے ملک کے بارے میں ہم سے صلح و معاہدہ کر لو جس طرح تمہارے علاوہ دوسروں نے صلح کی جو کہ تم سے بہت زیادہ جنگجو تھے اور ان کی تیاری بھی بہت زبردست تھی اور اگر تم نے ان دونوں صورتوں کو قبول نہ کیا تو پھر تم پر تباہی نازل ہو جائے گی اور جہنم تمہارا مقدر بن جائے گی۔'' ترجمان ان کے پاس گیا اور انہیں کہا: تمہاری طرف سے کون بات کرے گا؟ ایک پادری نے، جس نے بالوں سے بنا ہوا چوغہ پہن رکھا تھا، اس سے بات کی اور کہنے لگا: میں ان کی طرف سے بات کروں گا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ ترجمان نے کہا: یہ امیر یہ بات کرتے ہیں وہ ان تین صورتوں میں سے کسی ایک کی طرف تمہیں دعوت دیتے ہیں، اسلام قبول کر لو، یا جزیہ دینا قبول کر لو، یا پھر تلوار، اس پادری نے اپنے ساتھیوں کو ترجمان کی یہ بات پہنچائی تو انہوں نے کہا: ہم عز و قبول (غالب اور مقبول) والے دین سے نہیں ہٹیں گے، ہمیں قتل ہو جانا اس سے زیادہ آسان ہے۔ ترجمان نے یہ بات یزید تک پہنچائی، تو وہ امرا کے پاس آئے اور انہیں ان لوگوں کے جواب سے مطلع کیا اور انہیں کہا: تم ان کے متعلق کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں قتال کا حکم دیا ہے نہ ان سے لڑائی کرنے کا حکم دیا ہے، بلکہ انہوں نے ہمیں صرف یہاں پڑاؤ کا حکم دیا ہے۔ ہم امین الأمہ (ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ) کو خط لکھتے ہیں، اگر انہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے حملہ کرنے کا حکم دیا تو ہم حملہ کریں گے۔ یزید بن ابی سفیان نے اس قوم کے جواب سے مطلع کرنے کے لیے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، کہ آپ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جوابی خط میں حملہ کرنے کا حکم دے دیا، نیز یہ بھی لکھا کہ خط کے بعد وہ خود بھی آرہے ہیں۔ جب مسلمانوں کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خط کا پتہ چلا تو وہ بہت خوش ہوئے اور بشارتیں دینے لگے اور انہوں نے صبح ہونے کا انتظار کرتے ہوئے رات بسر کی۔ ہر امیر کی خواہش تھی کہ اس کے ہاتھوں فتح ہو، وہ وہاں نماز پڑھ سکیں اور انبیا علیہم السلام کے آثار دیکھ سکیں۔ جب فجر کا وقت ہوا تو اذان دی گئی اور لوگوں نے نماز فجر ادا کی، یزید بن ابی سفیان نے درج ذیل آیت تلاوت کی:

﴿ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○ ﴾ [1]

''اے قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگ جانا۔''

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز میں امرا کی زبان پر یہ بات جاری فرما دی کہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی، گویا کہ وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ پر ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آواز دی: لڑائی کے لیے نکلو، لڑائی کے لیے نکلو، اللہ کے لشکر! میرے لیے سواری کا انتظام کرو۔ سب سے پہلے قبیلہ حمیر اور یمن کے کچھ افراد قتال کے لیے سامنے آئے اور مسلمان لڑائی کے لیے آئے تو وہ ایسے محسوس ہو رہے تھے جیسے وہ ابھی مقابل فوج کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے۔ بیت المقدس والوں نے ان کی طرف دیکھا اور ان سے لڑنے کے لیے نکلے تو انہوں نے نیزوں سے لڑائی کی اور مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی، وہ ٹڈیوں کی طرح تھے، مسلمان ان تیروں کو اپنی ڈھالوں پر روک رہے تھے، صبح سے لے کر غروب آفتاب تک خوب لڑائی ہوئی لیکن کوئی گھبراہٹ اور رعب ظاہر ہوا نہ انہوں نے ان کے ملک کے بارے میں خواہش کی، جب سورج غروب ہو گیا تو لوگ واپس آ گئے۔ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کیا اور انہوں نے اپنی حالت درست کی اور رات

[1] ٥/ المائدة:٢١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے کھانے کا انتظام کیا، جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے آگ کا بہت بڑا الاؤ روشن کیا کیونکہ ان کے پاس بہت زیادہ ایندھن موجود تھا، کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ قراءت میں مصروف ہیں، کچھ اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کر رہے ہیں اور کچھ تھکاوٹ اور لڑائی کی وجہ سے سوئے ہوئے ہیں۔ جب اگلا روز ہوا تو مسلمان جلدی سے ان کی طرف آئے اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا، اس کی ثنا بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور تیر اندازوں کو آگے بھیجا، وہ آگے بڑھ کر تیر برسانے لگے اور وہ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں، نیز دعا کے ذریعے اللہ کے حضور التجائیں کر رہے ہیں، مسلمان کئی روز تک مسلسل لڑتے رہے، جب گیارھواں روز ہوا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا انہیں نظر آیا جسے ان کے غلام سالم اٹھائے ہوئے تھے اور اس کے پیچھے مسلمانوں کے گھوڑے تھے، انہوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لے لیا اور خواتین واموال پہنچ گئے، سب لوگوں نے بآواز بلند **لا الہ الا اللہ** اور **اللہ اکبر** کا نعرہ بلند کیا، تو قبائل نے ان کے نعرے کا جواب دیا، جس سے بیت المقدس والوں کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا۔ بطرق آنے والے امیر کو دیکھنے کے لیے آیا اور وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جہت سے دیوار پر چڑھ گیا، بطرق سے آگے آگے چلنے والے شخص نے انہیں آواز دیتے ہوئے کہا: مسلمانوں کی جماعت! لڑائی بند کر دو، ہم معلومات حاصل کرنے کے لیے تم سے کچھ سوالات کریں گے، لوگوں نے لڑائی بند کر دی۔ ایک رومی شخص نے بڑی فصیح عربی زبان میں انہیں پکارا: جان لو کہ جو شخص ہمارے اس شہر اور ہماری سرزمین کو فتح کرے گا اس کی کچھ صفات ہیں اگر تو تمہارا امیر وہی شخص ہے تو پھر ہم تم سے لڑائی نہیں کرتے، بلکہ ہم تمہارے سامنے ہتھیار پھینک دیتے ہیں اور تمہارا غلبہ قبول کر لیتے ہیں اور اگر تمہارا امیر وہ نہیں تو پھر ہم کبھی بھی تمہارے سامنے ہتھیار پھینکیں گے نہ تمہارا غلبہ تسلیم کریں گے۔

جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو ان میں سے کچھ لوگ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے جو کچھ سنا تھا وہ ان سے بیان کیا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نکل کر ان کے مقابل آئے، بطرق نے ان کی طرف دیکھا اور کہا: یہ وہ آدمی نہیں ہے، خوش ہو جاؤ اور اپنے ملک، اپنے دین اور اپنی عزتوں کی حفاظت کی خاطر قتال کرو، انہوں نے پہلے کی طرح لڑائی شروع کر دی اور بطرق ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کوئی بات کیے بغیر ہی واپس چلا گیا۔ مسلمانوں نے ان کے خلاف زوردار حملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شروع کیا۔ مسلمانوں نے بیت المقدس میں موسم سرما میں پڑاؤ ڈالا تھا، اس لیے رومیوں کا خیال تھا کہ مسلمان اس وقت ان کے خلاف لڑنے کی طاقت وقدرت نہیں رکھتے، جبکہ یمن کے عرب رومیوں کے خلاف ٹھیک ٹھیک نشانوں پر تیراندازی کر رہے تھے اور وہ بکریوں کی طرح اپنی دیواروں سے گر رہے تھے، جب انہوں نے یہ تیراندازی اور اس کا نقصان دیکھا تو اس سے بچنے کی کوشش کی اور انہوں نے چمڑوں وغیرہ کے ذریعے دیوار کو ڈھانک دیا۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مکمل چار ماہ تک بیت المقدس میں مقیم رہے اور اس عرصہ میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا جس میں انہوں نے شدید لڑائی نہ لڑی ہو، مسلمان سردی، برف باری اور بارش پر صبر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ جب بیت المقدس والوں نے حصار کی شدت دیکھی تو وہ بطرق کے پاس گئے اور اسے ان کے احوال کی وضاحت کی، کہ ان کے بادشاہ نے بذات خود انہیں روک رکھا ہے، ان کی طرف کوئی مدد نہیں بھیجی گئی۔ انہوں نے بطرق سے درخواست کی کہ وہ عربوں سے گفتگو کرے اور دیکھے کہ وہ کیا چاہتے ہیں، وہ ان کے ساتھ دیوار پر چڑھا اور اس مکان کو دیکھا جہاں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھے، ان میں سے ایک آدمی نے فصیح زبان سے آواز دی: اے عرب قوم! بہترین دین نصرانیت ہے اور اس کا صاحب شریعت شخص تم سے مخاطب ہونے آیا ہے، لہٰذا تمہارا امیر ہمارے قریب آئے۔ انہوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان کی گفتگو کے متعلق بتایا، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مجھے جہاں بھی بلائے میں اس کی بات سنوں گا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امرا اور صحابہ کی جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ترجمان کو بھی اپنے ساتھ لے لیا، جب وہ اس کے سامنے کھڑے ہوئے، تو ترجمان نے انہیں کہا: اس مقدس شہر میں تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ اور جس نے اس کا قصد کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو اور اسے ہلاک کر دے، ترجمان نے اس کے متعلق اسے بتایا، تو انہوں نے کہا: ”انہیں بتاؤ ٹھیک ہے، یہ شرف اور عزت والا شہر ہے، یہیں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف لے جایا گیا اور وہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ پر اپنے رب کی قریب ہو گئے، یہ انبیاء علیہم السلام کا معدن (سرچشمہ) ہے، ان کی قبریں بھی اسی جگہ ہیں اور ہم تمہاری نسبت اس کے زیادہ حق دار ہیں، ہم مقابلہ کرتے رہیں گے یا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا مالک بنا دے گا جیسے اس نے ہمیں اس کے علاوہ دیگر ممالک کا مالک بنایا۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بطرق نے کہا: تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تین میں سے ایک چیز، ان میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ تم اس چیز کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اگر تم نے یہ بات قبول کر لی تو تمام حقوق و فرائض میں تم ہماری طرح ہو جاؤ گے۔ بطرق نے کہا: یہ بڑا عظیم کلمہ ہے، ہم بھی اس کے قائل ہیں، صرف ایک بات ہے کہ تمہارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ہم نہیں کہتے کہ وہ رسول ہیں، پھر اس نے کہا: اس بات کو تو ہم قبول نہیں کرتے، دوسری خصلت اور بات کیا ہے؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ہم سے صلح کا معاہدہ کر لو کہ ہم تمہارے ملک کا نظم ونسق چلائیں گے یا تم ذلیل و رسوا ہو کر اپنے ہاتھوں ہمیں جزیہ دینا قبول کر لو، جیسا کہ تمہارے علاوہ اہل شام نے یہ ادا کیا۔ بطرق نے کہا: یہ بات تو ہمارے لیے پہلی بات سے بھی زیادہ گراں ہے، ہم کبھی بھی ذلت و رسوائی کو قبول نہیں کریں گے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تم سے قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مقابلے میں ہمیں فتح و کامرانی سے ہمکنار کر دے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور بطرق میں بات چیت جاری تھی کہ بطرق نے کہا: ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں، ہم نے اپنے علم کی بنا پر جو پڑھا ہے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر نامی شخص، جو کہ الفاروق کے نام سے معروف ہوگا، اس شہر کو فتح کرے گا، وہ نہایت سخت مزاج ہیں، اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت ان کا راستہ نہیں روکتی، ہمیں اس شخص کی صفات اور خوبیاں تم میں نظر نہیں آتیں، جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو مسکرا دیے اور کہا: رب کعبہ کی قسم! ہم نے اس شہر کو فتح کر لیا، پھر بطرق کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے کہا: جب تم اس آدمی کو دیکھو گے تو کیا اسے پہچان لو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں اسے کیسے نہیں پہچانوں گا، اس کی مکمل صفات اور اس کے ایام وسال کے بارے میں مجھے پورا علم ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ تو ہمارے خلیفہ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ بطرق نے کہا: اگر تو معاملہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے بیان کیا ہے، تو پھر میں جان چکا کہ ہماری بات سچی ہے، خون ریزی نہیں ہوگی اور اپنے ساتھی کی طرف پیغام بھیجو کہ وہ تشریف لائیں، جب وہ آئیں گے تو ہم انہیں دیکھیں گے، جب ان کی تمام صفات و خوبیاں واضح ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جائیں گی تو ہم کسی روک ٹوک کے بغیر ان کے لیے شہر کا دروازہ کھول دیں گے اور ہم جزیہ بھی دیں گے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کے پاس آدمی بھیجتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس تشریف لائیں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہم لڑائی بند کر دیں؟ بطرق نے کہا: عرب قوم! کیا تم اپنی سرکشی نہیں چھوڑو گے؟ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ ہم نے خون ریزی روکنے کے لیے تم سے سچی بات کی ہے جبکہ تم صرف قتال کی باتیں کرتے ہو؟! ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (ہم قتال کی اس لیے باتیں کرتے ہیں) کیونکہ وہ ہمیں زندگی سے بھی زیادہ مرغوب ومحبوب ہے، ہم اس کے ذریعے اپنے رب تعالیٰ سے عفو وغفران کی امید کرتے ہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لڑائی بند کرنے کا حکم دے دیا، بطرق واپس چلا گیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھتے ہوئے کہا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام، ان کے عامل و گورنر ابوعبیدہ عامر بن جراح کی طرف سے، امابعد: السلام علیک! میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پیش کرتا ہوں۔ امیر المومنین! جان لیجئے کہ ہم ایلیا والوں کے مدمقابل ہیں، ہم چار ماہ سے ان سے لڑ رہے ہیں، ہم ہر روز ان سے لڑتے ہیں اور وہ ہم سے لڑتے ہیں، مسلمانوں نے برف باری، سردی اور بارشوں سے بڑی مشقت برداشت کی، لیکن وہ اس تمام صورت حال میں صبر سے کام لے رہے ہیں، وہ اپنے پروردگار، اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ کیے ہوئے ہیں، پس جس روز میں آپ کی خدمت میں خط لکھ رہا ہوں اسی روز ان کے بہت بڑے پادری نے ہمیں دیکھا جس کی وہ بہت تعظیم کرتے ہیں اور کہا: کہ وہ اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ ان کے شہر کو صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمر نامی صحابی ہی فتح کریں گے، وہ ان سے مکمل طور پر متعارف ہیں اور وہ اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں، انہوں نے ہم سے درخواست کی ہے کہ ہم خون نہ بہائیں، پس آپ بنفس نفیس ہمارے پاس تشریف لائیں اور ہماری مدد کریں شائد کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں ہمیں یہ شہر فتح کرادے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے خط کو لپیٹا اور اس پر مہر لگا دی اور اسے میسرہ بن مسروق عبسی کے حوالے کیا تا کہ وہ اسے عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیں، جب عمر رضی اللہ عنہ نے خط وصول کیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ قتال جاری رکھا جائے اور عمر نہ جائیں۔

جبکہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جانے کا مشورہ دیا، پس انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول کیا، آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ جانے کے لیے سامان سفر کا انتظام کریں اور اس کی تیاری کریں، عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے۔ چار رکعت نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بھی سلام بھیجا، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا جانشین مقرر کیا، آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو وہاں کے باشندے آپ کو الوادع کرنے کے لیے آپ کے ساتھ آئے، آپ اپنے ایک سرخ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، جس پر دو بوریاں رکھی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک میں ستو تھے اور دوسرے میں کھجوریں تھیں اور پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ اپنے سامنے رکھ لیا، جبکہ آپ کے پیچھے ایک ٹب تھا جس میں توشہ تھا۔ آپ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور بیت المقدس کی طرف سفر شروع کیا، آپ جہاں بھی پڑاؤ ڈالتے تو نماز فجر پڑھ کر وہاں سے کوچ کرتے، جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ''ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت اور ایمان کے ذریعے تکریم بخشی، نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے ہمیں خصوصیت عطا فرمائی، اسی ذات نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر گامزن کیا، گروہ بندی کے بعد ہمیں تقویٰ کے کلمہ پر اکٹھا کیا، ہمارے دلوں کو ملا دیا، ہمارے دشمن کے خلاف ہماری نصرت فرمائی، اپنے شہر میں ہمیں اقتدار بخشا، ہمیں باہم محبت کرنے والے بھائی بنا دیا، اللہ کے بندو اس نعمت سابغہ اور منن ظاہرہ پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے جو اضافہ کی درخواست کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں رغبت رکھتے ہیں، نیز وہ شکر گزاروں پر اپنی نعمت کا اتمام فرماتا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کی ملک شام آمد [1]

جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ مہاجرین وانصار کے لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اسلحہ حمائل کیے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنی کمان کندھے پر ڈالی ہوئی ہے اور وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں جس پر قطوانی چادر ڈالی ہوئی ہے اور ان کی اونٹنی کی مہار بالوں کی بنی ہوئی ہے، جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اونٹ کو بٹھایا، دونوں پیدل چلنے لگے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے مصافحہ کیا اور دونوں گلے ملے، ایک دوسرے کو سلام کیا اور مسلمان آگے بڑھ کر عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے لگے، پھر دونوں اکٹھے سواری پر سوار ہوئے اور انہوں نے لوگوں کے آگے آگے چلنا شروع کیا جبکہ وہ آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے، وہ اسی حالت میں چلتے گئے حتیٰ کہ انہوں نے بیت المقدس میں قیام کیا، جب دونوں سواری سے اترے تو عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نماز فجر پڑھائی۔

عمر فاروق کا لشکر کو خطاب [2]

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا تو فرمایا:

"الحمد لله الحميد المجيد، القوى الشديد الفعال لما يريد، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے ہمیں تکریم بخشی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا فرمائی، گمراہی کو ہم سے دور کیا، فرقہ کے بعد ہمیں جمع کیا اور دشمنی کے بعد ہمارے دلوں کو ملا دیا، پس اس نعمت پر اس کی حمد بیان کرو، اس طرح تمہیں اس کی طرف سے مزید عنایات ملیں گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴾ [3]

"اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔"

---

[1] فتوح الشام: ١/ ٢٣٨۔ [2] فتوح الشام: ١/ ٢٣٨۔٢٣٩۔ [3] ١٤/ ابراھیم: ٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ﴾ [1]

"جس کو اللہ ہدایت سے بہرہ مند کردے وہی ہدایت پاتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے تو تم اس شخص کے لیے کوئی دوست وراہنما نہ پاؤ گے۔"

أما بعد: میں تمہیں اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں، جو ایسی ذات ہے کہ وہ باقی رہے گی اس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی، وہ ذات جو اپنی اطاعت کے ذریعے اپنے اولیا کو فائدہ پہنچاتی ہے اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو فنا کر دیتی ہے۔ لوگو! خوش دلی سے اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو، تم اس کی وجہ سے لوگوں سے جزا اور شکر گزاری نہیں چاہتے ہو، جس چیز کے متعلق تمہیں وعظ کیا جارہا ہے اسے سمجھو کیونکہ وہ شخص دانا ہے جس نے اپنے دین کو بچالیا اور سعادت مند شخص وہ ہے جس نے اپنے علاوہ کسی اور سے نصیحت حاصل کی، سن لو (دین میں) نئے جاری کردہ امور سب سے برے ہیں تم سنت کو لازم پکڑو، اپنے نبی کی سنت پس اس سے چمٹ جاؤ، کیونکہ سنت میں میانہ روی واعتدال بدعت میں جان کھپانے سے بہتر ہے اور قرآن سے چمٹ جاؤ کیونکہ اس میں شفا وثواب ہے۔ لوگو! جس طرح میں تم میں کھڑا ہوں اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہم میں خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"میرے اصحاب سے چمٹ جاؤ، پھر ان سے جو ان کے بعد آئیں گے، پھر ان سے جو ان کے بعد آئیں گے، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا حتیٰ کہ جس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ گواہی دے گا اور جس سے قسم اٹھانے کے لیے نہیں کہا جائے گا وہ حلف اٹھائے گا۔" [2]

جو شخص جنت کا عمدہ حصہ چاہتا ہے تو وہ جماعت کے ساتھ لگا رہے، شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہو، تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے تنہائی اختیار نہ کرے کیونکہ وہ شیطان کے جال ہیں اور جس شخص کی نیکی اسے خوش کردے اور اس کی برائی اسے بری لگے تو وہ مومن ہے، نماز کا اہتمام کرو، نماز کا اہتمام کرو۔"

[1] ۱۸/ الكهف:۱۷۔ [2] مستدرك حاكم:۱/ ۱۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع اور سادگی [1]

جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ نے اون کا پیوند لگا ہوا لباس پہن رکھا تھا، جس پر چودہ پیوند لگے ہوئے تھے، جن میں سے بعض چمڑے کے تھے۔ مسلمانوں نے آپ سے درخواست کی کہ کاش! آپ اپنے اونٹ کے بجائے کسی گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور سفید لباس پہن لیں، آپ نے ایسے کر لیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ وہ مصری کپڑا تھا جس کی قیمت پندرہ درہم تھی، آپ نے سن کا بنا ہوا رومال اپنے کندھے پر ڈالا، جو نیا تھا نہ پرانا جو کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیا تھا اور رومی گھوڑوں میں سے ایک سفید رومی گھوڑا پیش کیا گیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سواری کی تو وہ گھوڑا عمدہ اور تیز چال چلنے لگا، آپ نے جب گھوڑے اور اس کی حرکتوں کو دیکھا تو جلدی سے نیچے اتر آئے اور کہا: تم میری لغزش کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمہاری لغزشوں کو نظر انداز فرمائے گا، میرے دل میں جو فخر و غرور داخل ہو گیا تھا اس وجہ سے قریب تھا کہ تمہارا امیر ہلاکت کا شکار ہو جاتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' [2]

قریب تھا کہ تمہارا سفید لباس اور تمہارا یہ مٹک مٹک کر چلنے والا رومی گھوڑا مجھے ہلاک کر دیتا، آپ نے یہ سفید لباس اتارا اور اپنا وہی پیوند لگا ہوا لباس پہن لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کسی گھاٹی کی تلاش میں روانہ ہوئے تاکہ وہاں سے بیت المقدس کی طرف چڑھیں۔ اسی اثنا میں کچھ مسلمان آپ سے ملے جنہوں نے ریشمی لباس زیب تن کیا ہوا تھا، جو انہوں نے یرموک سے حاصل کیا تھا، یہ صورت حال دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کے چہروں پر مٹی ڈال دی جائے اور یہ کہ ان کے کپڑے پھاڑ دیے جائیں۔ آپ چلتے گئے حتیٰ کہ آپ نے اوپر سے بیت المقدس کو دیکھا، پہلی نظر پڑنے پر آپ نے کہا: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا فَتْحًا یَسِیْرًا، وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِیْرًا" پھر آپ چلتے گئے مختلف قبائل اور اصحاب حل و عقد نے آپ کا استقبال کیا، حتیٰ کہ آپ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ قیام پذیر

---

[1] فتوح الشام: ۱/ ۲٤۰۔ [2] مسند احمد: ۱/ ٤۱٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھے، آپ کے لیے بالوں سے بنا ہوا خیمہ لگایا گیا، آپ وہیں مٹی پر بیٹھ گئے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور چار رکعت نماز ادا کی۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بطرق کی طرف جانا [1]

مسلمانوں کی طرف سے ایک بہت بڑا شور سا اٹھا جسے بیت المقدس والوں نے سنا۔ بطرق نے انہیں کہا کہ دیکھو کیا ماجرا ہے؟ انہیں کیا ہوا، اسے بتایا گیا: کہ امیر المومنین تشریف لا چکے ہیں۔ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ سے کہا: اے عامر! لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ میں آ چکا ہوں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ گئے اور ان میں بآواز بلند اعلان کیا: اس شہر کے باسیو! ہمارے امیر المومنین تشریف لا چکے ہیں لہٰذا تم نے جو بات کہی تھی اس کے متعلق کیا کرنا چاہتے ہو؟ یہ سن کر بطرق ایک خوفناک جماعت کے ساتھ کنیسہ سے باہر آیا اور دیوار کے اوپر چڑھ گیا، اس نے وہیں سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا: یہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے اوپر کوئی امیر نہیں اور وہ تشریف لا چکے ہیں۔ اس نے آپ کو دیکھنے کی خواہش کی، عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھیوں نے ان سے عرض کیا: امیر المومنین! آپ اکیلے ہی اس کے پاس جائیں گے اور آپ نے صرف یہی پیوند لگا ہوا لباس پہن رکھا ہے اور آپ کے پاس کوئی آلہ حرب بھی نہیں! ہمیں ان کی طرف سے آپ کے متعلق کسی غدر و مکر کا اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [2]

''اللہ نے جو کچھ ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے ہمیں وہی ملے گا، وہ ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل رکھنا چاہیے۔''

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ لانے کو کہا، اسے پیش کیا گیا تو آپ اس پر اچھی طرح بیٹھ گئے، عمر رضی اللہ عنہ نے صرف وہی پیوند لگا ہوا لباس پہن رکھا تھا اور ایک قطوانی چادر کے ٹکڑے کو اپنے سر پر باندھ رکھا تھا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ آپ

---

[1] فتوح الشام: ۱/ ۲۴۱۔ [2] ۹/ التوبہ: ۵۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے آگے آگے چل رہے تھے حتیٰ کہ دیوار کے قریب پہنچ گئے اور اس کے مقابل کھڑے ہو گئے، جب بطرق نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس نے آپ کو پہچان لیا اور بیت المقدس والوں سے کہا: اس شخص کے ساتھ امان وذمہ کا معاہدہ کرلو، اللہ کی قسم! یہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھی ہے، پس انہوں نے دروازہ کھول دیا اور باہر آ کر عمر رضی اللہ عنہ سے عہد و میثاق اور ذمہ کے بارے میں سوال کرنے لگے، جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کا اظہار کیا اور اپنے اونٹ کے پالان پر ہی سجدہ ریز ہو گئے، پھر اونٹ سے اتر کر ان کے پاس آئے اور کہا: اپنے شہروں کی طرف لوٹ جاؤ جب تم نے ہم سے ذمہ وعہد کی درخواست کی ہے اور جزیہ دینا قبول کرلیا ہے تو تمہیں ذمہ وعہد دیا جاتا ہے، وہ لوگ اپنے شہر کو واپس چلے گئے اور انہوں نے دروازے بند نہ کیے، جبکہ عمر رضی اللہ عنہ اپنی فوج کی طرف واپس تشریف لے آئے اور رات بسر کی۔

عمر کا بیت المقدس میں تشریف لے جانا [1]

اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بلاخوف وخطر بیت المقدس میں تشریف لے گئے، آپ پیر کے روز بیت المقدس میں داخل ہوئے اور جمعہ تک وہاں قیام فرمایا، مشرق کی طرف محراب کی نشاندہی کی اور وہ اس کی مسجد کی جگہ ہے، پس عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے نماز جمعہ ادا کی، مسلمانوں نے ان کے مال ومتاع کی کسی بھی چیز کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس میں دس روز قیام کیا، آپ نے بیت المقدس والوں کو عہد وامان لکھ کر دینے اور جزیہ ادا کرنے کی شرط پر انہیں ان کے شہر میں برقرار رکھنے کے بعد فوج میں موجود اپنے ساتھیوں کے ساتھ جابیہ کی طرف کوچ کیا اور وہیں قیام کیا، آپ نے رجسٹر بنائے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مال غنیمت عطا کیا تھا اس میں سے خمس لیا، پھر ارض شام کو دو حصوں میں تقسیم کیا، حوران سے حلب اور اس سے ملحقہ علاقے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو عطا کیے اور انہیں حلب کی طرف جانے اور وہاں کے باشندوں سے قتال کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے ہاتھوں فتح کرادے، جبکہ ارض فلسطین، ارض القدس اور ساحل یزید بن ابی سفیان کو عطا کیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس پر والی وفرماں روا مقرر کیا۔

[1] فتوح الشام ۱/ ۲۴۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بیت المقدس والوں کے لیے عہد [1]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس والوں کو جو عہد و امان دیا اس کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے اہل ایلیاء کو عطا کی، اس نے ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے گرجوں، ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں، ان کے صحت مندوں اور ان کی تمام ملت کو امان دی ہے، ان کے گرجوں کو مسکن بنایا جائے گا نہ انہیں گرایا جائے گا اور نہ ہی انہیں توڑا جائے گا انہیں کسی خیر و بھلائی سے محروم رکھا جائے گا نہ ان کی صلیب توڑی جائے گی، ان کے مالوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، ان کے دین کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا اور ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، کوئی ایک یہودی بھی ان کے ساتھ ایلیا میں نہیں رہے گا، اہل ایلیا پر لازم ہے کہ وہ جزیہ ادا کریں گے جس طرح اہل مدائن جزیہ ادا کرتے ہیں، اہل ایلیا پر لازم ہے کہ وہ رومیوں اور چوروں کو اس شہر سے نکال دیں گے، پس جو شخص ان میں سے نکل جائے تو وہ اپنی جان و مال کے بارے میں امن میں ہے حتیٰ کہ وہ اپنی امن کی جگہ پہنچ جائیں، ان میں سے جو شخص ان میں سے رہنا چاہے تو وہ بھی امن میں ہے اور جس طرح اہل ایلیا جزیہ دیں گے اسی طرح وہ شخص بھی جزیہ دینے کا پابند ہوگا اور اہل ایلیا میں سے جو شخص اپنے مال و جان کے ساتھ رومیوں کے ساتھ جانا چاہے اور وہ اپنے گرجوں اور اپنی صلیبوں کو چھوڑ جائیں تو انہیں ان کی جانوں، ان کے گرجوں اور ان کی صلیبوں کے بارے میں امن ہے حتیٰ کہ وہ اپنی امن کی جگہ پہنچ جائیں اور جو شخص مقتل فلاں سے پہلے ایلیا میں موجود تھا اور وہ کسی بھی ملک کا باشندہ ہو اگر ان میں سے کوئی شخص یہاں رہنا چاہے تو اس پر بھی اہل ایلیا کی طرح جزیہ دینا واجب ہوگا اور جو شخص رومیوں کے ساتھ جانا چاہے تو وہ بھی جا سکتا ہے، جو شخص اپنے اہل خانہ کے پاس واپس آنا چاہے تو آ سکتا ہے، پس جب تک ان کی کھیتیاں نہ کٹ جائیں ان سے کوئی چیز نہیں لی جائے گی اور اس تحریر میں جو

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ٤٤٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلفا اور مومنوں کی طرف سے ذمہ و امان ہے بشرطیکہ ان کے ذمے جو جزیہ ہے وہ اسے ادا کرتے رہیں، خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم نے اس عہد و امان کی گواہی دی۔

اس طرح آپ نے دیگر شہروں کے افراد کو بھی تحریری طور پر امان دی، درج ذیل عبارت اہل لد کو دی گئی امان کی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے اہل لد اور اہل فلسطین میں سے ان کے ساتھ شامل ہونے والے تمام افراد کو عطا کی، اس نے ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے گرجوں، ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں، ان کے صحت مندوں اور ان کی تمام ملتوں کو امان عطا کی، کہ ان کے گرجوں میں رہائش رکھی جائے گی نہ انہیں منہدم کیا جائے گا، انہیں توڑا جائے گا نہ ان کی حدود کو کم کیا جائے گا، ان کی ملتوں ان کی صلیبوں اور ان کے اموال کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، ان پر ان کے دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں کیا جائے گا اور ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، اہل لد اور اہل فلسطین میں سے ان کے ساتھ شامل ہونے والوں پر لازم ہے کہ وہ جزیہ دیں گے جس طرح اہل مدائن اور اہل شام دیتے ہیں۔ [1]

مقریزی میں روایت ہے: جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قدس شہر کو فتح کیا تو انہوں نے نصاریٰ کو ان کی جانوں، ان کی اولاد، ان کی عورتوں، ان کے اموال اور ان کے تمام گرجوں کے بارے میں امان لکھ کر دی، کہ ان کے گرجے گرائے جائیں گے نہ ان میں سکونت اختیار کی جائے گی، عمر رضی اللہ عنہ قمامہ کے گرجا کے صحن کے وسط میں بیٹھے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آپ باہر تشریف لے آئے اور کنیسہ کے باہر دروازے کی سیڑھی پر اکیلے ہی نماز پڑھی، پھر بیٹھ گئے اور پادری سے کہا: اگر میں گرجے میں نماز ادا کرتا تو میرے بعد مسلمان بھی ایسے ہی کرتے، اور وہ کہتے: عمر نے یہاں نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے ایک تحریر لکھی جو اس بات کی متضمن تھی کہ صرف ایک ایک مسلمان سیڑھی پر نماز پڑھ سکتا ہے، وہاں مسلمان اجتماعی طور پر نماز پڑھیں گے نہ وہاں اذان دیں گے، پادری نے پتھر کی چٹان کی جگہ کو مسجد بنانے کا اشارہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۴۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیا، اس پر بہت سی مٹی چڑھی ہوئی تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے مٹی اپنے کپڑے میں ڈالنی شروع کی تو مسلمان اسے اٹھانے کے لیے جلدی سے آگے بڑھے حتیٰ کہ کوئی چیز باقی نہ بچی اور چٹان کے سامنے مسجد اقصیٰ آباد کی۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ بیت لحم تشریف لائے اور گرجا میں اس لکڑی کے پاس نماز پڑھی جس میں مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، نصاریٰ کے ہاتھوں میں لکھا ہوا ایک کتبہ آویزاں تھا کہ اس جگہ باری باری صرف ایک مسلمان نماز پڑھ سکتا ہے، وہ اس جگہ نماز کے لیے جمع ہوں گے نہ وہاں اذان دیں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے جو عہد لیا، وہ انتہائی درجے کے اعتدال پر مبنی تھا، اس میں کوئی سختی تھی نہ ظلم وستم اور نہ ہی کوئی دینی تعصب تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جانوں، ان کے اموال اور ان کے گرجوں کے بارے میں انہیں امان دی، آپ نے گرجوں کو گرانے اور انہیں بطور رہائش استعمال کرنے سے منع فرمایا اور انہیں اقامت وہجرت اختیار کرنے کی آزادی بخشی، بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاں قابل احترام مقام حاصل تھا، اس لیے نہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ کا گھوارا ہے، بلکہ اس لیے کہ یہ اسلام کا پہلا قبلہ تھا اور اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لایا گیا، یہیں سے آپ کو آسمانوں کی طرف لے جایا گیا، عمر رضی اللہ عنہ کا قدس میں قیام طویل نہیں تھا، بلکہ صلح سے فارغ ہونے کے بعد آپ مدینہ تشریف لے آئے اور رومی فوجوں کا کمانڈر ارطبون اسکندریہ کی طرف فرار ہو گیا۔

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے کہ رومیوں کی عربوں سے مزاحمت کمزور تھی، شام کے عرب، فاتحین کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ ان دونوں میں عربیت کی قدر مشترک تھی، نیز انہوں نے رومیوں سے ظلم وستم سہے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے عدل کا مشاہدہ بھی کیا تھا، اسی لیے انہوں نے عربوں کی فتح کی مخالفت نہ کی، بلکہ انہوں نے سستی وکمزوری کے ساتھ ان کا سامنا کیا اور وہ تقریباً غیر جانبدار رہے، پھر مزید یہ کہ وہاں کے باسیوں کے لذتوں میں مگن رہنے اور، ناز ونعمت کی راہ اختیار کرنے کے باعث ان میں ضعف وکمزوری سرایت کر چکی تھی طبعی طور پر جن کی حالت یہ ہو وہ اسلامی لشکروں کی بہادری وجرأت کے سامنے نہیں ٹھہر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سکتے، جو موت سے نہیں ڈرتے بلکہ اسے خوش دلی سے گلے لگاتے ہیں۔ ان تمام حقائق کے علاوہ بھی ایک سبب رومانیہ کی سلطنت کا عجز وضعف بھی ہے، کیونکہ عربوں کی لڑائی روکنے کے لیے جو قوت لازمہ درکار تھی وہ ان سے مفقود ہو چکی تھی، جہاں تک ہرقل کا تعلق ہے تو وہ قسطنطنیہ کی طرف فرار ہو گیا۔

حلب شہر کی فتح (۱۶ ہجری۔ ۶۳۸ء) [1]

حلب کا پرانا نام خالیبون اور پھر بیریا ہے، یہ بہت بڑا وسیع شہر ہے، یہ بہت خیر و برکت والا شہر ہے، وہاں کی آب و ہوا اور فضا بہت اچھی ہے اور وہ قنسرین کا فوجی مقام ہے۔

جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ قنسرین سے فارغ ہوئے، تو وہ حلب کی طرف روانہ ہوئے، انہیں خبر پہنچی کہ اہل قنسرین نے عہد شکنی اور بغاوت کی ہے، انہوں نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے ایک جماعت ان کی طرف روانہ کی، وہ چلتے گئے حتیٰ کہ حلب کے باہر پڑاؤ ڈالا، جو کہ حلب کے قریب ہی ہے، پس انہوں نے تمام عربوں کو اکٹھا کیا اور ان سے جزیے پر صلح کی، اس کے بعد انہوں نے اسلام بھی قبول کر لیا اور حلب آئے تو عیاض بن غنم فہری اس کے ہراول دستے پر تھے، جبکہ حلب والے قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا، کچھ ہی وقت گزرنے کے بعد انہوں نے اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے شہروں، اپنے گرجوں اور اپنے قلعوں کے متعلق امان طلب کی اور صلح کی درخواست کی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا حلب میں کسی ایک سے بھی سامنا نہیں ہوا، کیونکہ وہاں کے باسی انطاکیہ چلے گئے تھے اور انہوں نے صلح کا پیغام بھیجا تھا، جب صلح ہو گئی تو پھر وہ واپس آئے۔ واقدی کی کتاب فتوح الشام میں ہے: کہ اہل حلب نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اہل قنسرین نے جو جزیہ دیا ہے ہم اس کا نصف دیں گے، تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہاری طرف سے اسے قبول کیا۔

رہے وہاں کے قلعے تو مسلمانوں نے چار ماہ اور ایک روایت کے مطابق پانچ ماہ محاصرہ کیا، اس طرح مسلمانوں کی ایک جماعت شہید ہو گئی اور عمر رضی اللہ عنہ نے رابطہ میں تاخیر کا سبب معلوم کرنے کے لیے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط کا جواب دیتے

[1] فتوح الشام: ۱/ ۲۴۵۔ ۲۶۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوئے کہا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام کے گورنر ابوعبیدہ کی طرف سے ابوعبداللہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام، سلام علیک! میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہوں، وبعد، امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کے لیے حمد اور شکر ہے کہ اس نے ہمارے ہاتھوں قنسرین فتح کرایا، ہم نے شہروں پر حملہ کیا، اللہ تعالیٰ نے حلب میں صلح کی صورت میں ہمیں فتح عطا فرمائی۔ وہاں کے قلعے ہمارے تابع نہ ہوئے، اس کی راہ میں بہت سی مخلوق تھی، انہوں نے کئی بار ہم پر حملہ کیا اور ہم میں سے کئی افراد قتل کر دیے گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ اس کی گھات میں ہے، ہم نے اس کے متعلق حیلہ چاہا لیکن ہم نہ کر سکے، میں نے اس کا محاصرہ چھوڑ کر حلب اور انطاکیہ کے مابین شہروں کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا ہے، میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں، آپ اور تمام مسلمانوں پر سلام ہو۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن قرط اور جعدہ بن جبیر کے ذریعے خط بھیجا، پس وہ دونوں مدینہ پہنچے اور مسجد میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، انہیں خط پہنچایا، پس جب انہوں نے اسے پڑھا تو خوش ہوئے اور مسلمانوں کو بھی پڑھ کر سنایا، عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس کی عبارت درج ذیل ہے:

امابعد، آپ کے قاصدوں کے ذریعے آپ کا خط مجھے ملا، آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی فتح و کامیابی اور شہداء کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی، رہا آپ کا یہ ذکر کرنا کہ آپ وہاں سے حلب اور انطاکیہ کے مابین واقع شہروں کی طرف جانا چاہتے ہیں اور آپ نے قلعہ اور قلعہ بند افراد کو چھوڑ دیا ہے، تو یہ رائے درست نہیں، آپ ایک ایسے شخص کو چھوڑ رہے ہیں جس کے آپ قریب پہنچ چکے ہیں، آپ اس کے شہر کے مالک بن گئے ہیں، ان کے باوجود آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہاں سے کوچ کرنا چاہتے ہیں اس طرح تمام اطراف میں یہ بات پہنچ جائے گی کہ آپ اس کے خلاف بالکل طاقت نہیں رکھتے، آپ ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے آپ کا ذکر کمزور پڑ جائے گا اور ان کا ذکر و شہرت بلند ہو جائے گی اور لوگ تم سے طمع و امید لگا بیٹھیں گے، روم کا ہر خاص و عام لشکر تمہارے خلاف جرأت کر لے گا، جاسوس انہیں جا کر رپورٹیں پیش کریں گے، آپ ان سے جہاد کرتے رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے قتل کر دے یا ان شاء اللہ وہ آپ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے گا یا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے گا، وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، پہاڑوں اور وادیوں کے اکناف و اطراف کی طرف ہر حالت میں لشکر روانہ کیے جائیں، ان پر حملے کیے جائیں، ان میں سے جو شخص تم سے صلح کرنا چاہے تو اس کی صلح قبول کرو، جو آپ سے مصالحت چاہے اس سے مصالحت کرو، اللہ تعالیٰ میرا، تمہارا اور مسلمانوں کا بادشاہ ہے۔ میرا یہ خط حضرموت کے لوگوں، یمن کے مشائخ اور ہر شخص کے لیے نافذ العمل ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے میں شوق و ترغیب رکھا، یہ وہ عرب ہیں جو گھڑسواروں اور پیادوں کے تابع ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ آپ تک متواتر مدد پہنچتی رہے گی۔ والسلام

آپ نے خط پر مہر لگا دی اور اسے عبداللہ بن قرط اور جعدہ کے حوالے کر دیا، پھر ابو عبیدہ تک مدد پہنچ گئی، بنو ظریف کے آزاد کردہ غلام بھی ان کے ساتھ تھے جو کہ ملوک کندہ میں سے تھے، اسے دامس کہا جاتا تھا اور ابوالاھوال اس کی کنیت تھی، وہ اپنے نام اور کنیت دونوں طرح سے مشہور تھا، وہ انتہائی سیاہ رنگت اور دراز قد والا تھا، بہت اچھا شہسوار جنگجو اور شجاع تھا کندہ کے بلاد میں اس کی خوب شہرت تھی۔ جب اس نے قلعہ اور اس کا حفاظتی حصار دیکھا تو اس نے بہت دیر تک غور و فکر کیا اور منصوبہ بندی کرتا رہا آخر کار وہ ایک نتیجے پر پہنچ کر کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر اس قلعہ پر چڑھ گیا، انہوں نے قلعہ کے دروازے کھولے، وہاں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چوکیدار و محافظ سوئے ہوئے تھے تو انہوں نے انہیں قتل کر دیا، اس طرح مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے، انہوں نے رومیوں کے ساتھ شدید لڑائی لڑی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حملہ آور لشکر کے ساتھی قلعہ کے اندر آ گئے، ضرار اور اس کے ساتھی بھی اندر آ گئے، جب رومیوں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھانپ گئے انہوں نے جان لیا کہ وہ اس صورت حال کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے، انہوں نے ہتھیار پھینک دیے اور مدد! مدد! پکارنے لگے، انہوں نے اپنے آپ کو قتال سے روک لیا، مسلمانوں نے بھی ان کے خلاف اپنے ہاتھ روک لئے، وہ اسی حالت میں تھے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ افواج اسلام کے ساتھ تشریف لائے، انہوں نے انہیں بتایا کہ رومی امان طلب کر رہے ہیں اور مسلمان انہیں قتل کرنے سے دست کش ہو چکے ہیں اور وہ معاملہ آپ کی خدمت میں لائے ہیں اور آپ کے فیصلہ کے منتظر ہیں، آپ نے انہیں اسلام پیش کیا، ان کے سادات میں سے ایک جماعت نے اسلام قبول کر لیا، ان کے اموال اور ان کے اہل و عیال انہیں واپس کر دیے، ان میں سے کچھ کسان آگے بڑھے انہوں نے انہیں قتل کرنے اور قیدی بنانے سے درگزر کیا، ان سے عہد لیا کہ وہ بھی اہل صلح و جزیہ کی طرح رہیں گے۔

مسلمانوں نے سونا اور برتن نکالے جو گنتی میں نہیں آئے تو ان میں سے خمس نکالا اور باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، لوگوں نے دامس کی بات اور اس کی تدبیر کے مطابق کام کیا، انہوں نے اس کے زخموں کا علاج کرایا حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو گیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسے دو حصے عطا کیے، ایک روایت کے مطابق: حلب کی فتح انطاکیہ کی فتح سے پہلے تھی۔

فتح عزاز [1]

عزاز ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں ایک قلعہ ہے، وہ حلب سے شمال کی طرف ایک روز کی مسافت پر ہے، وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے، یہ بھی روایت ہے کہ وہاں بچھو یا موذی جانور کے نام کی کوئی چیز نہیں۔

حلب کے قلعہ کی فتح کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر عزاز کی طرف بھیجا، مالک اشتر نخعی کو اس کا امیر مقرر کیا، مسلمانوں نے حلب کے نومسلم پادری کے ذریعے اس قلعہ کو کسی بڑی مشقت

[1] فتوح الشام: ۱/ ۲۷۴۔۲۷۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے بغیر ہی فتح کر لیا۔ واقدی نے فتوح الشام میں نقل کیا ہے: اس نومسلم شخص کا نام یوقنا ہے، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے قلعہ حلب اور قلعہ عزاز کی فتح کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، فتوح الشام میں یہ بھی نقل ہے کہ اہل عزاز نے اپنے پادری کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا۔

معرہ اور دیگر شہروں کی فتح [1]

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ معرۃ النعمان کے پاس سے گزرے، وہاں کے باشندے باہر آ کر ان کے آگے کھیلنے لگے پھر وہ فامیہ آئے، جو کہ ایک تنگ قلعہ ہے، وہاں کے رہنے والوں نے بھی ایسے ہی کیا، بلاذری نے کہا: ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شیزر کی فتح کے بعد سن ۱۷ ہجری میں فامیہ کی طرف روانہ ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے صلح کے ارادے سے ان سے ملاقات کی، انہوں نے جزیہ اور خراج کی شرط پر ان سے صلح کر لی، رہے حماۃ اور سیزر کے باشندے تو انہوں نے بھی ماتحتی قبول کر لی۔

یزید صیداء، بیروت، جبیل اور عرقہ کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے آسانی کے ساتھ انہیں فتح کر لیا، یزید نے دحیہ بن خلیفہ کو لشکر دے کر تدمر کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے معاملے کو قابو میں لائیں، ابوالزہر القشیری کو بثنیہ اور حوران کی طرف بھیجا، وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے میسرہ بن مسروق عبسی کو بغراس کے علاقے کی طرف بھیجا تو ان کا رومی لشکر کے ساتھ سامنا ہوا جبکہ رومیوں کے ساتھ غسان اور تنوخ کے عرب بھی تھے، وہ ہرقل سے الحاق چاہتے تھے وہاں سخت جنگ ہوئی اور کشتوں کے پشتے لگ گئے، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی رومی لشکر معرہ اور حلب کے درمیان ہے تو وہ ان سے آ ملے اور کئی رومی کمانڈر مارے گئے نیز لشکر تتر بتر ہو گیا اور صلح حلب کی طرح معرۃ مصرین بھی فتح ہو گیا۔

قحط کا سال (۱۸ ہجری۔ ۶۳۹ء) [2]

اس سال (۱۸ ہجری) لوگ شدید قحط سالی اور خشک سالی کا شکار ہو گئے، بھوک شدت اختیار کر گئی حتیٰ کہ وحشی جانور انسانوں کی پناہ میں آنے لگے، آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی بکری

[1] فتوح البلدان: ۱/ ۱۳۳۔ [2] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۰۸؛ المنتظم: ۴/ ۲۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ذبح کرتا، مویشی بھوک کی وجہ سے مر گئے اور سال کو قحط کا سال قرار دیا گیا، ہوا راکھ کی طرح مٹی اڑا رہی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھالی کہ جب تک لوگوں کو زندگی (بارش) نہ ملی میں گھی چکھوں گا نہ دودھ اور نہ ہی گوشت۔ ایک مرتبہ بازار میں گھی کا ڈبہ اور دودھ کی مشک آئی تو عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے یہ دونوں چیزیں چالیس درہم میں خرید لیں اور انہیں عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم پوری کردی اور آپ کا اجر بڑھا دیا، وہ اس طرح کہ دودھ کا مشکیزہ اور گھی کا ڈبہ بازار میں فروخت کے لیے لایا گیا تو میں نے چالیس درہم میں اسے خرید لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے یہ دونوں چیزیں مہنگی خریدی ہیں انہیں صدقہ کر دو کیونکہ میں فضول خرچی کے طور پر کھانا ناپسند کرتا ہوں، نیز کہا: مجھے رعیت کی کیفیت کا کیسے پتہ چل سکتا ہے جب تک میں بھی اسی حالت سے دوچار نہ ہو جاؤں جس سے وہ دوچار ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ اور اس کے گردونواح کے حالات سدھارنے کے لیے مختلف شہروں کے امرا سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے خطوط لکھے، سب سے پہلے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کھانے پینے کی اشیاء سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ لے کر مدینہ پہنچے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلے کی تقسیم کی ذمہ داری بھی انہی کے سپرد کی، انہوں نے مدینہ کے گردونواح کے باسیوں میں یہ غلہ تقسیم کیا اور اس کے بعد پھر اپنے عمل اور ذمہ داری کی طرف واپس چلے گئے۔ اس کے بعد غذا پہنچنے کا سلسلہ شروع ہو گیا، عراق سے بھی امداد آئی، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بحر قلزم کے راستے مصر سے غلہ بھیجا، قیمت کم کردی گئی اور یہ قحط سالی نو ماہ تک جاری رہی۔

بارش کے لیے درخواست [1]

قحط کے نو ماہ بعد عمر رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ کی معیت میں چلتے ہوئے باہر آئے، انہوں نے مختصر سا خطبہ ارشاد فرمایا، نماز پڑھی پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی: ''اے اللہ! ہمارے معاون ہم سے عاجز آگئے، ہماری قوتیں جواب دے گئیں، ہم خود بے بس ہو گئے، ہر قسم کی قوت تیرے پاس ہے، اے اللہ! ہم پر بارش برسا اور عباد و بلاد کو زندگی عطا فرما۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے پکڑا، وہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۹۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رو رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی داڑھی پر ٹپک رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، ان کے آبا اور ان کے بڑوں کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں، کیونکہ تیرا فرمان ہے اور تیرا فرمان حق و سچ ہوتا ہے:

﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ [1]

''رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی............۔''

اے اللہ! تو نے ان دونوں لڑکوں کے والد کے نیک ہونے کی وجہ سے اس خزانے کی حفاظت فرمائی، پس اے اللہ! تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے چچا کے بارے میں خیال رکھ، ہم ان (عباس رضی اللہ عنہ) کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں ہم انہیں سفارشی بناتے اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ [2]

پھر عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: ''اپنے رب سے مغفرت طلب کرو کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔''

عباس رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ تھے، ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ان کی داڑھی ان کے سینے پر پڑ رہی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض گزار تھے: ''اے اللہ! تو نگہبان ہے پس تو گم شدہ کو تنہا چھوڑ نہ شکست خوردہ اور کمزور کو جنگل و بیابان میں چھوڑ، چھوٹے بڑے سب چیخ و پکار کرنے لگے آوازیں بلند ہونے لگیں ہیں، تو مخفی تر چیز کو بھی جانتا ہے۔ اے اللہ! تو اپنی تونگری سے انہیں تونگر بنا دے، کہہ دیجئے مایوس نہ ہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔''

دیکھتے ہی دیکھتے بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا تو لوگ کہنے لگے: دیکھو! دیکھو! پھر ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور پھر موسلا دھار بارش برسنے لگی، اللہ کی قسم! وہ شام کو دیوار کو پکڑ کر اور اس کا سہارا لے کر واپس آئے اور (پانی کی وجہ سے) اپنے ازار بلند کیے ہوئے آئے، لوگ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چمٹ گئے اور کہنے لگے: حرمین کے ساقی! آپ کو مبارک ہو، فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی لہب نے کہا:

---

[1] ۱۸/ الکھف: ۸۲۔

[2] ابن حبان: ۲۸٦۱؛ المعجم الاوسط للطبرانی: ۲٤۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بـعـمـي سـقـى الـلّـه الحـجـاز وأهـلـه

عشية يستسـقـي بشيبتـه عـمـر

''میرے چچا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حجاز اور اہل حجاز کو سیراب کر دیا۔ پچھلے پہر عمر رضی اللہ عنہ ان کے بڑھاپے کے ذریعے بارش کے لیے دعا کر رہے تھے۔''

تـوجـه بـالـعـبـاس فـي الجـدب راغـبـاً

إلـيـه فـمـا أن رام حـتـى أتـى المطـر

''عباس کے ذریعے قحط سالی میں اللہ کے حضور دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے رغبت رکھی ابھی وہ ادھر ہی تھے کہ بارش آ گئی۔''

ومـنـا رسـول الـلّـه فـيـنـا تـراثـه

فـهـل فـوق هـذا لـلـمـفـاخـر مفتخر

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تھے اور آپ کے وارث بھی ہم میں سے ہیں۔ تو کیا اس سے بھی بڑی کوئی قابل فخر چیز ہے۔''

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سـأل الإمـام وقـد تـتـابـع جـدبـنـا

فـسـقـى الـغـمـام بـغـرة الـعـبـاس

''امام نے درخواست کی کہ ہمارا قحط متواتر ہو گیا۔ بادلوں نے عباس کی عمر رسیدگی کی وجہ سے بارش برسائی۔''

عـم الـنـبـي وصـنـو والـده الـذي

ورث الـنـبـي بـذاك دون الـنـاس

''جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور ان کے والد کے سگے بھائی جو دیگر لوگوں کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بنے۔''

أحـيـا الإلـه بـه الـبـلاد فـأصـبـحـت

مـخـضـرة الأجـنـاب بـعـد الـيـاس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے بلاد کو (بارش برسا کر) زندہ کیا تو مایوسی کے بعد چاروں اطراف سرسبز وشاداب ہوگئیں۔''

طاعون عمواس (۱۸ہجری۔۶۳۹ء) [1]

عمواس، زمخشری نے اسے عِمواس عین کے نیچے کسرہ (زیر) اور میم ساکن کے ساتھ روایت کیا ہے، جبکہ اس کے علاوہ دیگر نے عَمَواس، عین اور میم پر زبر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ وہ بیت المقدس کے قریب فلسطین کا علاقہ ہے، مہلبی نے کہا: عمواس کا علاقہ شاندار جاگیر ہے، جو کہ بیت المقدس کے راستہ پر رملہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہاں سے طاعون کا آغاز ہوا اور پھر ارض شام میں پھیل گیا، اس میں بہت ساری مخلوق لقمہ اجل بن گئی، جس میں ان گنت صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر افراد بھی شامل تھے، یہ اٹھارہ ہجری میں ہوا، اس میں جن نامور شخصیات نے وفات پائی ان میں امیر شام ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کی عمر اٹھاون برس تھی، جب ان کی وفات کی خبر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے یزید بن ابی سفیان، معاذ بن جبل، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، فضل بن عباس اور شرحبیل بن حسنہ کو ان کی جگہ شام کا سربراہ مقرر کیا، ایک روایت کے مطابق اس میں پچیس ہزار مسلمان لقمہ اجل بن گئے، اسی سال مدینہ میں قحط پڑا تھا۔ [2]

جب طاعون پھیلا اور عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکالنے کے لیے ان کے نام خط لکھا:

''سلام علیک، اما بعد، مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپ سے براہ راست بات چیت کروں، میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ آپ جونہی میرا یہ خط دیکھیں تو فوراً بلا تاخیر میرے پاس پہنچ جائیں۔''

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پہچان گئے کہ عمر رضی اللہ عنہ ان سے شفقت وقربت کی وجہ سے انہیں وہاں

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۸۸؛ معجم البلدان ۲/ ۱۳۵؛ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۴۵۷؛ الطبقات الکبری: ۳/ ۵۸۸؛ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۵۰؛ المنتظم: ۴/ ۲۶۴۔۲۶۵۔

[2] معجم البلدان: ۴/ ۱۵۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے نکالنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو معاف فرمائے! پھر ان کے نام خط لکھا:

''امیر المومنین! آپ کو جو میری ضرورت ہے میں اسے جانتا ہوں، میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں میں اپنے آپ کو ان سے دور نہیں کر سکتا اور میں ان سے جدائی بھی نہیں چاہتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان اپنا امر و قضا کا فیصلہ فرما دے، امیر المومنین! مجھے اپنے عزم کی تکمیل سے معذور جانیے اور مجھے میرے لشکر میں رہنے دیجیے۔''

جب عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو رونے لگے، لوگوں نے پوچھا: امیر المومنین! کیا ابوعبیدہ وفات پا گئے ہیں؟ فرمایا گویا کہ ایسے ہو چکا ہے۔ پھر انہیں خط لکھا:

سلام علیک، امابعد: آپ نے لوگوں کو ارض عمیق میں اتارا ہے، انہیں بلند اور پر فضا زمین کی طرف لے جائیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو انہوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ امیر المومنین کا خط مجھے موصول ہوا ہے لہٰذا آپ جائیں اور لوگوں کے لیے کوئی جگہ تلاش کریں، میں انہیں لے کر آپ کے پیچھے آتا ہوں۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ واپس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی اہلیہ وفات پا چکی تھیں۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پاس واپس آئے تو انہیں یہ خبر بتائی، پھر آپ نے اپنے اونٹ کے بارے میں حکم دیا تو ان کے لیے اونٹ پر کجاوہ رکھ دیا گیا پس جب انہوں نے اس کے رکاب میں پاؤں رکھا تو ان پر بھی طاعون کا حملہ ہو گیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں بھی اس کا شکار ہو گیا ہوں، ایک روایت میں ہے: جب تکلیف زیادہ ہو گئی، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا:

''لوگو! یہ تکلیف تمہارے لیے رحمت اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے، نیز تم سے پہلے صالحین کی موت ہے، ابوعبیدہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس سے اس کا حصہ تقسیم فرما دے۔''

پس وہ طاعون کا شکار ہو گئے اور وفات پا گئے۔ انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لوگوں پر اپنا جانشین مقرر کیا، پس وہ ان کے بعد لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو کہا: لوگو! سن لو یہ تکلیف تمہارے لیے باعث رحمت اور تمہارے نبی کی دعوت ہے۔ نیز تم سے پہلے صالحین کی موت ہے، یہ کہ معاذ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس سے آل معاذ کو ان کا حصہ عطا کر دے، اسی اثنا میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن معاذ طاعون کا شکار ہوئے تو لقمہ اجل بن گئے، پھر وہ کھڑے ہوئے تو اپنی ذات کے بارے میں دعا کی تو وہ بھی طاعون کا شکار ہوئے، پس جب انہوں نے وفات پائی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا جانشین مقرر کیا، تو وہ بھی لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو کہا:

لوگو! جب یہ تکلیف واقع ہوتی ہے تو یہ آگ کی طرح پھیل جاتی ہے، تم اس سے بچنے کے لیے پہاڑوں میں داخل ہو جاؤ، وہ وہاں سے نکلے تو باقی لوگ بھی وہاں سے نکل گئے وہ الگ الگ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسے ان سے اٹھا لیا۔

یہ مذکورہ واقعہ طبری میں منقول ہے [1] جبکہ اسد الغابہ میں ہے: جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر کیا، معاذ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو انہوں نے یزید کو خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور جب یزید فوت ہو گئے تو انہوں نے اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا، یہ طاعون کا مرض ایک ماہ تک رہا۔

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات

(۱۸ ہجری۔ ۶۳۹ء اسلام کے مجاہد اور فاتح شام) [2]

طاعون عمواس مسلمانوں پر ایک مصیبت تھی، ظاہر ہے کہ یہ شام میں ہونے والی لڑائیوں کے بعد پیدا ہوئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مقتولین کو دفن کیے بغیر ویسے ہی میدانوں میں چھوڑ دیا گیا، جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو وہ اپنے مقتولین کو دفن کیا کرتے تھے جیسا کہ یہ ان کی عادت ہے اور ان کا دین بھی انہیں اسی بات کا حکم دیتا ہے اور جہاں تک شکست خوردہ لشکروں کا تعلق ہے تو وہ اپنے مقتولین کو دفن کرنے کے عادی نہیں تھے، اسی لیے

[1] تاریخ الطبری: ۵/ ۴۸۸۔ [2] الاستیعاب: ۴/ ۱۷۱۰؛ الجرح والتعدیل: ۶/ ۳۲۵؛ تہذیب الکمال: ۱۴/ ۵۲؛ تہذیب التہذیب: ۵/ ۶۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رومیوں کی لاشیں باقی رہ گئیں، جیسے عراق میں فارسیوں کی لاشیں دفن کیے بغیر رہ گئی تھیں، اسی لیے عراق میں طاعون پھیلا جیسے شام میں پھیلا۔

طاعون عمواس کی وجہ سے کبار سپہ سالاروں اور صحابہ کی ایک جماعت نے جام شہادت نوش فرمائی، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہیں، ان کی وفات سے مسلمان ایک صالح، متقی، پاک دامن، متواضع اور خلیفہ محبوب و پسندیدہ شخص سے محروم ہو گئے، جو خلیفہ کو تمام سپہ سالاران سے زیادہ محبوب تھے، وہ بہت بڑے فاتح تھے جن کا فتح اسلامی کی تاریخ میں بہت بڑا مقام ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس جگہ ان کی حیات مبارکہ کا تعارف ذکر کریں:

وہ عامر بن عبداللہ بن جراح، بن ہلال، بن اھیب، بن ضبہ، بن الحارث، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ ابوعبیدہ ہیں، آپ نے اپنی کنیت (ابوعبیدہ) سے شہرت پائی اور آپ اپنے دادا کی طرف منسوب ہوئے، اس طرح انہیں ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کہا جاتا ہے۔

آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے عثمان بن مظعون، عبیدہ بن الجون بن مطلب، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک ہی وقت میں اسلام قبول کیا، آپ ان دس افراد میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ان میں سے ہیں جن کے لیے جنت کی بشارت دی گئی، آپ نے بدر، احد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، انہوں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے خود کی دو کڑیاں نکالی تھیں جس سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت گر گئے تھے اور انہی کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ، وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ)) [1]

"ہر امت کا ایک امین ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔"

جب اہل یمن (نجران) کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے ساتھ کسی آدمی کو بھیج دیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دیں، تو

[1] ابن حبان:۷۰۰۱؛ السنن الکبریٰ للبیهقی:۵/ ۵۷؛ مسند احمد:۳/ ۱۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

((هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ)) [1]

"یہ اس امت کے امین ہیں۔"

ثقیفہ کے روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کہا: "میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں کو پسند کرتا ہوں: عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما۔"

شام کی طرف بھیجے جانے والے امرا میں آپ بھی شامل تھے، جنھوں نے دمشق کو فتح کیا، جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس امت کے امین کو تمہارا سربراہ مقرر کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ خَالِدًا لَسَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ)) [2]

"خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔"

جب طاعون پھیلنے کا اندیشہ تھا تو صحابہ کرام نے عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ کی طرف واپس چلے جائیں۔ جب عمر نے واپسی کا پروگرام بنایا تو انہوں نے ہی عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوعبیدہ! کاش یہ بات آپ کے علاوہ کسی اور نے کی ہوتی، ہاں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف۔ یہ چیز عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی عظیم قدر و منزلت پر دلالت کرتی ہے۔

جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک تھے تو ان کے والد نے ان کا پیچھا کرنا شروع کر دیا جبکہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے کنارہ کشی اختیار کرتے رہے، جب ان کے والد نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ﴾ [3]

---

[1] مستدرك حاكم: ٣/ ٢٩٩۔ [2] ابن حبان: ٧٠٩١۔ [3] ٥٨/ المجادلة: ٢٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"آپ ان اشخاص کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں کو دوست رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے ہوں۔"

جب انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے مابین مواخات قائم کی، وفات کے وقت ان کی عمر اٹھاون برس تھی۔ آپ مہندی اور کتم لگایا کرتے تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تھی، آپ نحیف شخص تھے، پتلا چہرہ تھا، آپ کی ڈاڑھی ہلکی اور لمبی تھی۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں سے سب سے زیادہ مشہور کارنامہ فتوح شام میں ظاہر ہوا، کیونکہ آپ لشکر کے امیر اور قائد تھے، سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص کی طرف جانے والے لشکر پر عامل و حاکم مقرر فرمایا، آپ باب بلقاء کی طرف روانہ ہوئے، ان کے باشندوں سے قتال کیا پھر انہوں نے آپ سے صلح کر لی، شام میں یہ پہلی صلح تھی، پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو جابیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، پھر آپ معرکہ یرموک اور معرکہ اجنادین میں شریک ہوئے، وہاں انہوں نے عجیب طور پر کامیابی حاصل کی، پھر آپ نے دمشق اور فحل کو فتح کیا، پھر حمص کا قصد کیا اور آپ کے حکم سے بیسان، طبریہ و دیگر بلاد شرقیہ فتح کیے گئے، ان فتوحات میں آپ کا رومیوں کے ساتھ برسر پیکار رہنا بھی شامل ہے جو تفصیل طلب ہے اور اس کا ذکر ہو چکا ہے، جس میں آپ کی فہم و فراست، جسارت و جواں مردی اور امور حرب کے بارے میں آپ کی تجربہ کاری ظاہر ہوئی، آپ زندگی کے آخری لمحات تک جہاد کرتے رہے۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بڑے نرم، حلیم و مشفق اور اچھے اخلاق کے مالک تھے، آپ متعصب تھے نہ خون ریزی پسند کرتے تھے، آپ رومیوں کے ہاں حسن اخلاق اور صدق مقال جیسی صفات سے مشہور تھے، اسی لیے انہوں نے دمشق میں آپ سے صلح کا ارادہ کیا تو آپ نے ان سے صلح کر لی۔ مؤرخین نے ان کی مروت پر مدح سرائی کی ہے، حتیٰ کہ ایک یورپی تاریخ دان نے تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد کہا: اگر اس جلیل القدر صحابی کے اوصاف، جو کہ لشکر اسلامی کے امیر تھے، دور حاضر کے افواج کے امرا میں جمع ہو جائیں، جو کہ تہذیب و تمدن اور ترقی یافتہ ہونے کے حوالے سے مشہور ہیں، تو یہ اوصاف انہیں انتہائی فائدہ پہنچائیں اور وہ شان و شوکت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شرافت کی بلندیوں تک پہنچ جائیں اور وہ ظلم و جور جیسی برائیوں سے دست کش ہو جائیں، ہمارے اس دور میں ترقی یافتہ بڑی فوجوں کے کمانڈر اس عظیم الشان امیر و سپہ سالار کے درجے تک نہیں پہنچ سکے، جو کہ فاتحین کے مابین عدیم النظیر ہیں اور وہ لاثانی ہیں، ان کے عدل و حلم اور وفا کے اوصاف نے دیگر حکومتوں کی افواج کے کمانڈروں اور ان کے حکمرانوں کو پریشان کر دیا۔

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قبر بیسان کی سرحد پر عمتا نامی گاؤں کے قریب ہے، آپ کی قبر پر ایسی اشیاء ہیں جو آپ کی عظیم قدر و منزلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات

معاذ بن جبل انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ طاعون عمواس کا شکار ہونے والوں میں تھے، آپ ان ستر انصار میں سے تھے جو عقبہ میں حاضر تھے، آپ نے بدر و احد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مابین مواخات قائم کی، آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، ابن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم رضی اللہ عنہم۔" [1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبِي بَكْرٍ))

"میری امت کے بارے میں میری امت سے ابوبکر سب سے زیادہ رحیم ہیں۔"

اور فرمایا:

((وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ)) [2]

"حلال و حرام کے بارے میں معاذ بن جبل ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔"

---

[1] مجمع الزوائد:۹/ ۳۱۱؛ مسند الفردوس للدیلمی:۲/ ۱۶۶۔

[2] ابن حبان: ۷۱۳۱؛ مستدرك حاکم:۳/ ۴۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سلمہ بن وردان بیان کرتے ہیں، میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے میرے پاس تشریف لائے اور کہا:

"جس شخص نے خلوص نیت سے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

(یہ سن کر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! معاذ نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جس شخص نے خلوص نیت (صدق قلب) سے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"معاذ نے سچ کہا، معاذ نے سچ کہا، معاذ نے سچ کہا۔" [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مہاجرین میں سے عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم فتوی دیا کرتے تھے اور انصار میں سے بھی تین صحابہ کرام ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فتوی دیا کرتے تھے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: معاذ تمام لوگوں میں سے خوب رو، با اخلاق اور سب سے زیادہ سخی تھے، آپ بہت زیادہ مقروض تھے، آپ کے قرض خواہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے حتیٰ کہ آپ کئی روز تک اپنے گھر میں رہے اور ان کے سامنے نہ آئے، تو انہوں نے عرض کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا حق لے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اس پر صدقہ کردے، اللہ اس پر رحم فرمائے۔" [2]

کچھ لوگوں نے تو وہ قرضہ صدقہ کے طور پر انہیں معاف کردیا اور باقی افراد نے معاف کرنے سے انکار کردیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے مال سے ادا کیا، انہوں نے وہ مال باہم تقسیم کیا تو انہیں اپنے حقوق کا تقریباً ستر فی صد حصہ مل گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

"تمہارے لیے بس یہی کچھ ہے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیج دیا اور فرمایا:

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۴۸۔ [2] مستدرك حاكم: ۳/ ۳۰۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"شاید کہ اللہ تمہارا نقصان پورا کردے اور تمہارا قرض ادا کردے۔"

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یمن میں رہے۔ [1]

معاذ رضی اللہ عنہ جب رات کے وقت تہجد پڑھا کرتے تھے تو یوں دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ نَامَتِ الْعُیُوْنُ، وَغَارَتِ النُّجُوْمُ، وَأَنْتَ حَيٌّ قَیُّوْمٌ، اَللّٰھُمَّ طَلَبِي الْجَنَّةَ بَطِيْءٌ وَهَرْبِي مِنَ النَّارِ ضَعِيْفٌ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِي مِنْ عِنْدِكَ هُدًى تَرُدُّهُ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

"اے اللہ! آنکھیں سو گئیں، ستارے ڈوب گئے، جب کہ تو حی قیوم ہے، اے اللہ! جنت کے لیے میری طلب سست ہے اور جہنم سے میرا فرار ضعیف ہے، اے اللہ! اپنے پاس سے میرے لیے ہدایت وسکون کا انتظام فرما دے جسے تو روز قیامت مجھے لوٹا دے، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

ان کی دو بیویاں طاعون کا شکار ہوئیں اور وہ وفات پا گئیں، پھر ان کے بیٹے عبدالرحمٰن پر طاعون کا حملہ ہوا تو وہ بھی وفات پا گئے۔ پھر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر طاعون کا حملہ ہوا تو ان پر غشی کے دورے پڑنے لگے، جب انہیں افاقہ ہوتا تو کہتے: اے اللہ! تیری طرف سے پہنچنے والی تکلیف نے مجھے ڈھانپ لیا ہے، میں تیری رضا پر خوش ہوں تاکہ تو جان لے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر ان پر غشی طاری ہوگئی اور جب افاقہ ہوا تو وہی الفاظ دہرائے۔

عمرو بن قیس نے بیان کیا: جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو انہوں نے کہا: دیکھو کیا صبح ہوگئی؟ آپ سے کہا گیا: صبح کا کیا مسئلہ ہے؟ حتیٰ کہ صبح کا وقت قریب ہوا تو آپ کو بتایا گیا: صبح ہوگئی ہے، آپ نے فرمایا: میں ایسی رات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جس کی صبح کا انجام آگ ہو، موت خوش آمدید، موت خوش آمدید، زائر حبیب مرحبا جو کہ فاقہ کی حالت میں آیا ہے، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا، جبکہ آج میں تجھ سے (رحمت کی) امید کرتا ہوں، میں نہریں کھودنے اور درخت لگانے کے لیے دنیا پسند کرتا تھا نہ دیر تک لمبی عمر کی صورت میں وہاں بقا چاہتا تھا، بلکہ میں تو سخت گرمی کی پیاس، قیامت کے مصائب سے بچنے اور ذکر کے حلقوں کے پاس علما کی مصاحبت اختیار کرنے کے لیے دنیا میں

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۵۸۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہنا چاہتا تھا۔ حسن نے کہا: جب معاذ رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو وہ رونے لگے: آپ سے کہا گیا: آپ رو رہے ہیں جبکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں! اور آپ کا یہ یہ مقام ہے؟ انہوں نے کہا: میں موت کے آنے پر جزع کرتے ہوئے رو رہا ہوں نہ دنیا چھوڑنے پر، بلکہ رونے کی وجہ یہ ہے کہ دو مٹھیاں ہیں (جو کہ دائیں ہاتھ والی مٹھی میں جنتیوں کی روحیں ہیں اور بائیں ہاتھ کی مٹھی میں جہنمیوں کی روحیں ہیں) لیکن میں نہیں جانتا کہ میں کس مٹھی میں ہوں!

ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ بنوسلمہ کے بت توڑنے والوں میں شامل تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُعَاذٌ إِمَامُ الْعُلَمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِرَتْوَةٍ أَوْ رَتْوَتَيْنِ)) [1]

''معاذ قیامت کے دن علما سے ایک یا دو قدم آگے ہوں گے۔''

آپ نے اڑتیس برس کی عمر میں وفات پائی اور آپ کی قبر بیسان کی سرحد پر ہے۔

ابو ادریس خولانی نے کہا: معاذ رضی اللہ عنہ کی رنگت سفید اور چہرہ پتلا و کمزور تھا، سامنے والے دانت چمکدار تھے اور آنکھیں سرمئی تھیں۔

کعب بن مالک نے فرمایا:

''آپ اپنی قوم کے بہترین نوجوانوں میں سے خوبصورت فیاض نوجوان تھے۔''

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات [2]

آپ ان تین مشہور سپہ سالاران میں سے ہیں جو طاعون عمواس کا شکار ہوئے، آپ بنو سفیان کے بہترین شخص تھے، انہیں یزید الخیر کہا جاتا تھا، ابو خالد آپ کی کنیت تھی، آپ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے، آپ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت میں سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ عطا کیے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے چالیس اوقیہ کا وزن کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں لشکر کا امیر مقرر کیا اور انہیں شام کی طرف روانہ کیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے انہیں الوداع کرنے کے لیے تشریف لائے۔

---

[1] مجمع الزوائد: ۹/ ۳۱۱۔

[2] الاستیعاب: ٤/ ۱۵۷۵؛ معجم الصحابہ: ۳/ ۲۳۱؛ الاصابہ: ٦/ ٦۵۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابن اسحاق نے روایت کیا: جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سن بارہ ہجری میں حج سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے عمرو بن عاص، یزید بن ابی سفیان، ابوعبیدہ بن جراح اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کو فلسطین کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ بلقاء میں داخل ہوں، اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، جبکہ وہ عراق میں تھے، انہیں حکم دیا کہ وہ شام کی طرف چلے جائیں، پس وہ تاریکی میں گئے اور ارض دمشق سے غسان پر دھاوا بول دیا، وہاں سے روانہ ہوئے تو نہر بصری پر پڑاؤ ڈالا، یزید بن ابی سفیان، ابوعبیدہ اور شرحبیل رضی اللہ عنہم نے پیش قدمی کی، تو بصری نے صلح کر لی، شام کے شہروں میں سے یہ سب سے پہلے فتح ہوا، پھر وہ فلسطین کی طرف روانہ ہوئے، تو رملہ اور بیت جبرین کے مابین مقام اجنادین پر رومیوں سے ٹکراؤ ہوا، اللہ تعالیٰ نے جمادی الاولیٰ سن ۱۳ ہجری میں رومیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے شام کے علاقے فتح کرائے، یزید بن ابی سفیان کو فلسطین کا امیر بنایا اور جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا، جب معاذ اور یزید رضی اللہ عنہما وفات پا گئے تو انہوں نے اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر کیا اور یہ سب طاعون عمواس کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقات بنی فراس پر عامل مقرر کیا اور وہ ان کے ماموں (ننھیال) تھے۔

شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی وفات [1]

یہ بھی ان عظیم سپہ سالاران میں سے ایک ہیں جنہوں نے ہمہ گیر تباہی مچانے والے طاعون میں شہادت پائی، حسنہ ان کی والدہ ہیں، جبکہ ان کے والد کا نام عبداللہ بن مطاع ہے۔ شرحبیل بنوزہرہ کے حلیف تھے، یہ اپنے ماں جائے دونوں بھائیوں جنادہ اور جابر کی وفات کے بعد ان کے حلیف بنے اور یہ دونوں بھائی سفیان بن معمر بن حبیب کے صلب سے تھے۔ جب شرحبیل کے والد عبداللہ وفات پا گئے تو شرحبیل کی والدہ حسنہ نے بنوزریق قبیلہ کے ایک انصاری سفیان نامی شخص سے شادی کر لی۔

[1] معجم الصحابہ: ۱/ ۳۲۹؛ الاستیعاب: ۲/ ۶۹۸؛ الاصابہ: ۳/ ۳۲۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شرحبیل اور ان کے بھائیوں نے شروع میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، جب وہ حبشہ سے واپس آئے تو انہوں نے بنوزریق میں اپنے مکان میں پڑاؤ ڈالا، شرحبیل نے اپنے ماں جائے بھائیوں کے ساتھ قیام کیا، پھر سفیان اور اس کے دو بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پا گئے، انہوں نے اپنے پیچھے کچھ نہ چھوڑا، شرحبیل رضی اللہ عنہ بنوزہرہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

شرحبیل رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں اور قریش کے معزز افراد میں سے تھے، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا، آپ عمر کی طرف سے شام کے بعض علاقوں کے امیر رہے حتیٰ کہ آپ نے طاعون عمواس میں سرسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور وہ ایک ہی روز طاعون کا شکار ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طاعون عمواس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی شام روانگی

طاعون کی وجہ سے بہت سے مسلمان موت کا شکار ہو گئے، سالاران لشکر کے پاس جو میراث تھی وہ انہوں نے قبضہ میں لے لی، انہوں نے اس بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، انہوں نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہا: میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ میں مسلمانوں سے ان کے شہروں اور ملکوں میں جا کر ملاقات کروں تاکہ میں ان کے آثار اور کارنامے دیکھوں لہٰذا تم مجھے مشورہ دو۔ [1] اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ان علاقوں کا دورہ کرنا چاہتے تھے جو مسلمانوں نے فتح کیے تھے، صرف مسئلہ میراث ہی ان کے روانہ ہونے کے عزم کا واحد سبب نہیں تھا، ان لوگوں میں کعب الاحبار بھی تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے: کہ وہ اسی سال مسلمان ہوئے تھے، کعب نے کہا: امیر المومنین! آپ کہاں سے دورے کا آغاز کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: عراق سے، کعب نے عرض کیا: آپ ایسے نہ کریں، کیونکہ شر کے دس اجزاء ہیں، جن میں سے نو مغرب میں ہیں اور ایک جز مشرق میں ہے، وہیں شیطان کا سینگ ہے اور ہر بیماری پریشان کن ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! ہجرت (مدینہ) کے بعد کوفہ ہجرت کے لیے موزوں ہے، وہ اسلام کا خیمہ ہے، ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ ہر مسلمان اس کی طرف کھنچا چلا آئے گا، وہاں کے باشندوں کے ذریعے ظالم سے محفوظ رہا جائے گا اور اس سے بدلہ لیا جائے گا جس طرح پتھروں کے ذریعے قوم لوط سے بدلہ لیا گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہل عمواس کی میراث تو ضائع ہو چکی، پس میں اپنے دورے کا آغاز شام سے کرتا ہوں، میں میراث تقسیم کروں گا اور جس قدر میرے دل نے چاہا میں وہاں قیام کروں گا پھر واپس آ جاؤں گا، میں شہروں میں گھوموں پھروں گا اور اپنا امران پر ظاہر کروں گا۔

آپ مدینہ سے روانہ ہوئے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو وہاں اپنا جانشین مقرر کیا، ایلہ کو سفری راستہ اختیار کیا، جب اس کے قریب پہنچے تو اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور کجاوے پر پوستین لگا کپڑا امڑا ہوا تھا، آپ نے اپنی سواری اپنے غلام کو دے دی، جب لوگ آپ سے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۸۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملے، انہوں نے پوچھا: امیر المومنین کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ان کے (تمہارے) آگے، یعنی اپنے بارے میں فرماتے پس وہ ان کے آگے آگے چلتے رہے، آپ نے وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، ملاقات کرنے والوں کو بتا دیا گیا: امیر المومنین تشریف لا چکے ہیں اور پڑاؤ ڈال چکے ہیں پس وہ واپس چلے گئے، عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے پادری کو اپنا کرتا دیا جو کہ پشت سے پھٹ چکا تھا تا کہ وہ اسے دھو دے، اس نے دھو دیا تو آپ نے اسے لے کر پہن لیا، پادری نے آپ کے لیے ایک اور کرتا سلوا دیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے نہ لیا۔

جب آپ شام پہنچے تو آپ نے تنخواہیں تقسیم کیں، موسم سرما اور موسم گرما کا تعین کیا، شام کی سرحدوں کو بند کیا، پورے شام کا دورہ کیا، ہر علاقے کے ساحلوں پر عبداللہ بن قیس کو حکمران مقرر کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکمران مقرر کیا، اہل عمواس کی میراث تقسیم کی، ایک دوسرے کو ورثہ کا وارث بنایا اور مرنے والوں کا ورثہ ان کے زندہ افراد تک پہنچایا، حارث بن ہشام اپنے کنبہ کے ستر افراد کے ساتھ روانہ ہوئے تھے جن میں سے صرف چار واپس آئے۔

جب نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی: کاش کہ آپ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں۔ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی، جب بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد کر کے) رونے لگے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں، سب سے زیادہ عمر رضی اللہ عنہ روئے اور جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک نہیں پایا تھا (تابعین) تو وہ صحابہ کرام کو روتے دیکھ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو سن کر رونے لگے۔ اسی سال عمر رضی اللہ عنہ نے ماہ ذوالحجہ میں مقام ابراہیم کو اس جگہ منتقل کیا جہاں آج کل ہے، پہلے یہ بیت اللہ کے ساتھ ملا ہوا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اسی سال شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا اور کعب بن سور ازدی کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا، جبکہ گزشتہ سال شہروں کے والی مقرر کیے تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

شام وعراق میں مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب

مسلمانوں نے صرف چار سال کی مختصر سی مدت میں دو عظیم سلطنتوں کے خلاف کامیابی حاصل کی، ان میں سے ایک سلطنت ایران اور دوسری شرقی روم کی سلطنت ہے اور یہ فتح ان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دونوں کے درمیان تباہ کن جنگیں چھڑ جانے کے بعد حاصل ہوئی۔ فارسی شام اور مصر میں مقیم ہو چکے تھے، سن ۶۱۶ء میں ان کی فوجیں قسطنطنیہ کے ساحلوں تک پہنچ چکی تھیں اور یہ روم کے بادشاہ ہرقل کو سربراہ بنانے کے چھ سال بعد کا واقعہ ہے۔ مایوسی اس پر غالب آ گئی اور اس نے اپنے تخت سے الگ ہونے اور قرطاجنہ کی طرف کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، البتہ جنگی ماہرین نے اسے منع کیا اور اسے اپنے مرکز کی حفاظت کرنے پر اس کی ہمت بندھائی اور حوصلہ افزائی کی، پس وہ ٹھہرا رہا اور فارسیوں سے لڑائی کرنے کی استطاعت پیدا کی، لیکن سن ۶۲۲ء میں وہ ارمینیہ پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے متحرک ہوا، پھر اس نے سن ۶۲۴ء۔ ۶۲۶ء میں دوبارہ حملہ کیا اور اسے فتح کیا، جبکہ فارسیوں کو میدان قتال میں ہزیمت اٹھانا پڑی اور وہ ان کے قائد شہر براز پر زبردستی غالب آ گئے۔

جب رومیوں کے لشکر مدائن کے قریب پہنچے تو کسریٰ نے ان سے صلح کر لی، پھر وہ ان سے وہ صلیب، جس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ مسیح علیہ السلام کو اس پر سولی چڑھایا گیا تھا، لے کر قسطنطنیہ کی طرف واپس چلا آیا، ستمبر سن ۶۲۹ء میں قسطنطنیہ سے بیت المقدس کی طرف پیدل چل کر آیا اور اس صلیب کو ایک بہت بڑے اجتماع میں پیش کیا اور اس طرح اس نے اپنی قسم پوری کی۔ اس وقت ہرقل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی تھی، جیسے اسی طرح کا خط کسریٰ کو بھی پہنچا تھا لیکن اس نے خط پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، بہر حال ان دونوں میں سے کسی نے بھی صاحب خط (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی اہمیت دی نہ آپ کی دعوت کو کوئی اہمیت دی، کیونکہ اس وقت ہرقل اور کسریٰ کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا کہ چند سالوں کے بعد عنقریب مسلمان ان دونوں کے ملکوں کو فتح کر لیں گے۔

طویل لڑائیوں نے فارسیوں اور رومیوں کی قوت اور قویٰ کو کمزور کر دیا تھا، چھبیس سال جاری رہنے والی یہ لڑائیاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے اوائل میں بند ہوئیں۔ پھر مسلمان مستعدی کے ساتھ اٹھے اور ایک ہی وقت میں فارسیوں اور رومیوں سے لڑنے لگے اور ان دونوں کے خلاف ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل کی جو کسی تصور میں بھی نہیں تھی، اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے باوجود کہ تمام معرکوں میں مسلمان تعداد اور تیاری میں کم تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کے لشکروں کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی جو کہ عراق یا شام میں برسرپیکار تھے۔

جہاں تک کامیابی کے ان اسباب کا تعلق ہے جنہوں نے عقلوں کو حیرت میں ڈال دیا وہ درج ذیل ہیں:

① فارسیوں اور رومیوں کے مابین چھبیس سالوں سے جاری جنگوں نے انہیں اکتا دیا اور ان کی شان وشوکت کو ختم کر دیا۔

② داخلی اضطرابات: اہل فارس مسلسل پریشانیوں، خفیہ عداوتوں اور فتنوں سے دوچار تھے، جو بھی بادشاہ بنتا اسے یا تو قتل کر دیا جاتا یا پھر اسے معزول کر دیا جاتا'' جبکہ رومیوں کو دینی مباحث اور لاہوتی (اللہ کے متعلق عقائد کے علم کے) جھگڑوں اور مناظروں میں مشغول کر رکھا تھا جس سے ان کی قیادت تنازع اور باہمی تقسیم کا شکار ہو چکی تھی۔

③ دونوں قوموں کا گانے بجانے اور عیش وعشرت میں مبتلا ہو جانا اور ان میں حربی روح کا فقدان ہو جانا۔

④ فارسی اور رومی مسلمانوں سے لڑائی کرنے میں ایسے لشکروں پر اعتماد کیا کرتے تھے جو ان کی حدود میں آباد عرب قبائل پر مشتمل ہوتا تھا اور یہ عرب رومیوں کے بہت سے ظلم وستم کا شکار رہتے تھے اور ان کے مطیع ہو کر رہتے تھے، جیسے ٹیکسوں کا بوجھ، حکام کا تکبر وغرور اور لاقانونیت کا پھیلنا، جب مسلمانوں نے شام پر حملہ کیا تو وہ ان کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے، اس لیے کہ ان میں ہم جنس ہونے کی قدر مشترک تھی، کیونکہ وہ انہی کی طرح کے عرب تھے اور مزید یہ کہ وہ رومیوں کے مظالم کا شکار تھے اور وہ جانتے تھے کہ مسلمان عدل کرتے ہیں، وہ اپنے احکام میں ظلم نہیں کرتے اور وہ ان سے نرمی کا معاملہ کریں گے۔

جہاں تک ان عرب قبائل کا تعلق ہے جو فارسیوں کے موالی تھے، وہ کاشت کار تھے، انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی کہ وہ فارسیوں کو ٹیکس ادا کریں یا مسلمانوں کو جزیہ دیں، بلکہ وہ تو ان کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ وہ انہی کی طرح کے عرب تھے اور ان میں سے جو کوئی ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طرف آ جاتا تو وہ عربیت کے دفاع میں لڑائی لڑتا۔

⑤ مسلمان نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، وہ پختہ عقیدے کے ساتھ اپنے دین کے دفاع، اس کے غلبے اور اسے تقویت پہنچانے کی خاطر لڑا کرتے تھے اور اس لیے بھی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے جو کہ جنت الفردوس میں ابدی قیام کرے گا اور جو شخص پیٹھ پھیر کر مڑ جائے تو اس کی جزا و سزا جہنم ہے، نیز کسی جانب داری کے بغیر مساوات کی بنیاد پر ان کے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا جاتا تھا، حربی روح تو ان میں پورے جوبن پر انتہا درجے پر پہنچی ہوئی تھی، وہن اور کمزوری کا اس (حربی روح) پر گزر ہوا نہ نعمتوں اور عیش و عشرت نے اسے خراب کیا، وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور موت کی پروا نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ تو آخرت کی نعمتوں کے طمع و امید پر اس کی طرف مسابقت کرتے تھے۔

⑥ مسلمانوں کی خواتین لشکر کے ساتھ جاتیں اور آوازیں بلند کر کے ان کی ہمت بڑھاتی تھیں اور انہیں قتال پر ابھارا کرتی تھیں، انہوں نے کئی معرکوں میں مردوں کے ساتھ لڑائی لڑی اور وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

ان سب اسباب نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے راہ ہموار کی اور اسی وجہ سے اسلام پھیلا جو کہ اجتماعی اور سیاسی لحاظ سے بہترین نظام پیش کرتا ہے، بہترین دینی عقیدہ کا حامل ہے، اس نے خرافات، دینی ظلم وستم، ڈاکے، لوٹ مار، لاقانونیت اور غلامی کو ختم کیا، جیسا کہ اس نے فجور و خمور (شراب) کو ختم کیا، آقا و غلام کو مساوی حقوق دیے، عدل کو عام کیا، امن قائم کیا، تعاون، اخوت اور درگزر کی روح کو عام کیا، ذمیوں کے جان و مال کو تحفظ فراہم کیا، ان کی عبادت گاہوں کو قائم رکھا، انہیں گرانے اور برے طریقے سے اس کے درپے ہونے سے منع کیا، انہیں دینی آزادی عطا کی، اس طرح انہوں نے امن و امان کی ساتھ ایک اچھے ماحول میں زندگی بسر کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مصر کی فتح (۱۹-۲۰ ہجری/ ۶۴۰-۶۴۱ ء) [1]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے تجارت کی غرض سے مصر جایا کرتے تھے۔ پس جب طاعون عمواس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے میراث کی تقسیم کے لیے شام کا دورہ کیا، تو عمرو بن عاص انہیں علیحدگی میں لے گئے اور کہا: مجھے مصر کی طرف جانے کی اجازت دیں، کیونکہ اگر ہم نے اسے فتح کر لیا تو یہ مسلمانوں کی قوت و امداد کا باعث بنے گا، وہاں بہت سا مال ہے، جبکہ وہاں کے باشندے جنگ و جدل کرنے سے عاجز ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے خدشہ محسوس کرتے ہوئے کہا: یہ مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے، کیونکہ انہوں نے جو ملک ابھی ابھی فتح کیے تھے وہاں ان کے قدم مضبوط نہیں ہوئے تھے اور ان کے لشکر شام و عراق اور ارمینیا وغیرہ میں تقسیم ہو چکے تھے جبکہ ان میں سے بہت سارے طاعون کی وجہ سے لقمہ اجل بن چکے تھے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہیں فتح مصر پر مسلسل تیار کرتے رہے اور انہیں اس کی اہمیت اور اس کے آسانی کے ساتھ فتح کر لینے کے بارے میں بتاتے رہے، حتیٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بات کی طرف مائل ہو گئے اور مطمئن ہو کر انہیں مصر کی طرف پیش قدمی کی اجازت دے دی۔

عمرو رضی اللہ عنہ کا مشورہ اچھا اور نیک تھا، کیونکہ مصر روم کو اشیائے ضرورت اور غلہ فراہم کرتا تھا، اسکندریہ رہائشیوں سے آباد تھا، ہر طرف سے لوگ یہاں اقامت پذیر ہونا چاہتے تھے، حتیٰ کہ وہ رومانی سلطنت میں دوسرا بڑا شہر بن گیا اور وہ تجارت و علوم کا مرکز تھا، رومیوں، رومانیوں، عربوں، قبطیوں، مسیحیوں، یہودیوں اور وشوامیوں کی یہاں آمد و رفت رہتی تھی، اس کے علاوہ وہ بیرونی حکام کے خلاف داخلی انقلاب اور تحریک کا مرکز تھا۔ وہاں کے مردوں کی تعداد چھ لاکھ تھی، ان میں سے چالیس ہزار یہودی تھے جو ٹیکس دیتے تھے، دو لاکھ رومی تھے جن میں سے تیس ہزار محاصرے سے پہلے فرار ہو گئے تھے، وہاں چار ہزار حمام تھے، چار سو تفریح گاہیں اور کھیل کے میدان تھے اور بارہ سو بحری جہاز تھے، اگرچہ اس اعداد و شمار میں کچھ مبالغہ بھی ہو سکتا ہے، اس کی بندرگاہ بین الاقوامی بندرگاہ تھی جہاں پر دنیا بھر کے بحری جہاز تجارتی سامان لے کر لنگر انداز ہوا کرتے تھے، اس طرح اسکندریہ کا شہر مصری شہر ہونے سے کہیں زیادہ یورپی شہر کا درجہ رکھتا تھا۔

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۱۲؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۴۲؛ المنتظم: ۴/ ۲۹۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مصر انتہائی فقر سے دوچار تھا، جہاں تک اس کے محاصلات کا تعلق ہے تو وہ رومانی سلطنت کو بھیج دیے جاتے تھے اور مصر خود ان سے محروم رہ جاتا تھا، اسی لیے وہاں کے مقامی باشندے حکام کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے لیے مستعد رہتے تھے، اس کے علاوہ رومی حکام اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے تھے کہ وہاں کے باشندے آرتھوڈکس عقیدے کے حامل عیسائی بن جائیں۔ اقباط کا پادری بنیامین مصر کے بالائی حصے کی طرف فرار ہو گیا اور وہ دینی ظلم وستم کی وجہ سے کسی عیسائی خانقاہ میں چھپ گیا اور اس نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ وہ اس کے نقش قدم پر چلیں، نیز دینی ظلم وستم کے باعث وہاں کے باشندوں کی طاقت نہیں تھی کہ وہ البیز نطی کے حکم سے چشم پوشی کرتے۔ رومی خود گروہوں اور پارٹیوں میں بٹ چکے تھے، فتح اسلامی سے قبل مصر کی یہ حالت تھی۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بات کی تصدیق کر لی تو انہیں چار ہزار افراد کا امیر مقرر کیا، وہ تمام قبیلہ عک سے تعلق رکھتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: آپ روانہ ہوں اور میں آپ کے روانہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ میرا خط بہت جلد آپ تک پہنچ جائے گا، اگر میرا خط تمہارے مصر یا اس کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے تمہیں موصول ہو تو پھر اس میں پیش قدمی روک کر واپسی کا حکم ہوگا اور اگر میرا خط موصول ہونے سے پہلے آپ مصر میں داخل ہو جائیں تو پھر اپنا سفر جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی درخواست کریں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں سفر شروع کیا، کسی کو اس کا پتہ نہ چلا، البتہ عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے بارے میں اندیشہ تھا کہ وہ لازمی طور پر ایسی جماعت سے ٹکرا جائیں گے جن کی تعداد دس ملین ہے، پس عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ وہ اپنے ساتھ سفر کرنے والے مسلمانوں کو ساتھ لے کر واپس آ جائیں۔ جب یہ خط عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو اس وقت وہ شام اور مصر کی حدود پر غزہ کے جنوب کی طرف رفح نامی گاؤں میں تھے، پس عمرو رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے خط وصول کر لیا اور اسے کھول لیا تو وہ اس میں عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کے مطابق واپسی کا حکم پائیں گے، لہٰذا انہوں نے قاصد سے خط وصول نہ کیا اور اسے ٹالتے رہے حتیٰ کہ مقام عریش پر پڑاؤ ڈالا، آپ نے اس جگہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کس ملک کی حدود میں ہے؟ آپ کو بتایا گیا، کہ یہ مصر کی حدود میں ہے پس انہوں نے ایلچی کو بلایا اور مسلمانوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خط پڑھ کر سنایا پھر فرمایا: آؤ امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کریں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کسی بڑی مشقت کے بغیر ہی مصر فتح کر لیا، کیونکہ ان کے قلعے مضبوط نہیں تھے اور وہاں کا دفاع کرنے والے بھی قلیل تھے۔ یہ ذوالحجہ ۱۸ ہجری بمطابق ۶۳۹ء کے ماہ دسمبر کے آخر میں فتح ہوا، پھر انہوں نے سفر جاری رکھا حتیٰ کہ فرما (Pelusium) پہنچ گئے، تو مسلمانوں نے ایک ماہ تک اس کا محاصرہ کیا، انہوں نے رومیوں سے قتال کیا پھر ۲۰ جنوری سن ۶۴۰ء میں اسے فتح کر لیا اور انہوں نے اپنا لشکر سنہور، تنیس (صان) اور پھر بلبیس تک پہنچا دیا، یہاں بڑا مضبوط قلعہ تھا، وہاں مقوقس کی بیٹی تھی عمرو رضی اللہ عنہ نے عزت و اکرام کے ساتھ اسے اس کے والد کی طرف بھیج دیا، اس نے اس (مقوس) پر اچھا اثر ڈالا، بلبیس میں رومیوں کا بہت نقصان ہوا، وہی کمانڈر جو شام سے فرار ہوا تھا وہ مسلمانوں کے لشکر کے درپے ہوا تھا اور بلبیس میں ایک ماہ تک مقابلہ کیا۔ [1]

واقدی نے ذکر کیا ہے: مقوقس نے اپنی بیٹی ارمانوسہ کی قسطنطین بن ہرقل سے شادی کر دی اور یہ قسطنطین ثالث ہے جس نے سن ۶۱۴ء میں اپنے والد کی وفات کے بعد زمام سلطنت سنبھالی، اس نے اس کے اموال، اس کی لونڈیوں اور غلاموں کے ذریعے اسے تیار کیا اور اسے باوقار بنایا تا کہ وہ اس (قسطنطین) کے پاس جائے حتی کہ وہ قیساریہ شہر میں اس سے خلوت اختیار کرے گا، جبکہ وہ اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، پس وہ بلبیس کی طرف آئی اور وہاں قیام کیا اور اپنے بڑے دربان کو دو ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ فرما (Pelusium) کی طرف بھیجا، تا کہ وہ راستے کی حفاظت کرے، وہ کسی رومی یا اس کے علاوہ کسی اور کو مصر کی طرف آنے کی اجازت نہ دے، مقوقس نے اپنے شہروں کے اطراف کی طرف اپنے قاصد روانہ کیے کہ وہ کسی کو بھی ارض مصر میں داخلے کی اجازت نہ دیں، یہ سب اس اندیشے کے پیش نظر کیا کہ کہیں مسلمانوں کے شام پر غلبے کے بارے میں خبر شائع نہ ہو جائے، اس طرح ان کی فوجوں کے دلوں میں رعب داخل ہو جائے گا، جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جابیہ پہنچے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے بلبیس کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، ارمانوسہ بنت مقوقس بھی وہیں تھی، پس اس کے ساتھیوں نے قتال کیا اور ان میں سے تقریباً ایک ہزار گھڑ سوار مارے گئے، جبکہ تین ہزار قیدی بنا لیے گئے اور جو باقی بچ گئے وہ مقوقس کی طرف فرار ہو

[1] النجوم الزاهرة: ۱/ ٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گئے، ارمانوسہ، اس کا سارا مال اور قبط کا جو کچھ بلبیس میں تھا قبضے میں لے لیا گیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے مقوقس کے ساتھ ہمدردی کو پسند کیا، انہوں نے اس کی بیٹی ارمانوسہ کو عزت و احترام اور اس کے سارے مال کے ساتھ قیس بن ابوالعاص کی معیت میں اس کی طرف روانہ کیا تو وہ اس کے پہنچنے پر خوش ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معرکہ عین شمس (Battle of Heliopolis)

(شعبان ۱۹ ہجری بمطابق جولائی ۶۴۰ء) [1]

بہت سے مؤرخین نے معرکہ عین شمس کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا، جس طرح انہوں نے الفیوم پر حملے کی تفاصیل کو نظر انداز کر دیا۔

عین شمس کا شہر مصری ملک کے مشہور شہروں میں سے تھا، اس کے باوجود فتح اسلامی کے نزدیک اس کی کوئی حربی اہمیت نہیں تھی، اس کے علاوہ وہ قتال کے لیے مناسب تھا، پانی وہاں تک پہنچتا تھا، فوج تک سپلائی بھی آسانی سے ہو سکتی تھی اور وہ المطریہ تک پھیلا ہوا تھا، اسی لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس پر توجہ دی۔

معرکہ عین شمس میں مسلمانوں کے لشکر میں پندرہ ہزار مجاہدین شامل تھے، رہے رومی تو ان کے سپہ سالار تیودور نے مسلمانوں کو عین شمس سے دور رکھنے کے لیے اپنی فوج کو جمع کیا، قلعہ بند فوج کے علاوہ اس کی فوج کی تعداد بیس ہزار تھی، اس طرح انہیں مسلمانوں کے لشکر پر بہت واضح عددی برتری حاصل تھی۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے عین شمس میں پڑاؤ ڈالنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ قلعوں سے دور کھلے میدان میں رومیوں سے لڑائی کرنا چاہتے تھے، جب تیودور کو یقین ہو گیا کہ وہ حملہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ گھڑسواروں اور پیادہ فوج کے ساتھ عین شمس کی طرف روانہ ہوا، تیودسیوس اور اناستاسیوس گھڑسوار دستے کی قیادت کر رہے تھے، عمرو رضی اللہ عنہ نے جاسوس بھیجے تو انہوں نے دشمن کے منصوبے اور اس کی روانگی کے متعلق انہیں بتایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا، ایک لشکر اپنی زیر قیادت عین شمس پر مقرر کیا، ایک لشکر اُم دنین (ازبکیہ کی طرف) پر اور ایک قلعہ کی طرف تلال پر متعین کیا، اس لشکر کی قیادت خارجہ بن حذافہ کر رہے تھے، اس طرح رومانی فوج عرب فوج کی دو قوتوں کے مابین محصور ہو گئی اور یہ اوامر کے صدور کے وقت اس پر اطباق کے لیے ہے، رومانی فوج کو اس منصوبہ بندی کا علم نہیں تھا، انہیں زیادہ سے زیادہ یہی علم تھا کہ مسلمانوں کا لشکر عین شمس سے

---

[1] النجوم الزاهرة: ۱/ ۲۳-۲۴؛ فتوح البلدان: ۱/ ۲۱۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان پر حملہ آور ہوگا اور ان سے مقابلہ کرے گا، اس طرح دونوں لشکر عباسیہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے، جو کہ عین شمس اور اُم دنین کے معسکر کے وسط میں واقع ہے، دونوں فوجوں نے گھسان کی جنگ لڑی، دونوں قومیں جانتی تھیں کہ اس معرکہ کا نتیجہ مصر کے لیے فیصلہ کن ہوگا۔

شدید گھسان کی جنگ ہوئی، خارجہ کے زیر قیادت تلال کی طرف متعین دستے نے اس رومانی فوج پر بجلی کی طرح حملہ کیا جو دو قوتوں کے مابین تھا، اس فوج کا نظام درہم برہم ہوگیا اور وہ اُم دنین کی طرف بھاگے، وہاں بھی عرب لشکر سے واسطہ پڑ گیا، جو کہ ان کے لیے بہت بڑی مصیبت ثابت ہوا، پس ان میں سے بعض نے تو خشکی کے راستے قلعہ میں پناہ حاصل کی جبکہ بعض بابلیون قلعے کی طرف فرار ہو گئے، لیکن ان میں سے زیادہ تر قتل کر دیے گئے اور مسلمانوں نے اُم دنین پر دوبارہ قبضہ کرلیا، اس کے محافظ مارے گئے صرف تین سو افراد بچے اور وہ قلعہ بابلیون میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، انہوں نے دروازے بند کر لیے، لیکن جب انہوں نے اپنی فوج کے قتل کی خبر سنی تو وہ چھوٹی کشتیوں کے ذریعے قلعے سے فرار ہو گئے، حتیٰ کہ وہ نقیوس (Nikiou) پہنچ گئے پھر مسلمان قلعہ کے شمال وجنوب میں نہر کے دونوں کناروں پر قابض ہو گئے اور انہوں نے اپنا معسکر عین شمس سے فسطاط کی طرف منتقل کرلیا۔

جب مسلمانوں کی کامیابی کی خبر پھیل گئی، تو رومانی فوج نے راتوں رات فیوم کو خالی کر دیا اور ابواط کی طرف چلے گئے اور وہاں سے، اہل ابواط کو یہ بتائے بغیر کہ انہوں نے فیوم کو دشمن کے لیے خالی کر دیا ہے، چھوٹی کشتیوں کے ذریعے کریون کی طرف فرار ہو گئے۔ جب عمرو رضی اللہ عنہ کو اس بارے پتہ چلا تو انہوں نے ایک لشکر روانہ کیا، پس اس لشکر نے دریائے نیل کو عبور کیا اور فیوم وابواط پر قبضہ کرلیا۔

عین شمس کا معرکہ ماہ جولائی سن ۶۴۰ء میں ہوا اور یہ معرکہ جاری رہا حتیٰ کہ پندرہ یوم میں فیوم فتح کرلیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بابلیون قلعے کی فتح (Fortress of Babylon)

(۲۱ ربیع الثانی ۲۰ ہجری۔ ۹ اپریل سن ۶۴۱ء) [1]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کی خبر دینے اور مدد طلب کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، حقیقت میں جب عمرو رضی اللہ عنہ مصر کی طرف روانہ ہوئے، تو وہ جانتے تھے کہ ان کا لشکر فتح مصر کے لیے کافی نہیں، اس لیے جب انہوں نے خلیفہ سے مدد طلب کی تو انہوں نے ان کی مدد کی، اس مرتبہ انہوں نے چار ہزار سے مدد کی اور وہ مدد کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

بابلیون کے محافظوں کا قائد اعیرج نامی شخص تھا، عرب مؤرخین کا اجماع ہے کہ محاصرہ کے وقت مقوقس قلعہ میں تھا، پروفیسر بٹلر نے محافظ دستے کی تعداد کا اندازہ پانچ ہزار سے چھ ہزار تک لگایا ہے اور وہ ہر طرح سے مسلح تھے۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے قلعہ بابلیون یا قصر الشمع (Castle of Beacon) کا محاصرہ ستمبر سن ۶۴۰ء میں شروع کیا، اسکندریہ کے بعد یہ بہت مضبوط قلعہ تھا، اسے فارسیوں نے تعمیر کیا تھا، جب وہ مصر پر قابض تھے۔ یہ قلعہ منف شہر کے بالمقابل تھا جو کہ مقوقس کا جائے قیام تھا اور دریائے نیل کے کنارے جزیرہ روضہ کے سامنے تھا قدیم مصر میں اس قلعہ کے آثار پائے جاتے ہیں، وہ پختہ اینٹوں اور پتھروں سے بنایا گیا، اس کی دیواروں کی موٹائی تقریباً آٹھ قدم ہے، اس کا مین گیٹ ماکس ہرٹز پاشا نے کھولا حتیٰ کہ وہ دیکھنے والوں کے لیے ظاہر ہوا اور وہ جنوب کی طرف ہے، قلعے کے جنوب اور اس کے مشرق میں دو برج (ٹاور) تھے جو کہ لوہے کے اس بڑے گیٹ کے وسط میں تھے، مغربی جانب کوئی برج نہیں تھا، قلعے کا دروازہ نیل کی جانب تھا، دیواروں کی بلندی ساٹھ قدم تھی، جیسا کہ گڑھے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور وہ قلعہ اب ملبے تلے دب جانے کے باوجود اس کی گہرائی تیس قدم ہے، لیکن برج بلند ہیں۔

عرب اس مضبوط قلعے پر حملہ کرنے کے لیے ضروری آلات سے لیس تھے نہ وہ اس

---

[1] النجوم الزاهره: ۱/ ۷؛ فتوح الشام: ۲/ ۵۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے لیے تیار تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے چار ہزار افراد سے ان کی مدد کی اور عمرو رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''میں نے عرب کے شہ سواروں کی ایک جماعت تمہاری طرف روانہ کی ہے، ان میں سے ہر ایک سو فارسی کا مقابلہ کرسکتا ہے، جب میرا یہ خط آپ تک پہنچے تو لوگوں سے خطاب کرنا، انہیں قتال پر تیار کرنا، صبر کی ترغیب پیدا کرنا اور جمعہ کے دن زوال آفتاب کے وقت قتال کے لیے میدان میں اترنا کیونکہ وہ ایسی گھڑی ہے جب دعا قبول ہوتی ہے۔''

عمر نے جو چار ہزار افراد پر مشتمل ایک امدادی دستہ بھیجا تھا ان میں سے ہر ہزار پر ایک امیر تھا اور وہ چار شخصیتیں یہ تھیں، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود، عبادہ بن صامت اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم۔ عمر نے عمرو سے فرمایا: جان لو کہ تمہارے پاس بارہ ہزار افراد ہیں اور بارہ ہزار افراد قلت تعداد کی وجہ سے شکست سے دوچار نہیں ہوتے۔

یہاں ہم مؤرخین کا اختلاف ملاحظہ کرتے ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں، بابلیون معرکہ عین شمس سے پہلے فتح ہوا تھا، جبکہ بعض اسے اس کے بعد ذکر کرتے ہیں، اسی طرح وہ اس مدد کے موصول ہونے کی تاریخ میں بھی اختلاف کرتے ہیں جس میں زبیر رضی اللہ عنہ شامل تھے، کہ کیا وہ بابلیون کے قلعے پر پہنچی تھی، یا سب سے پہلے وہ عین شمس پر پہنچی تھی؟ البتہ ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ عین شمس کا معرکہ بابلیون کے محاصرے سے پہلے پیش آیا تھا اور وہ مدد جو عمر رضی اللہ عنہ نے ان چار افراد کے ساتھ بھیجی تھی، جن کے بارے میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ان میں سے ہر آدمی سو افراد کا مقابلہ کرسکتا ہے، وہ بابلیون کے قلعہ پر پہنچی تھی۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کا خط عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچا، تو انہوں نے تمام مومنوں کو اکٹھا کیا اور انہیں خلیفہ کا خط پڑھ کر سنایا، وہ قتال کے لیے نکلے اور زبیر رضی اللہ عنہ سیڑھی کے ذریعے قلعے پر چڑھ گئے اس وقت رومی غفلت کا شکار تھے اور انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ مسلمانوں نے انہیں اچانک آدبوچا، پس انہوں نے راہ فرار اختیار کی، زبیر اور ان کے ساتھی دروازے کی طرف آئے اور انہوں نے قلعہ فتح کر لیا۔

زبیر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کا بابلیون کے قلعے پر چڑھنا، ہمیں دامس کے کارنامے کی یاد دلاتا ہے جو انہوں نے حلب کے قلعے کی فتح کے موقع پر کیا تھا، پس مایوسی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طویل محاصرہ کے بعد وہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت قلعے پر چڑھ گئی، اور انہوں نے محافظوں کو قتل کر دیا، حلب کے قلعہ کی فتح کا باب ملاحظہ فرمائیں، قلعہ کی فتح سے پہلے صلح کے لیے مذاکرات ہوئے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

صلح کے لیے مذاکرت (اکتوبر سن ۶۴۰ء) [1]

جب مسلمانوں نے قلعہ بابلیون کا محاصرہ کیا اور مہینہ بھر ان سے لڑتے رہے، ان کا سپہ سالار مقوقس تھا، جب انہوں نے دیکھا کہ عرب اسے فتح کرنے کے لیے نہایت سنجیدہ ہیں، مقوقس نے رؤسا کی ایک جماعت سے بات چیت کی اور قلعے سے باہر نکلنے پر سب نے اتفاق کیا، وہ مقوقس کی معیت میں نکلے اور انہوں نے قائد کو وہیں چھوڑا۔ عرب مؤرخین اسے اعیرج کا نام دیتے ہیں، جبکہ پروفیسر بٹلر کا کہنا ہے: شاید کہ یہ لفظ اعیرج جورج George سے تحریف کیا گیا ہے، وہ الروضہ کے مقام پر ملے۔ مقوقس نے عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا: ''تم ایسے لوگ ہو کہ ہمارے ملکوں میں گھس آئے ہو، ہم سے مسلسل لڑ رہے ہو اور ہماری سرزمین پر تمہارا قیام طول پکڑ گیا ہے اور تم چھوٹی سی جماعت ہو، رومی تمہارے سامنے آچکے ہیں اور تم پر چھا چکے ہیں، انہوں نے تمہارے لیے تیاری کر رکھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی ہے، اس نیل نے بھی تمہیں گھیر رکھا ہے، تم تو ہمارے ہاتھوں میں قیدی ہو، تم اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس بھیجو ہم ان کی بات سنیں گے، ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات سامنے آجائے جو ہمیں اور تمہیں پسند ہو اور اس سے پہلے کہ رومی فوج تم پر غالب آجائے بات چیت کے ذریعے ہمارے درمیان جنگ بندی ہو جائے، یہ باتیں ہمارے لیے نفع بخش ہیں نہ ہم اس پر قدرت رکھتے ہیں، اگر معاملہ تمہاری طلب اور تمہاری امیدوں کے برعکس ہوا تو ہو سکتا ہے تم نادم ہو، لہٰذا آپ اپنے کچھ ساتھی بھیجو، ہم اپنی اور ان کی پسند کے مطابق کوئی معاملہ کریں گے۔''

جب مقوقس کے ایلچی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے دو دن اور دو راتیں انہیں اپنے پاس روک لیا، حتیٰ کہ مقوقس کو ان کے متعلق اندیشہ ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ قاصدوں کو قتل کر دیں گے اور وہ ایسا کرنا اپنے دین

[1] معجم البلدان: ٤/ ٢٦٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں جائز سمجھتے ہیں؟ جبکہ عمرو رضی اللہ عنہ کا ایسا کرنے کا محض یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی حالت دیکھ لیں، عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کے قاصدوں کے ذریعے جواب بھیجا ''میرے اور تمہارے درمیان تین میں سے صرف ایک صورت ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہمارے اور تمہارے حقوق برابر ہو جائیں گے، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں ہمیں جزیہ ادا کرو، یا پھر صبر و قتال کے ذریعے ہم تم سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''

جب مقوقس کے قاصد اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا: تم نے ان لوگوں کو کیسا دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نے وہ ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ ان میں ہر ایک موت کو زندگی سے اور تواضع کو رفعت سے زیادہ پسند کرتا ہے، ان میں سے کوئی بھی دنیا سے رغبت اور دلچسپی نہیں رکھتا، وہ لوگ زمین پر بیٹھتے ہیں اور گھٹنوں پر کھانا رکھ کر کھاتے ہیں، ان کا امیر بھی ان میں سے ایک عام آدمی کی طرح ہے۔ ان میں سے بلند شان والے اور کم شان والے کے درمیان نیز آقا و غلام کے درمیان کوئی امتیازی حیثیت (پروٹوکول) نہیں، جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو ان میں سے کوئی ایک بھی اس سے پیچھے نہیں رہتا، وہ پانی سے وضو کرتے ہیں اور اپنی نماز میں خشوع پیدا کرتے ہیں۔ یہ سن کر مقوقس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے! اگر یہ لوگ پہاڑوں کا قصد کر لیں تو انہیں بھی ہلا کر رکھ دیں، ان سے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، اگر تم نے آج ان سے صلح کرنا غنیمت نہ جانا تو وہ تو اس نیل کو محاصرے میں لیے ہوئے ہیں آج کے بعد وہ تم سے صلح کی بات نہیں کریں گے کیونکہ وہ اس سرزمین پر قابض ہونے والے ہیں اور جب وہ اپنی جگہوں سے روانہ ہوں گے تو واپس نہیں ہوں گے۔ مقوقس نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف جواب بھیجا کہ آپ اپنے نمائندے ہمارے پاس بھیجیں ہم آپس میں مذاکرات کریں گے ممکن ہے کہ ہم کسی ایسے نتیجے پر پہنچ جائیں جو ہمارے اور تمہارے لیے بہتر ہو۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے دس افراد پر مشتمل ایک وفد بھیجا، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس وفد میں شامل تھے، ان کا قد دس بالشت تھا [1] عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وفد کی طرف سے

---

[1] معجم البلدان: ٤/ ٢٦٣۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ گفتگو کریں گے اور تین باتوں میں سے ایک کے سوا کسی اور بات پر سمجھوتہ نہیں کریں گے، کیونکہ امیر المومنین نے یہ باتیں مجھے بتائی ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے سوا کوئی اور بات قبول نہ کروں۔ عبادہ رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا، وہ کشتیوں میں سوار ہو کر مقوقس کی طرف گئے، جب اس کے پاس پہنچے تو مقوقس نے عبادہ رضی اللہ عنہ کے کالے رنگ کی وجہ سے انہیں کوئی اہمیت نہ دی اور کہنے لگا: اس کالے کو مجھ سے دور لے جاؤ اور مجھ سے بات کرنے کے لیے اس کے سوا کسی اور کو بھیجو، تو ان سب نے کہا: یہ کالا شخص ہی رائے اور علم کے لحاظ سے ہم سے افضل ہے، یہی ہمارے آقا، ہم سے بہتر اور ہم سے زیادہ صاحب فضیلت ہیں، ہم سب ان کی بات اور قول پر اتفاق کریں گے اور ہمارے امیر نے ہمیں چھوڑ کر انہیں ہی اس مذاکراتی وفد کا امیر مقرر کیا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی رائے اور ان کی بات کی مخالفت نہ کریں۔ مقوقس نے کہا: تم کیسے راضی ہو گئے کہ یہ کالے رنگ کا شخص تم سے افضل ہو؟ حالانکہ ایسے ہونا چاہیے تھا کہ وہ تم سے کم تر ہوتا۔ اس وفد کے تمام ارکان نے کہا: ہرگز نہیں، اگرچہ وہ تمہاری نظروں میں کالے رنگ کے ہیں لیکن وہ مقام و مرتبے اور عقل و رائے کے لحاظ سے ہم سے افضل ہیں، ہمارے نزدیک کالے رنگ کا ہونا کوئی عیب اور برائی نہیں۔ پھر مقوقس نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے کالے شخص! آگے بڑھو اور نرمی کے ساتھ مجھ سے بات کرو، کیونکہ تمہارا رنگ مجھے خوف زدہ کرتا ہے، اگر تم نے سختی کے ساتھ مجھ سے بات چیت کی تو ہیبت میں اضافہ ہو جائے گا۔ عبادہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو کہا: ''میں نے تمہاری گفتگو سنی، میں جو اپنے ساتھی پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں وہ ہزار آدمی ہیں جن کا رنگ کالا ہے اور وہ سب کے سب مجھ سے زیادہ کالے اور مجھ سے زیادہ بھیانک منظر والے ہیں، اگر تم انہیں دیکھ لو تو تم جس قدر مجھ سے ڈر رہے ہو ان سے مجھ سے بھی زیادہ ڈرو، اگرچہ میں اپنی جوانی گزار چکا ہوں مگر اس کے باوجود الحمد للہ میں اپنے سو دشمنوں سے بھی نہیں ڈرتا خواہ وہ سارے میرے مقابلے پر آ جائیں اور اسی طرح میرے ساتھی بھی نہیں ڈرتے، یہ صرف اس لیے ہے کہ ہماری رغبت اور ہمارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا اور اس کی رضا مندی کی اتباع کرنا ہے، ہم اللہ کے دشمنوں سے دنیا حاصل کرنے یا اس میں اضافہ کرنے کی غرض سے نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لڑتے مگر یہ کہ اللہ عزوجل ہمیں مال عطا فرما دے، اس نے ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دیا ہے، ہم میں سے کسی کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اس کے پاس سونے کا ڈھیر ہو یا اس کے پاس صرف ایک درہم ہو، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک دنیا سے صرف اس قدر چاہتا ہے کہ اس کے پاس اتنا کھانا ہو جس سے وہ دن رات کی بھوک مٹا سکے اور تن ڈھانپنے کے لیے ایک چادر ہو، اگر ہمارے کسی آدمی کے پاس بس اتنا کچھ بھی ہو تو اس کے لیے کافی ہے اور اگر اس کے پاس سونے کا ڈھیر ہو تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرے گا اور اس کے ہاتھ میں جو بچے گا وہ اس کے لیے کافی ہوگا، کیونکہ دنیا کی نعمتیں حقیقی نعمتیں ہیں نہ دنیا کی خوشحالی حقیقی خوشحالی ہے، نعمتیں اور خوشحالی تو آخرت میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ہمیں حکم دیا ہے اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بھوک مٹانے اور تن ڈھانپنے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دنیا کی فکر کرے، باقی اس کی فکر اور اس کی مشغولیت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے متعلق ہونی چاہیے۔"

جب مقوقس نے عبادہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی، تو اس نے اپنے آس پاس کے لوگوں سے کہا: کیا تم نے اس آدمی کے کلام جیسا کبھی کلام سنا ہے؟ اس کا منظر ہی میرے لیے خوف ناک تھا، لیکن اس کی گفتگو میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ خوفناک ہے، بے شک اسے اور اس کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی خرابی کے لیے نکالا ہے، میرا خیال ہے عنقریب یہ پوری زمین پر غالب آ جائیں گے۔ مقوقس نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

"اے صالح آدمی! میں نے تمہاری گفتگو سنی، تم نے اپنے متعلق اور اپنے ساتھیوں کے متعلق جو کہا وہ بھی سنا، میری عمر کی قسم! تم نے اب تک جو کچھ کیا، تم نے جو کچھ کہا (دراصل) تمہاری ساری تگ و دو دنیا کی محبت اور اس کی رغبت کے بارے میں ہے، اب ان گنت رومی تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے ہمارے پاس آ چکے ہیں، وہ لوگ جنگی بہادری، دلیری اور طاقت میں معروف ہیں، وہ مقابلے میں آنے والے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اور ہم جانتے ہیں کہ تم اپنے ضعف اور قلت تعداد و اسلحہ کے پیش نظر ان سے مقابلہ کی طاقت و قدرت نہیں رکھتے، تم نے ہمارے پاس کئی ماہ قیام کیا، تم معاشی تنگی سے دوچار ہو اور تمہاری حالت بھی تسلی بخش نہیں، تمہارے ضعف، تمہاری قلت تعداد اور تمہارے اسلحہ کی قلت کی وجہ سے تم پر رحم کرتے ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بطیّب خاطر ہم پسند کرتے ہیں کہ ہم اس شرط پر تم سے صلح کر لیتے ہیں کہ ہم تمہارے ہر شخص کے لیے دو دو دینار [1] تمہارے امیر کے لیے سو دینار اور تمہارے خلیفہ کے لیے ہزار دینار مقرر کر دیتے ہیں، پس تم انہیں وصول کر و اور اس سے پہلے کہ وہ فوج تم پر حملہ آور ہو جائے جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو، اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔'' مقوقس کی یہ بات چیت اور پیشکش سن کر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے شخص! تم اور تمہارے ساتھی کسی دھوکے میں نہ رہیں، تم نے رومی فوج، ان کی تعداد اور ان کی کثرت سے ہمیں خوف زدہ کرنے کی کوشش کی ہے اور تم نے کہا ہے کہ ہم ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے، اللہ کی قسم! یہ چیز ہمیں ڈرا سکتی ہے نہ ہمارے حوصلے توڑ سکتی ہے، جو کچھ تم نے کہا ہے اگر تو وہ سچ ہے تو اللہ کی قسم! یہ چیز ان سے قتال کرنے کے بارے میں زیادہ پسندیدہ اور باعث رغبت ہے اور اس سے ان کے خلاف ہماری حرص و خواہش مزید بڑھ جائے گی، کیونکہ یہ ہمارے لیے ہمارے رب کے نزدیک زیادہ باعث عذر ہوگی (کہ ہمارا مقابلہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ تھا) اگر ہم اپنے آخری ساتھی تک شہید ہو گئے تو یہ اس کی رضا مندی اور اس کی جنت کے حصول کو مزید ممکن بنا دے گا اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز ہماری آنکھوں کے لیے باعث ٹھنڈک ہو سکتی ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ہمیں محبوب ہے اور بے شک ہم تم سے دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل کریں گے، اگر ہم تمہارے مقابلے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں تو پھر ہم تم سے مال غنیمت حاصل کریں گے اور اگر تم کامیاب ہو گئے تو پھر ہم آخرت کی غنیمت حاصل کریں گے، کیونکہ ہماری کوشش کے بعد آخرت کی غنیمت حاصل ہو جانا ہمیں زیادہ محبوب ہے، اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ہمیں فرمایا ہے:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝﴾ [2]

''کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہم میں سے ہر شخص صبح و شام اپنے رب کے حضور دعا کرتا ہے کہ وہ اسے شہادت

[1] معجم البلدان: ٤/ ٢٦٤۔ [2] البقرۃ ٢/ ٢٤٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عطا فرمائے اور اسے اس کے شہر، اس کی سرزمین اور اس کے اہل وعیال کے پاس واپس نہ لوٹائے، ہم میں سے کسی کو بھی وطن میں چھوڑی ہوئی اپنی کسی بھی چیز کا کوئی فکر نہیں، ہم میں سے ہر شخص نے اپنے اہل وعیال کو اپنے رب کے سپرد کیا ہے اور ہمیں صرف اپنے پیش آمدہ حالات کی فکر ہوتی ہے۔ رہا تمہارا یہ کہنا کہ ہم معاشی تنگی سے دوچار ہیں اور ہم خوشحال نہیں، سن لو ہم تو بہت کشائش میں ہیں اگر ساری دنیا ہماری ملکیت میں ہو تو پھر بھی ہم اس سے اپنے لیے اس سے زیادہ نہیں چاہتے جتنا ہمارے پاس اس وقت ہے، تم جو اختیار کرنا چاہتے ہو اسے دیکھ لو اور ہمیں بیان کرو، ہم نے جو تین چیزیں تمہیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی ایک کے علاوہ اور کوئی چیز ہم تم سے قبول نہیں کریں گے، اب تم جو چیز چاہتے ہو اختیار کر لو اور ناحق و باطل چیز کا طمع نہ کرو، میرے امیر نے مجھے اسی بات کا حکم دیا ہے، امیر المومنین نے بھی اسے اسی چیز کا حکم دیا ہے اور ہماری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اسی چیز کا عہد ہے، یا تو تم اسلام قبول کر لو جو کہ دین قیم ہے، اس دین کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی اور دین قبول نہیں کرتا، اس کے انبیاء علیہم السلام، اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں کا یہی دین ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس دین کی مخالفت کرنے والے اور اس سے بیزاری ظاہر کرنے والے سے ہم قتال کرتے رہیں حتیٰ کہ وہ اس دین میں داخل ہو جائے، اگر اس نے اس دین کو اختیار کر لیا تو اس کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ہمارے حقوق ہیں اور جو ہمارے فرائض ہیں وہ اس کے فرائض ہوں گے اور وہ ہمارا دینی بھائی بن جائے گا، اگر تم نے اسے قبول کر لیا تو تم اور تمہارے ساتھی دنیا اور آخرت میں سعادت مند بن جائیں گے، ہم تم سے قتال کریں گے نہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائیں گے اور نہ ہی تمہارے درپے ہوں گے اور اگر تم نے انکار کر دیا تو پھر جزیہ ہے، تم ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے ہمیں جزیہ دینا قبول کر لو اور ہم کسی ایسی چیز پر تم سے معاملہ کریں گے جس پر ہم اور تم راضی ہوں گے اور جب تک ہم اور تم باقی رہے ہر سال اسی کی تجدید ہوتی رہے گی اور جو تم سے لڑے گا اور تمہاری سرزمین، تمہاری جانوں اور تمہارے اموال کے درپے ہوگا تو ہم تمہارے دفاع میں اس سے قتال کریں گے، جب تک تم ہماری امان میں رہو گے ہم اس ذمہ داری کو نبھائیں گے اور تمہارا دفاع کرنا ہماری ذمہ داری ہوگی اور اگر تم نے اس سے بھی انکار کر دیا تو پھر ہمارے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی حتیٰ کہ ہم لڑتے لڑتے آخری مجاہد تک شہید ہو جائیں یا ہم اپنے ارادے کے مطابق تمہارا نقصان کر لیں، یہ ہمارا دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ کرنے کے ہم مجاز نہیں، پس تم اپنے بارے میں فیصلہ کر لو۔"

مقوقس نے کہا: [1] ایسے کبھی نہیں ہوگا، تم تو ہمیں ہمیشہ کے لیے غلام بنانا چاہتے ہو۔ عبادہ رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا: بس ایسے ہی ہے تم اپنے لیے جو اختیار کرنا چاہتے ہو کر لو۔ مقوقس نے کہا: کیا تم ان تین چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہو؟ عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: نہیں اس آسمان کے رب کی قسم! اس زمین کے رب کی قسم! اور ہر چیز کے رب کی قسم! تمہارے لیے ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں، پس تم اپنے لیے اختیار کر لو۔

اس بات پر مقوقس اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا: یہ لوگ تو فارغ ہوئے، تم کیا جواب دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: کیا ہم میں سے کوئی بھی اس ذلت کو پسند کرتا ہے؟ ان کا یہ چاہنا کہ ہم ان کے دین میں داخل ہو جائیں، تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم مسیح ابن مریم کا دین چھوڑ دیں اور ہم اس کے علاوہ کسی ایسے دین میں داخل ہو جائیں جسے ہم جانتے پہچانتے بھی نہیں، ان کا یہ ارادہ کرنا کہ وہ ہمیں قیدی بنا لیں اور ہمیں غلام بنا لیں تو موت اس سے کہیں زیادہ آسان ہے، اگر وہ ہم سے راضی ہوں کہ ہم ان کے لیے بڑھا دیں، جو کئی بار انہیں دیا ہے وہ ہمارے لیے زیادہ آسان تھا۔

مقوقس نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: لوگوں نے تو انکار کر دیا ہے آپ ہی کچھ بتائیں؟ آپ اپنے ساتھی کو اس بات پر واپس لے جائیں کہ ہم نے جو کچھ دینے کو کہا ہے وہ بھی دیں گے اور جو تم خواہش کرو گے وہ بھی دیں اور اس طرح تم واپس چلے جاؤ گے۔ عبادہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: نہیں۔ اس پر مقوقس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: میری بات مان لو اور ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز قبول کر کے ان لوگوں کی بات مان لو، اللہ کی قسم! ان کا مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت نہیں، اگر تم برضا و رغبت اس بات کو قبول نہیں کرو گے، تو پھر تم ان کی وہ بات قبول کرو گے جو تمہیں سخت ناگوار ہے۔ انہوں نے کہا: ہم ان کی کس بات کو قبول کریں

[1] النجوم الزاهرة: ١/ ١٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گے؟ مقوقس نے کہا: اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں، جہاں تک تمہارا اپنے دین کے علاوہ کسی اور دین کو قبول کرنے کا تعلق ہے تو میں اس بات کا حکم نہیں دوں گا، رہا ان سے قتال کرنا، تو میں جانتا ہوں کہ تم ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہو نہ ان جیسا صبر کر سکتے ہو، لہٰذا پھر ضروری ہے کہ تیسری چیز قبول کرلو۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تو ہمیشہ کے لیے ان کے غلام بن جائیں گے، اس نے کہا: جی ہاں، تم غلام بن جاؤ گے لیکن اپنے ملکوں پر تمہارا ہی قبضہ ہوگا، تمہیں اپنی جان و مال اور اپنی اولاد کے بارے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا، ایسا کرنا تمہارے لیے بہتر ہے کہ تمہارا آخری فرد تک ہلاک ہو جائے، تم ایسے غلام بن جاؤ کہ تم فروخت کیے جاؤ اور تم مختلف شہروں میں منتشر کر دیے جاؤ اور تم اور تمہارے اہل و عیال ہمیشہ کے لیے غلام بن جائیں، انہوں نے کہا: پھر ہمارے لیے موت آسان تر ہے۔

جب مقوقس اور اس کے جو ساتھ الروضہ کی طرف فرار ہوئے تھے صلح پر اتفاق رائے قائم ہونے سے مایوس ہو گئے اور رومی لشکروں نے بھی اطاعت اختیار کرنے سے بالکل انکار کر دیا اور انہوں نے الروضہ اور قلعہ کے مابین واقعہ پل کو منقطع کرنے کا حکم دیا یہ کشتیوں کو ایک دوسرے سے ملا کر بنایا گیا تھا، تو مسلمانوں نے مسلسل سات ماہ تک قلعے کا محاصرہ کیے رکھا حتیٰ کہ انہوں نے اسے فتح کر لیا اور یہ کہا جاتا ہے: کہ جو مسلمان شہید ہو گئے تھے انہیں قلعہ کی بنیاد کے پاس ہی دفن کر دیا گیا، پھر مقوقس اور رومی اس بات پر مجبور ہو گئے کہ وہ صلح کی باقی شروط کو نافذ کریں۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی اور وہ لوگ جزیہ دینے پر رضا مند ہو گئے، مقوقس نے بابلیون کو چھوڑ کر اسکندریہ کی طرف کوچ کیا اور مجبوری کے عالم میں عربوں کے ساتھ ہونے والی صلح کے متعلق بادشاہ کو مطلع کیا اور اس سے صلح کے متعلق موافقت کی درخواست کی، تاکہ ہمارے ملک لڑائی کے شر سے خلاصی پا جائیں، ہرقل نے اس کی اس حالت اور معاہدہ پر اس کی ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جو خط بھیجا اس میں لکھا: تیرے پاس صرف بارہ ہزار عرب آئے تھے، جبکہ تیرے پاس مصر میں ان گنت قبطی موجود تھے، پھر اگر قبطیوں نے لڑائی کو ناپسند کیا اور عربوں کو جزیہ دینا پسند کر لیا اور انہوں نے عربوں کو ہم پر ترجیح دے دی تھی، تو تیرے پاس مصر اور اسکندریہ میں رومی موجود تھے، جو ایک لاکھ سے زیادہ افراد تھے اور وہ قوت و تیاری کے ساتھ تھے، جبکہ عربوں کی حالت اور ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ضعف سے تم بخوبی واقف تھے اس کے باوجود تم ان سے قتال کرنے سے عاجز آ گئے اور تم نے اس بات کو پسند کر لیا کہ تم اور تمہارے ساتھ جو رومی ہیں وہ قبطیوں کی طرح ہو گئے کہ تم ان سے قتال نہیں کرو گے، حالانکہ تمہیں قتال کرنا چاہئے تھا، خواہ تم مر جاتے یا ان کے خلاف کامیابی حاصل کر لیتے۔

جب شہنشاہ کا خط مقوقس کو موصول ہوا، تو اس نے صلح کے اس معاہدے کو ختم کرنا مناسب نہ سمجھا اور عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا: میرا اختیار اپنی ذات پر ہے اور اپنے اطاعت گزاروں پر ہے، یقیناً ہماری صلح مکمل ہوئی، میں اپنی ذات کے بارے میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤں گا اور آپ نے قبطیوں سے جو صلح کی ہے اس پر وہ آپ کے ممنون ہیں، اس نے عمرو رضی اللہ عنہ سے بعض امور کے متعلق درخواست کی، ان میں سے ایک یہ ہے:

جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اسکندریہ میں ابوخنش کے گرجا میں دفن کرنے کا حکم دیں۔ پس عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔

قلعہ بابلیون کی فتح پر واشنجتون کی رائے اور مناقشہ

یورپی پروفیسر کا خیال ہے کہ محاصرے کو طول دینے کا مقصد یہ تھا کہ قلعہ میں محصور افراد بھوک کا شکار ہو جائیں، تا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور اس نے یہ بھی کہا: عمرو رضی اللہ عنہ کو جو مدد بھیجی گئی تھی اس کے باوجود وہ قلعہ پر قابض ہونے کے لیے کافی نہیں تھی، یہ فتح مقوقس کی خیانت کی وجہ سے ہوئی، مقوقس مصری الأصل یا قبطی المولد تھا، نفاق میں اس کا بہت مقام و مرتبہ تھا، وہ یعقوبی فرقے سے تعلق رکھتا تھا جو کہ زیادہ تر اقباط مصر میں سے تھے، وہ اس بات کا انکار کرتا تھا کہ مسیح علیہ السلام کی دو طبیعتیں اور دو مزاج تھے، وہ اپنے مذہب کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا اور اس کے باوجود اس نے فرماں روا ہرقل کو دھوکہ دیا اور اس کو وفاداری ظاہر کی تا کہ وہ اپنی قوم کا رئیس اور شہر کا حاکم ہو اور منفیس کے زیادہ تر باسی قبطی تھے جو کہ یعقوبی عقیدہ رکھتے تھے مذہب کے حوالے سے مسیح تھے وہ رومی عیسائیوں کو ناپسند کرتے تھے جو کہ کیتھولک عقیدے کے حامل تھے، وہ قسطنطنیہ کنیسہ کے پیروکار تھے، مقوقس نے اپنی مدت حکومت میں قلعے کی حفاظت کے لیے بہت سی رقم جمع کر لی تھی، جب اس نے فرماں روا ہرقل کی سلطنت کا ستارہ ڈوبتا دیکھا تو اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے اس مدت میں اپنے اموال بچانے کے بارے میں غور وفکر کیا، اس نے مسلمانوں کے ساتھ خفیہ طور پر ساز باز کر لی اور قلعہ اس کے حوالے کرنے پر اس سے اتفاق کر لیا، اس نے یہ شرط قائم کی کہ اس کے بدلے میں وہ اپنا مال قبضے میں لے لے گا۔ مقوقس نے مدت معین میں بہت سے محافظوں کو قلعہ سے ہٹا کر نیل میں ایک جزیرہ کی طرف منتقل کر دیا تھا، اس صورت حال میں عمرو رضی اللہ عنہ نے نئی مدد پہنچے پر قلعہ پر حملہ کر دیا، قبطی تو سٹپٹا گئے جب انہیں بے یار و مدد گار چھوڑ دیا گیا اور رومی کشتیوں کی طرف بھاگ گئے اور جب انہوں نے قلعہ پر مسلمانوں کا پرچم لہلہاتا دیکھا تو ان میں سے کچھ نے خشکی کا رخ کیا اور یہ سب کچھ خیانت کی وجہ سے ہوا، مقوقس نے مسلمانوں سے صلح کر کے یہ سرزمین ان کے حوالے کر دی۔

قلعہ بابلیون کی فتح کے بارے میں یورپی پروفیسر کی یہ رائے ہے جو کہ بحث و مباحثہ اور تحقیق طلب ہے، مسلمانوں نے اہل قلعہ کو صرف بھوک کا شکار کرنے کی غرض سے محاصرے کی مدت کو طویل نہیں کیا تھا، اگرچہ مدت کے طویل ہو جانے کی وجہ سے محاصرے کے باعث قلعہ کے لیے خوراک کے وصول ہونے میں انقطاع پیدا ہو گیا تھا، لیکن سب سے اہم سبب یہ تھا کہ قلعہ محفوظ تھا اور وہ خندقوں اور نیل کے پانیوں سے گھرا ہوا تھا خاص طور پر طغیانی اور سیلاب کے دنوں میں، اسکندریہ کے بعد یہ سب سے زیادہ محفوظ قلعہ تھا، مزید یہ کہ مسلمانوں کی تعداد اور تیاری کم تھی۔

رہا مقوقس تو اس نے آسانی کے ساتھ ہتھیار نہیں ڈالے، بلکہ اس نے ہر طرف سے امید ختم ہو جانے کے بعد ایسے کیا، اسے رومانی فوج کی طرف سے محاصرے سے بچنے کے لیے کوئی خارجی مدد نہ پہنچی، آخر کار اس نے نرم اور آسان شرائط پر مجبوری کے عالم میں ہتھیار ڈالے اور وہ اپنے زیادہ تر محافظ اور اموال منتقل کرنے کے قابل ہوا، اگر مقوقس نے مسلمانوں کی طرف میلان کا اظہار کیا، تو اس کا سبب بھی رومیوں کا وہ ٹیکسوں کا نظام ہے جس نے متعدد ٹیکسوں کے ذریعے ان لوگوں کے کندھوں کو بوجھل کر دیا تھا اور قبطیوں پر دینی ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی، حتیٰ کہ یعقوبی فرقے کا پادری بنیامین مصر کے بالائی حصے کی طرف فرار ہو گیا اور کسی عیسائی خانقاہ میں چھپ گیا اور اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ وہ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ ضرور ہے کہ مقوقس وہی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف بھیجے تھے، وہ ذمیوں کے بارے میں عربوں کی رواداری، ان کے عدل اور ان کے حسن سلوک کے بارے میں جانتا تھا اور انہوں نے شام میں جو علاقے فتح کیے تھے وہاں انہوں نے جو وہاں کے باسیوں کو حریت ادیان دی تھی وہ اسے بھی جانتا تھا۔ اس پر بہت اقرب اور درست دلیل یہ ہے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بلبیس کے مقام پر مقوقس کی بیٹی کو قیدی بنایا تھا، تو انہوں نے بڑے عزت واحترام کے ساتھ اسے اس کے والد کے پاس پہنچا دیا تھا، اس سے اس کے دل میں اچھے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔

یہاں ایک مسئلہ قابل غور ہے، وہ یہ کہ مسلمانوں کی طرف مدد مسلسل پہنچ رہی تھی حتیٰ کہ ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی، انہوں نے یہ دور دراز مسافت شام سے مصر کے دار الخلافہ تک، راستے میں رومانی فوج کی طرف سے کسی قسم کی روک ٹوک یا پکڑ دھکڑ کے بغیر ہی طے کی۔ کسی شک وشبے کے بغیر یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رومانی قیادت غفلت کا شکار تھی اور وہ آپس میں متحد نہیں تھے، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ جو مدد بھیج رہے تھے وہ صحیح سالم ان تک پہنچ رہی تھی، حالانکہ انہیں راستے میں روکنا انتہائی آسان تھا۔ اگر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا لشکر بہت بڑا ہوتا تو ہم کہتے کہ انہوں نے اپنے پیچھے ایک لشکر راستے کو پرامن بنانے کے لیے مقرر کیا تھا، یہ ہے جو میں نے اس موضوع پر بہت طویل غور وفکر کیا اور خوش نصیبی ہے کہ استاذ رفیق نے اپنی کتاب "أشهر مشاهير الاسلام" میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اس کا بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا:

بابلیون کی فتح کے متعلق معلومات پر غور وفکر کرنے والے شخص کے لیے جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بلاد مصر میں دفاعی نظام انتہائی خراب تھا، جبکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا لشکر تھوڑی تعداد میں تھا، ان کے لیے ممکن نہیں تھا، کہ مصر میں داخلہ کے وقت جن علاقوں کو فتح کرتے، وہاں محافظ چھوڑ آتے، جو ان کے اور شام میں موجود مسلمانوں کے لشکر کے درمیان خط اتصال (رابطے کی شاہراہ) کی حفاظت کر سکتے۔ اس لیے وہ ضرورت کے تحت اپنا سارا لشکر بابلیون لے آئے اور شہر کے وسط میں پہنچ گئے، اگر رومیوں کے نزدیک نظام دفاع کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صلاحیت بہتر ہوتی جیسا کہ یہ شام میں تھی تو وہ اطراف بلاد سے مسلمانوں کے لشکر کو شکست دے سکتے تھے اور وہ ان کا اس طرح محاصرہ کرتے کہ موت کو گلے لگانے یا ہتھیار پھینکنے کے سوا ان کے لیے کوئی چارہ نہ ہوتا، شاید کہ اس روز مقوقس کو مکمل اختیارات حاصل نہیں تھے اور جو عمال اطراف تھے ان میں سے ہر ایک دوسرے پر مطلق العنان تھا اور وہ صرف اپنی ذات کی حفاظت کے لیے اسباب تیار کر رہے تھے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین کو مصر کا تعارف کرانا [1]

جب صلح مکمل ہوگئی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کے متعلق بتانے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھیجا، عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں دعائیہ کلمات کے ساتھ جواب دیا اور ان سے مصر کا تعارف کرانے کو کہا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کے نام خط لکھا:

''امیر المومنین کا مجھے خط موصول ہوا اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے، انہوں نے مجھ سے مصر کے بارے میں دریافت کیا ہے، امیر المومنین! جان لیجیے کہ مصر ایک غریب سی بستی ہے، درخت سرسبز ہیں، اس کا طول ایک ماہ کی مسافت اور عرض دس دن کی مسافت کے برابر ہے، مٹی کے ٹیلوں اور موٹی ریت نے اسے گھیر رکھا ہے، اس کے وسط میں صبح و شام ایک نہر رواں ہے جو کہ وہاں کے لیے ہر وقت باعث برکت ہے، سورج اور چاند کے چلنے کی طرح وہ چلنے میں کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے، اس میں جب طغیانی آتی ہے تو اس کی بڑی بڑی موجوں کا بہت شور اٹھتا ہے اور دونوں کناروں پر سیلاب آجاتا ہے پھر چھوٹی سواریوں اور چھوٹی کشتیوں کے بغیر دیہاتوں کا باہم رابطہ نہیں ہوسکتا، گویا کہ وہ (چھوٹی کشتیاں) مخایل ہیں یا اصائل کے پتے ہیں، پس جب وہ اپنی طغیانی میں مکمل ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنی اصل حالت پر واپس آنا شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ شروع میں چلتا تھا، جب زمین پر پانی خشک ہو جاتا ہے تو پھر معاشرے کے کمزور لوگ باہر نکل کر زمین پر کھیتی باڑی کرتے ہیں، بیج بکھیر دیتے ہیں اور پھر اس کی نشوونما اور بڑھوتری کے لیے رب تعالیٰ سے امید کرتے ہیں، وہ جو محنت کوشش کرتے ہیں اس کا صلہ پاتے ہیں اور (مجھے) ان سے کسی مشقت کے بغیر مل جاتا

[1] النجوم الزاهرة: ١/ ٣٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے، جب کھیتی باغ کی صورت میں ابھر کر سامنے آتی ہے، بارش اسے سیراب کرتی ہے اور زمین کے نیچے سے اسے غذا ملتی ہے۔ امیر المومنین! مصر تو سفید موتی ہے، وہ ایک سیاہ عنبر ہے، وہ ایک سبز زمرد ہے اور وہ ایک نیلا ریشم ہے، اللہ پیدا کرنے والا جسے چاہتا ہے برکت عطا کرتا ہے، جوان علاقوں کی اصلاح کرتا ہے، وہاں کا رہائشی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ یہاں کے کسی نکمے شخص کی بات اپنے رئیس کے بارے میں قبول نہیں کرے گا، وہ پھلوں کا خراج ان کے وقت پر ادا کرتا ہے اور وہ مال کا ثلث (تہائی) وہاں کے بہادروں پر خرچ کرتے ہیں، جب عمال کے ساتھ اس طرح کے حالات وتعلقات برقرار رہیں تو پھر مال میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اچھے انجام کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔"

صلح کی شروط [1]

طبری نے کہا: جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عین شمس پر پڑاؤ ڈالا، اس وقت اقتدار قبط اور نوب کے درمیان تھا، زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ ہی وہاں پڑاؤ ڈالا تھا، اہل مصر نے اپنے بادشاہ سے کہا: آپ اس قوم کے بارے میں کیا چاہتے ہیں جنہوں نے کسریٰ اور قیصر کو کاٹ کر رکھ دیا اور وہ ان کے علاقوں میں ان پر غالب آ گئے؟ آپ ان لوگوں سے صلح کر لیں اور ان سے معاہدہ کر لیں، آپ اور ہم ان سے تعرض نہ کریں، یہ چوتھے روز کی بات ہے۔ بادشاہ نے انکار کیا اور ان کو ابھارا تو انہوں نے قتال کیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ اس کی دیوار پر چڑھ گئے، جب انہوں نے ان (زبیر رضی اللہ عنہ) کے متعلق یہ دیکھ لیا تو انہوں نے عمرو رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کھولا اور وہ مصالحت کی غرض سے عمرو کے پاس آئے انہوں نے بھی ان کی یہ بات قبول کر لی جبکہ زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے شدت کا سلوک کیا، حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ دروازہ سے عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہوں نے اس بربادی کے بارے میں جو کچھ دیکھا، اس کے بعد انہوں نے اعتقاد کر لیا، انہوں نے جو شدت کے ساتھ حاصل کیا تھا اسے جاری رکھا اور جنہوں نے عمرو رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تو وہ لوگ ذمی بن گئے۔

طبری نے سیف کی روایت سے شروط صلح کا ذکر کرنے سے پہلے یہ مقدمہ پیش کر دیا اور ہم شروط پیش کرنے سے پہلے یہ ملاحظہ کریں گے کہ یہ مقدمہ مضطرب ہے، کیونکہ عین شمس

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۱۵۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں کوئی قلعہ تھا نہ زبیر رضی اللہ عنہ اس کی دیوار پر چڑھے تھے، زبیر رضی اللہ عنہ تو صرف بابلیون کے قلعے پر چڑھے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، معاہدہ کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ امان ہے جو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کو ان کے جان و مال، ان کے مذہب، ان کے گرجوں، ان کی صلیبوں اور ان کی خشکی و تری کے متعلق دی ہے، اس سے کوئی چیز ان میں شامل ہوگی نہ کمی کی جائے گی اور نہ ہی اہل نوب کو ان کے ساتھ بسایا جائے گا اور ان کی وسعت پانچ کروڑ سے نہیں بڑھے گی، ان کے چور جو جرائم کریں گے ان کا تاوان بھی انہی پر ہوگا اگر ان میں سے کوئی اس معاہدے کو قبول نہیں کرے گا تو ان کی تعداد کے مطابق ان کا جزیہ نہیں لیا جائے گا اور جو انکار کرے گا تو اس کی طرف سے ہمارا ذمہ و امان ختم ہو جائے گا اور اگر ان کی وسعت اپنی غایت سے کم ہو جائے گی تو آخر پر اس تعداد و مقدار کے مطابق جزیہ بھی کم لیا جائے گا اور رومیوں اور نوبیوں میں سے کوئی ان کی صلح و معاہدے میں شامل ہوگا تو اس کے لیے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ان (قبطیوں) کے لیے ہوں گے اور اس کی وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو ان کی ذمہ داریاں ہوں گی اور جو شخص انکار کر دے اور جانا چاہے تو اسے اس کی جائے امن تک پہنچنے تک امان دی جائے گی یا پھر وہ ہماری سلطنت سے نکل جائے، ان پر بھی اس جزیہ کا تہائی دینا واجب ہے جس ثلث کی وصولیابی ان پر واجب ہے، اس صلح نامہ میں جو کچھ تحریر ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کا ذمہ ہے، اس کے رسول، امیر المومنین کے خلیفہ اور مومنوں کا ذمہ ہے اور جن اہل نوب نے اس صلح نامے کو قبول کر لیا ہے ان پر لازم ہے کہ وہ اتنے اتنے مال برداری کے جانوروں اور اتنے اتنے گھوڑوں کے ذریعے تعاون کریں اور انہیں درآمدی اور برآمدی تجارت سے منع نہ کیا جائے۔ زبیر اور ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور محمد اس صلح نامہ کے گواہ ہیں جبکہ وردان نے اسے موقع پر تحریر کیا اور پیش کیا۔ [1]

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ معاہدہ مختصر ہے، مصر کے بالائی اور نشیبی علاقے میں آباد ہر قبطی شخص پر دو دینار جزیہ فرض کیا گیا اور ہر بالغ شخص پر جزیہ فرض ہے، خواہ وہ معاشرتی لحاظ سے معزز شخص ہو یا کم درجہ کے لوگوں سے تعلق رکھتا ہو، عمر رسیدہ شخص پر جزیہ فرض ہے نہ نابالغ چھوٹے لڑکے پر اور نہ ہی عورتوں پر کچھ فرض ہے، مسلمانوں کی جماعت جہاں قیام کرے ان کی ضیافت و مہمان نوازی کرنا وہاں کے باشندوں پر فرض ہوگا اور جہاں کوئی ایک مسلمان یا اس سے زیادہ پڑاؤ ڈالیں تو تین دن تک ان کی ضیافت کرنا وہاں کے لوگوں پر فرض ہے اور یہ کہ ان کی زمین اور ان کے اموال ان کی ملکیت ہیں، ان میں سے کسی چیز کے بارے میں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور یہ تمام شرطیں خاص طور پر قبطیوں پر لاگو ہوں گیں۔ انہوں نے اس روز ان قبطیوں کا شمار کیا جو ان میں سے جزیہ دیتے تھے اور جن پر دو دینار جزیہ فرض کیا گیا تھا، جب پورے مصر میں اعداد و شمار اکٹھے کیے گئے تو وہ ساٹھ لاکھ افراد تھے۔ اور اس روز ان پر ایک کروڑ، بیس لاکھ دینار جزیہ مقرر کیا گیا، یہ سب اعداد و شمار مقریزی کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے بیان کی گئی ہے اور اس حساب سے اہل مصر کی آبادی تقریباً دو کروڑ چالیس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی اور یہ ایسی تعداد ہے جس میں بہت زیادہ مبالغہ ہے۔

اسکندریہ کی طرف روانگی اور اس کی فتح [1]

مسلمان بابلیون کے مسلسل سات ماہ کے محاصرے کے بعد نو اپریل ۶۴۱ء کو فارغ ہوئے۔

مؤرخین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا مصر قوت کے بل بوتے پر فتح کیا گیا یا صلح کی بنیاد پر، جہاں تک بابلیون کی فتح کا تعلق ہے تو اختلاف رائے کے لیے وہاں اساس درست ہے، جیسا کہ پروفیسر بٹلر نے کہا، کیونکہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ بابلیون قوت کے بل بوتے پر فتح کیا گیا، وہ اس طرح کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قلعہ پر حملہ کیا اور اسی طرح رومانیوں سے مقابلہ کے لیے حد مقرر کی اور جو یہ کہتے ہیں کہ صلح کے ذریعے فتح ہوئی تو وہ استعمال قوت کو بالمعنی صحیح سمجھتے ہیں جبکہ وہ صلح کا سبب نہیں تھی۔

[1] فتوح البلدان: ۱/ ۲۲۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللیث نے یزید بن ابی حبیب کی سند سے بیان کیا: اسکندریہ کے سوا سارا مصر صلح کے ذریعے فتح ہوا صرف اسکندریہ بزور قوت فتح ہوا۔ ابن لہیعہ نے عبداللہ بن ہبیرہ کی سند سے روایت کیا: مصر بزور قوت فتح ہوا۔ ابن شہاب نے کہا: مصر کا بعض حصہ عہد و ذمہ کے ذریعے اور بعض حصہ بزور قوت فتح ہوا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سارے مصر کو ذمہ کے ذریعے فتح قرار دیا اور ان کے متعلق یہی بات آج تک جاری ہے۔

اس پوری تفصیل کے باوجود صلح کا معاہدہ علاقائی تھا اور اس کے نتائج پوری سلطنت رومانیہ نے محسوس کیے اور یہ کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے فرما، بلبیس اور عین شمس پر غلبہ پا لینے کے بعد شرقی ڈیلٹا پر قبضہ کر لیا اور بابلیون کی فتح کے بعد ڈیلٹا کے آخر تک قبضہ کر لیا اور وسط سے پوری وادی نیل پر قبضہ کر لیا اور اس طرح نصف مصر کی فتح مکمل ہوئی۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے بابلیون کی فتح کے بعد دوبارہ پل تعمیر کرنے کا حکم دیا جس کو رومیوں نے منقطع کر دیا تھا جو کہ کشتیوں کو جوڑ کر الروضہ سے بابلیون تک بنایا گیا تھا اور انہوں نے قلعہ کی دیواروں کو بھی مرمت کیا اور حارثہ بن حذیفہ کی زیر قیادت وہاں محافظ مقرر کیے۔

فسطاطِ عمرو رضی اللہ عنہ [1]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے الدار کی جگہ میں جو کہ اسرائیل کے نام سے معروف تھی کوچۂ زہری کے باب پر اپنا خیمہ نصب کیا، قلعہ فتح کر لینے کے بعد اسکندریہ کی طرف جانے کا پروگرام بنایا۔ جب اپنے خیمے کو اکھاڑنے کا حکم دیا، تو دیکھا کہ ایک فاختہ نے اس کے بالائی حصے پر انڈے دیے ہوئے ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے ہمارے قرب کی وجہ سے حرمت قائم کر دی، خیمے کو لگا رہنے دو حتیٰ کہ انڈوں سے بچے نکل آئیں اور پھر اس کے بچے اڑ جائیں، انہوں نے اپنے خیمے کو برقرار رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے وہاں کسی کو مامور کر دیا کہ اسے ہلایا نہ جائے۔ یاقوت نے فاختہ کی حکایت اپنی معجم میں ذکر کی ہے، پروفیسر بٹلر نے اسے نقل کیا اور ان الفاظ میں اس پر تبصرہ کیا: میں نے یہ حصہ یاقوت سے نقل کیا اور وہ اس وقت مکمل طور پر مناسبت رکھتا ہے جس میں عمرو رضی اللہ عنہ نے بابلیون پر حملہ کیا اور وہ ماہ اپریل کے

[1] المنتظم: ٤/ ٢٩٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آخر کا واقعہ ہے، اسی لیے یہ درست ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ پر اپنے حملے سے نقیوس کی طرف جانے کا قصد کیا، جنگی دفاع کے حوالے سے اس شہر کو بہت اہمیت حاصل تھی اور وہ رشید (مصر کا ایک قصبہ) کے ایک حصے پر واقع ہے اور عہد فراعنہ سے لے کر اسے ایک قدیم تاریخی شہرت حاصل ہے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے نیل کے مغربی حصے یا صحرا کی طرف سے جانے کا ارادہ کیا تا کہ ان کے گھڑ سواروں کی راہ میں کوئی ایسی رکاوٹ نہ ہو جو انہیں پیش قدمی کرنے یا واپس پلٹنے میں مانع ہو سکے، کیونکہ مشرقی حصہ ڈیلٹا میں سیلاب کی وجہ سے پیچیدہ بن چکا تھا۔

رومانی کمانڈر تیودور نے نقیوس کے مقام پر موجود فوج کی قیادت دومنتیانوس (Domentianus) کے سپرد کی جس کے پاس بہت بڑا بحری بیڑہ تھا جو اس نے شہر کے دفاع کے لیے تیار کیا تھا، جب مسلمان اس کے قریب پہنچے تو یہ کمانڈر شدت خوف کی وجہ سے کشتی میں سوار ہو کر اسکندریہ کی طرف فرار ہو گیا، جب محافظین نے کمانڈر کی خیانت دیکھی تو فوجیوں نے ہتھیار پھینک دیے اور انتہائی پریشانی کے عالم میں تیزی کے ساتھ نہر کی طرف آئے تا کہ اسے عبور کر کے کشتیوں تک پہنچ جائیں، اس وقت ہر سپاہی اور فوجی کو اپنی جان بچانے اور اپنے شہر کی طرف بھاگ جانے کی فکر تھی، اسی اثنا میں عرب ان تک پہنچ گئے اور ان میں تلوار کے جوہر دکھائے اور ان کے تمام فوجیوں کو قتل کر دیا، نیز مسلمان کسی مزاحمت کے بغیر ہی شہر میں داخل ہو گئے، یہ تیرہ مئی سن ۶۴۱ء کا واقعہ ہے۔

عرب مؤرخین نے اس معرکہ کا ذکر نہیں کیا، صرف نقیوس کے پادری یوحنا نے اس کا ذکر کیا اور بٹلر نے اپنی کتاب میں اس کے ذکر کا اہتمام کیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے کچھ دن نقیوس میں قیام کیا، اسکندریہ روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے شریک بن سمی کی قیادت میں کچھ فوج دشمن کے پیچھے روانہ کی، پھر عمرو رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ دلنجات پہنچ گئے، پھر وہاں سے شمال کی طرف دمنہور کی سمت روانہ ہوئے، تو دمنہور کے جنوب میں چھ میل کے فاصلے پر سُلطَیس کے مقام پر رومیوں سے جا ملے، انہوں نے خوب گھمسان کی جنگ لڑی جس میں رومیوں کو شکست ہوئی اور عمرو رضی اللہ عنہ کسی کلفت کے بغیر ہی دمنہور پر قابض

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہو گئے، پھر کریون کے مقام پر آمنا سامنا ہوا تو وہاں بھی دس سے کچھ زیادہ دن لڑائی ہوتی رہی۔ عبداللہ بن عمرو ہراول دستے کے امیر تھے اور اس دن عمرو رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام وردان پرچم بردار تھے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے، کریون، بابلیون اور اسکندریہ کے مابین قلعوں کی آخری کڑی تھا اور یہ گندم کی تجارت کے حوالے سے مشہور تھا، اس کے باوجود رومیوں نے اسے محفوظ کیا ہوا تھا، لیکن بابلیون اور نقیوس کی نسبت اس کی اہمیت اور حفاظت کم تھی۔

مسلمانوں نے جتنی لڑائیاں لڑی تھیں ان میں سے کریون کا معرکہ زیادہ مشکل تھا، کیونکہ رومانی فوج کو قسطنطنیہ کی طرف سے مدد پہنچ چکی تھی اور تیودور خود کمان کر رہا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو صلاۃ خوف پڑھائی، مسلمان فتح سے ظفریاب ہوئے، انہوں نے شہر اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اور طرفین کی طرف سے بہت سارے افراد کے قتل ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے رومیوں کو مار بھگایا۔

کریون پر قبضہ مکمل ہو جانے کے بعد، اسکندریہ کی طرف راستہ آسان ہو گیا۔ سخت لڑائی کی وجہ سے مسلمان فوج کو جو تکلیف وغیرہ ہوئی تھی اس وجہ سے عمرو رضی اللہ عنہ نے خود بھی آرام کیا اور اپنی فوج کو بھی آرام کا موقع فراہم کیا، پھر وہ اسکندریہ کی طرف روانہ ہو گئے اور جنوب شرقی کی طرف سے اس کی طرف پیش قدمی کی، وہاں کے محافظین کی تعداد پچاس ہزار جنگجوؤں سے کم نہیں تھی، اس کی دیواریں بھی بہت محفوظ تھیں اور سمندر میں رومانی بحری بیڑہ تیار تھا، جبکہ عربوں کے پاس ایک کشتی بھی نہیں تھی۔

مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تو بارہ ہزار سے بھی زیادہ نہیں تھی، ان کے پاس آلات حرب بھی نہیں تھے جن کے ذریعے شہر اور اس کے قلعوں کی دیواریں گرا سکتے، قبطی خوراک فراہم کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کر رہے تھے، لیکن وہ رومیوں کے خلاف لڑنے کے لیے مسلح ہو کر مسلمانوں کے ساتھ شامل نہ ہوئے۔ عربوں نے شیروں کی طرح بہادری دکھائی، اہل اسکندریہ کے خلاف خوب شدت کے ساتھ گھمسان کی جنگ لڑی، کچھ رومی اسکندریہ کے قلعہ کے دروازے سے نکل آئے انہوں نے قبیلہ مہرہ (بن حیدان) کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گئے، مہرہ قبیلے کے افراد غصے میں آ گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور کہنے لگے: ہم تو اسے اس کے سر سمیت دفنائیں گے۔ اس پر عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم غصہ کر رہے ہو، گویا تم ایسے شخص پر غصہ کر رہے ہو جو تمہارے غصے کی پروا کرتا ہو؟ تم بھی ان پر حملہ کرو، جب وہ نکلیں تو تم بھی ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دو پھر اس کے سر کو (ان کی طرف) پھینک دو وہ تمہارے ساتھی کے سر کو پھینک دیں گے۔ رومی ان کی طرف نکلے، انہوں نے لڑائی کی اور ان کے پادریوں میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا گیا، انہوں نے اس کا سر کاٹ کر رومیوں کی طرف پھنک دیا تو رومیوں نے اس مہری کا سر ان کی طرف پھینک دیا۔ انہوں نے کہا: اب خبردار ہو جاؤ اور تم اپنے ساتھی کو دفن کرو، پھر گھمسان کا رن پڑا حتیٰ کہ انہوں نے اسکندریہ کے قلعے پر دھاوا بول دیا، عربوں نے انہیں قلعے میں قتل کیا، پھر روم پر رات چھا گئی حتیٰ کہ انہوں نے ان سب کو قلعہ سے نکال دیا صرف چار آدمی باقی رہ گئے اور وہ قلعہ میں الگ الگ ہو گئے اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا، ان میں سے ایک عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمہ بن خالد رضی اللہ عنہ تھے، وہ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے مابین مقیم ہو گئے، رومیوں کا پتہ نہ چلا کہ وہ کون ہیں۔ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے یہ صورتحال دیکھی تو انہوں نے ان کے غسل خانوں سے تہ خانے کی طرف پناہ حاصل کر لی، وہ اس میں داخل ہو گئے، انہوں نے اس کے ذریعے بچاؤ اختیار کیا، انہوں نے ایک رومی کو کہا کہ وہ ان کے ساتھ عربی میں بات چیت کرے، اس نے انہیں کہا: تم ہمارے ہاتھوں میں قیدی ہو چکے ہو لہٰذا تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، لیکن انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی، پھر اس نے انہیں کہا: تمہارے ساتھیوں کے پاس ہمارے کچھ آدمی ہیں جن کو انہوں نے قیدی بنا لیا ہے، ہم تم سے عہد کرتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ اپنے آدمیوں کا تبادلہ کر لیں گے اور تمہیں قتل نہیں کریں گے، انہوں نے اس کی یہ بات بھی نہ مانی، پس جب رومی نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اس نے انہیں کہا: کیا تمہارے پاس کوئی خصلت ہے اور وہ درمیانی راہ ہے کہ اگر ہمارا ساتھی تمہارے ساتھی پر غالب آ گیا تو تم ہمارے قیدی بن جانا اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دینا اور اگر تمہارا ساتھی ہمارے ساتھی پر غالب آ گیا تو ہم تمہیں تمہارے ساتھیوں کے پاس جانے دیں گے، اس بات پر وہ راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ معاہدہ کر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیا۔ عمرو اور مسلمہ رضی اللہ عنہما اور ان کے دو ساتھی قلعہ کے تہ خانے میں تھے، انہوں نے مقابلے کے لیے بلایا تو رومیوں کی طرف سے ایک ایسا آدمی مقابلے کے لیے آیا جس کی بہادری اور جواں مردی کے بارے میں رومیوں کو بڑا وثوق تھا۔ انہوں نے کہا: تم میں سے کون ہمارے ساتھی کا مقابلہ کرے گا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ خود اس کے مقابلے کے لیے تشریف لائیں تو مسلمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں روک دیا اور کہا: آپ دوسری مرتبہ یہ کیا غلطی کرنے لگے ہیں آپ اپنے ساتھیوں سے الگ ہونا چاہتے ہیں جبکہ آپ امیر ہیں وہ تو آپ کی وجہ سے قائم ہیں اور ان کے دل آپ کے ساتھ معلق ہیں، وہ نہیں جانتے کہ آپ کا معاملہ کیا ہے؟ آپ راضی نہیں حتیٰ کہ آپ مقابلے کے لیے آئیں اور قتل کے لیے تعرض کریں۔ اگر آپ قتل ہو گئے تو یہ آپ کے ساتھیوں پر آزمائش ہوگی، آپ اپنی جگہ پر رہیں اور میں ان شاء اللہ آپ کی طرف سے کافی ہوں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی مرضی، ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے اس مشکل کو حل فرما دے۔ مسلمہ رومی کے مقابلے کے لیے آئے، کچھ وقت دونوں ایک دوسرے پر حملہ کر کے پیچھے دھکیلتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمہ رضی اللہ عنہ کی اس کے خلاف مدد کی تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے نعرہ بلند کیا اور رومیوں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا، انہوں نے ان کے لیے قلع کا دروازہ کھول دیا تو وہ باہر نکل گئے اور رومیوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ مسلمانوں کا امیر ان میں تھا، بعد میں جب انہیں پتہ چلا تو انہوں نے اس پر افسوس کیا۔

ابن عبدالحکم نے اسے روایت کیا ہے اور یہ تاریخی قصوں کے مشابہ ہے اور اسکندریہ محرم سن ۲۱ ہجری میں فتح ہوا۔

مصر میں اسی طرز کے حوادث پیش آئے، بابلیون کے محاصرے کے آخر پر ہرقل کی موت کی خبر دی گئی، وہ خود اسکندریہ کی طرف آنا چاہتا تھا حتیٰ کہ وہ بذات خود براہ راست اس قتال میں شریک ہو، لیکن اس کی موت نے اسے مہلت نہ دی، وہ کہا کرتا تھا: اگر عرب اسکندریہ پر غالب آ گئے تو پھر رومی منقطع ہو جائیں گے اور وہ ہلاک ہو جائیں گے، کیونکہ رومیوں کے لیے اسکندریہ کے گرجا سے کوئی بڑا گرجا نہیں تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فرماں روا نے اکتیس سال حکومت کرنے کے بعد چھیاسٹھ برس کی عمر میں گیارہ فروری سن ۶۴۱ء بروز ہفتہ وفات پائی اور یہ بابیلون کے قلعہ کی فتح سے دو ماہ پہلے ہوئی۔ اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کو وصیت کی کہ وہ تمام قیدیوں اور جلا وطنوں کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آئے اور جلاوطنوں کو ان کے ملکوں کی طرف واپس لوٹا دے۔ قسطنطین نے اپنے والد کی وفات کے بعد اس کی وصیت پر عمل کرنے کا اہتمام کیا، اس نے مقوقس کی واگزاری کے لیے ایک بہت بڑا بحری بیڑہ روانہ کیا، جہاں تک مقوقس کی جلاوطنی کی جگہ اور جلاوطنی کی مدت کا تعلق ہے تو اس کا پتہ نہیں وہ غیر معروف ہے، پھر اس نے نئے کمانڈر تیودور کو مشورہ کے لیے مصر سے طلب کیا اور اسکندریہ اور ان علاقوں پر جہاں مسلمانوں نے قبضہ نہیں کیا تھا وہاں اناستاسیوس کی کمان تھی، فوج کو سفر کے لیے تیاری کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ قسطنطین نے جب سے حکومت سنبھالی تھی وہ ایک شدید مرض میں مبتلا ہو گیا اور وہ صرف ایک سو تین دن کی حکمرانی کرنے کے بعد ماہ مئی سن ۶۴۱ء میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کونستانس دوم (Constans,ii) حکمران بنا، جبکہ مقوقس مصر کی طرف سفر کر چکا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرماں روا نے اسے عربوں کے ساتھ صلح کرنے کا اختیار دیا تھا نیز وہ شہروں میں ہر مزاحمت کے لیے حد مقرر کرے اور مصر کا بہترین نظم و نسق چلائے، کیونکہ مقوقس مصر میں دوبارہ شہنشاہیت لانے کے لیے مسلسل پر امید تھا اور معاہدہ صلح کو عملی جامہ پہنانے کا سبب یہ تھا کہ ہرقل کی دوسری بیوی مارتینا (Martina) صلح کے حامیوں میں سے تھی، اس طرح مقوقس کو اس کی شفقت و مہربانی اور اس کی رضا حاصل تھی۔

مقوقس قوت سے خالی مصر نہیں لوٹا، بلکہ جب وہ دوبارہ مصر آیا تو اس کے پاس حربی قوت تھی اور جب عربوں نے صلح کی شروط کو ٹھکرا دیا تو اسے اس حربی قوت پر اعتماد تھا، اس کے ساتھ ریزرو فوج میں سے قسطنطین نامی نئے کمانڈر کو بھیجا گیا۔

جہاں تک مصر کی صورت حال کا تعلق ہے تو وہ نہایت اضطراب کی حالت میں تھی، وہاں فتنوں کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے، داخلی لڑائیاں ہونے لگیں اور یہ لڑائیاں قبطیوں اور رومیوں کے درمیان نہیں تھیں بلکہ شاہی فوجوں کے درمیان تھیں کیونکہ وہ گروہوں میں تقسیم ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گئی تھیں، وہ آپس میں لڑنے لگے اور مسلمانوں سے لڑائی کرنے سے غافل ہو گئے، مقوقس اور کمانڈر تیودور چودہ ستمبر سن ۶۴۱ء کو اسکندریہ پہنچے۔

جب اسکندریہ کے مقامی باشندوں کو مقوقس کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بہت خوش ہوئے اور پادری کے صحیح سلامت واپس آ جانے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، مرد، عورتیں اور بچے اسے سلام کرنے اور اس کا احترام بجا لانے کے لیے اکٹھے ہوئے، اسکندریہ کی تمام شاہراہیں بھر گئیں، مقوقس نے بہت مشقت اٹھائی حتیٰ کہ وہ گرجے تک پہنچ گیا۔

ماہ اکتوبر کے آخر میں نیل میں طغیانی آئی تو مقوقس نے بابلیون کی طرف سفر کیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور صلح کے بارے میں کئی روز تک مذاکرات ہوتے رہے۔ جب دونوں نے شروط صلح پر اتفاق کر لیا تو صلح کا معاہدہ ہوا اور آٹھ نومبر سن ۶۴۱ء میں دونوں نے اس پر دستخط کیے، اسکندریہ کے قبضہ کے بارے میں وہ معاہدہ ہی فیصلہ کرے گا اور یہ چودہ ماہ کے محاصرہ کے بعد ہوا۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اسکندریہ ان کی حکومت کا صدر مقام ہو، لیکن خلیفہ نے اسے پسند نہ کیا، تو وہ صعید (مصر کے بالائی حصے) کی طرف پلٹ آئے اور نوبہ کی لڑائی میں مصروف ہو گئے، طویل لڑائی کے بعد وہاں کے باشندوں نے شکست تسلیم کر لی اور عربوں کی قوت ایک جگہ اکٹھی ہو گئی۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے منف کے قریب اپنا خیمہ قائم کیا، وہاں بڑی تیزی سے وسعت پیدا ہونے لگی اور وہ مصر کا دار الخلافہ بن گیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے وہاں بہت بڑی مسجد بنوائی جسے انہی کے نام سے موسوم کیا گیا (جامع عمرو)۔

جب عمرو رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جوابی خط ارسال کیا: مسلمانوں کے ساتھ کسی ایسی جگہ پڑاؤ ڈالیں جہاں میرے اور ان کے درمیان کوئی نہر و بحر حائل نہ ہو۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم کہاں پڑاؤ ڈالیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: امیر محترم! ہم آپ کے خیمے کی طرف واپس جاتے ہیں، پس وہ واپس گئے اور کہنے لگے: میں نے فسطاط کے دائیں اور بائیں پڑاؤ ڈالا اس طرح اس جگہ کا نام فسطاط پڑ گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب مصر فتح ہو گیا تو اس فتح میں شریک اکثر مسلمانوں نے چاہا کہ ان کے مابین مال غنیمت تقسیم کیا جائے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے تقسیم نہیں کر سکتا حتیٰ کہ میں امیر المومنین کے نام خط لکھ لوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ہدایات جاری کیں: اسے تقسیم نہ کرو اور انہیں چھوڑ دو ان کا خراج مسلمانوں کے مال فے ہو گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے موقع پر ان کے لیے باعث قوت ہو گا، لہٰذا عمرو نے اسے ویسے ہی رہنے دیا اور وہاں کے باشندوں کو شمار کر کے ان پر خراج مقرر کر دیا۔ آپ نے ان کے ہر آدمی پر دو دینار جزیہ مقرر کیا اور کسی پر بھی دو دینار سے زیادہ جزیہ مقرر نہ کیا، البتہ اہل اسکندریہ کے علاوہ ان میں سے جو جاگیردار اور کسان تھے ان پر ان کی طاقت کے مطابق جزیہ مقرر کیا، اہل اسکندریہ کو اس لیے مستثنیٰ کیا کیونکہ وہ اپنے سربراہ کی مرضی کے مطابق جزیہ اور خراج ادا کیا کرتے تھے اس لیے کہ اسکندریہ بزور قوت فتح کیا گیا تھا۔ [1]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح اسکندریہ کی خبر پہنچانے کے لیے معاویہ بن خدیج کی روانگی

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے معاویہ بن خدیج کو روانہ کیا، معاویہ نے عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ مجھے لکھ کر نہیں دے دیتے؟ عمرو نے کہا: میں لکھ کر کیا کروں گا؟ کیا تم عربی نہیں ہو کیا تم نے جو کچھ دیکھا اور کچھ ہوا اسے بیان نہیں کر سکتے؟

جب وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں اسکندریہ کی فتح کے متعلق بتایا تو عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور کہا: الحمد للہ!

معاویہ بن خدیج بیان کرتے ہیں: عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح اسکندریہ کی خبر پہنچانے کے لیے مجھے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں دوپہر کے وقت مدینہ پہنچا، میں نے مسجد کے دروازے کے پاس اونٹنی کو بٹھایا، پھر مسجد میں داخل ہو گیا، میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں

[1] معجم البلدان: ٤/ ٢٦٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر سے ایک لونڈی باہر آئی، اس نے میرا سفری لباس دیکھ کر مجھے مسافر سمجھتے ہوئے میرے پاس آ کر پوچھا: آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قاصد معاویہ بن خدیج ہوں، وہ چلی گئی، پھر وہ تیزی کے ساتھ میرے پاس آئی، میں اس کے ازار کی سرسراہٹ اس کی پنڈلی پر سن رہا تھا حتیٰ کہ وہ میرے قریب آ گئی، پھر اس نے کہا: اٹھیں امیر المومنین کے پاس چلیں وہ آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں اس لونڈی کے پیچھے چلتا ہوا امیر المومنین کے پاس پہنچ گیا، جب میں ان کے قریب پہنچا تو عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ سے اپنی چادر تھامے ہوئے تھے اور دوسرے ہاتھ سے اپنا ازار باندھ رہے تھے، انہوں نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! خیر ہے اللہ تعالیٰ نے اسکندریہ فتح کرا دیا۔ آپ میرے ساتھ مسجد میں تشریف لائے، مؤذن سے کہا: الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کر دو، پس لوگ جمع ہو گئے، پھر آپ نے مجھے کہا: کھڑے ہوں اور اپنے ساتھیوں کو فتح کے متعلق بتائیں، میں کھڑا ہوا اور انہیں فتح کے متعلق بتایا، پھر آپ نے نماز پڑھائی اور اپنے گھر تشریف لے گئے اور قبلہ رخ ہو کر دعائیں کرنے لگے، پھر بیٹھ گئے تو کہا: لونڈی! کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ وہ روٹی اور زیتون لائی تو آپ نے کہا: کھاؤ! میں نے کھانا کھایا، پھر کہا: مسافر کھانا پسند کرتا ہے اگر میں نے کھانا کھانا ہوتا تو میں تمہارے ساتھ کھاتا، پس میں جھجک محسوس کرنے لگا، پھر کہا: لونڈی! کیا کچھ کھجوریں ہیں؟ پس وہ ایک تھال میں کھجوریں لائی، تو آپ نے کہا: کھاؤ، میں نے جھجکتے ہوئے کھائیں، پھر آپ نے کہا: معاویہ! جب آپ مسجد میں آئے تھے تو آپ نے کیا سمجھا تھا؟ معاویہ نے کہا: میں نے سمجھا کہ امیر المومنین قیلولہ کر رہے ہوں گے، آپ نے کہا: آپ نے برا سمجھا یا غلط گمان کیا، اگر میں دن کو سو جاؤں تو میں نے رعیت کا نقصان کیا اور اگر میں رات کو سوؤں تو میں نے اپنا نقصان کیا، معاویہ! ان دونوں صورتوں میں نیند کیسے آ سکتی ہے؟ رعیت کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی زاہدانہ زندگی، بیداری اور بے خوابی کی یہ حالت تھی اور آپ نے اپنی پوری مدت خلافت میں اسی طرح وقت گزارا حالانکہ انہوں نے فارسیوں، رومیوں اور ملک مصر کو فتح و زیر کیا تھا۔ معاویہ بن خدیج نے ہمیں نہیں بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان (معاویہ) سے اس سے زیادہ کوئی بات کی ہو، یا ان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ان کے لشکر اور مصر میں ہونے والے حوادث کے بارے میں کوئی سوال کیا ہو، بلکہ انہوں نے فتح اسکندریہ کے متعلق جو ان سے سنا بس اسی پر اکتفا کیا۔

پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

امابعد! میں نے ایک شہر فتح کیا ہے جس کے متعلق میں بس اتنا بتاؤں گا کہ میں نے اس میں چار ہزار حمام اور چالیس ہزار یہودی پائے ہیں جن پر میں نے جزیہ مقرر کر دیا ہے جبکہ وہاں چار سو شاہی تفریح گاہیں ہیں۔ [1]

دمیاط کی فتح [2]

دمیاط میں مقوقس کے ننھیال میں سے ہاموک نامی شخص تھا، اس نے اس کی حفاظت کی اور مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کی۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مقداد بن اسود کی سربراہی میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو ان سے لڑنے کے لیے بھیجا تو ہاموک نے ان سے لڑائی کی، اس کا بیٹا لڑائی میں مارا گیا، اس نے اس معاملے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا، تو شوریٰ میں موجود کسی دانا شخص نے اسے مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے صلح کر لو۔ ہاموک اس پر بہت ناراض ہوا، ایک قول کے مطابق، اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا شطا نامی ایک عقل مند بیٹا تھا اور اس کا گھر دیوار کے ساتھ متصل تھا، وہ رات کے وقت باہر آیا اور شہر کے تمام راز مسلمانوں کو بتا دیے، مسلمان اس پر قابض ہو گئے اور اس کے بعض حصے پر قبضہ کر لیا، ہاموک لڑنے کے لیے مقابلے میں آیا تو اسے پتہ بھی نہ چلا کہ مسلمان شہر کی دیوار پر نعرۂ تکبیر بلند کر رہے تھے۔ اس نے شطا بن ہاموک کو مسلمانوں کے ساتھ دیوار پر دیکھا، وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ مل چکا تھا، اس طرح اس نے اپنے والد کے اعوان و انصار کو منتشر کر دیا، اس نے مقداد سے پناہ چاہی تو مسلمانوں نے دمیاط پر قبضہ کر لیا، مقداد وہاں جانشین بن گئے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تک فتح کی خبر پہنچائی۔

شطا نکلا اور برلس، دمیرہ اور اشموم طناح کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے ان علاقوں کے باشندوں کو اکٹھا کیا اور انہیں مسلمانوں کی مدد کے لیے اکٹھا کر لیا گیا اور انہیں لے کر فتح تنیس

---

[1] معجم البلدان: ١/ ١٨٦۔ [2] فتوح الشام: ٢/ ٨٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے لیے گیا، وہاں کے باشندوں نے شدید قتال کیا حتیٰ کہ وہ (شطا) رحمۃ اللہ علیہ معرکہ میں شہید ہو گیا، تو انہیں معرکہ سے اٹھا کر دمیاط کے باہر معروف جگہ میں دفن کر دیا گیا۔

عروس نیل [1]

ابن عبدالحکم نے بیان کیا: جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر میں مستحکم ہو گئے تو قبطی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے درخواست کی: جناب امیر! ہمارے نیل کا ایک طریقہ ہے جس کے بغیر وہ ہر سال رواں نہیں ہوتا۔ انہوں نے ان سے پوچھا: وہ کیا طریقہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جب قبطی مہینوں میں سے ماہ بؤنہ کی بارھویں تاریخ ہوتی ہے، تو ہم ایک کنواری دوشیزہ کا قصد کرتے ہیں اور ہم اسے اس کے والدین سے ہر صورت میں لے لیتے ہیں خواہ زبردستی یا ان کی رضامندی سے، ہم اسے زیور اور لباس پہناتے ہیں، پھر ہم بحر نیل میں ایک معلوم مقام پر اسے پھینک دیتے ہیں۔ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی، تو انہوں نے انہیں کہا: ایسا معاملہ اسلام میں کبھی نہیں ہو سکتا، اہل مصر نے قبطی مہینوں میں سے بؤنہ، ابیب، مسری اور توت تک قیام کیا، لیکن ان مہینوں میں نیل تھوڑا بہت بھی رواں نہ ہوا، اہل مصر نے جلاوطنی اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور اسے نجاب کے ہاتھ بھیجا۔ جب وہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، تو انہوں نے ایک پیغام لکھا اور اسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا اور انہیں حکم دیا کہ اسے بحر نیل میں ڈال دیں، جب وہ رقعہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ رقعہ کھولا اور اس کی تحریر پڑھی تو اس میں لکھا ہوا تھا:

> ''بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے بندے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر مبارک کے نیل کے نام، امابعد: اگر تو اپنی طرف سے بہتا ہے تو پھر تو رواں نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ واحد قہار تجھے بہاتا اور رواں کرتا ہے، تو ہم

---

[1] تاریخ الخلفاء، ص۱۲۷؛ معجم البلدان:۵/ ۳۳۵؛ البدایہ والنہایہ:۱/ ۲۷؛ المنتظم:۴/ ۲۹۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کردے۔"

جب عمرو رضی اللہ عنہ نے رقعہ کی عبارت کو سمجھ لیا تو انہوں نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے نیل میں ڈال دیا، انہوں نے پانی کے عدم رواں کی وجہ سے اسے ڈالا تھا، جب لوگ عید الصلیب کی صبح اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ نیل کی سطح آب اسی رات ایک ہی دفعہ سولہ ہاتھ زیادہ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی برکت سے اہل مصر سے اس برے طریقے کا خاتمہ کر دیا۔

ابن ایاس نے اس روایت کو کسی تبصرے کے بغیر اپنی کتاب تاریخ مصر میں نقل کیا ہے اور مقریزی نے بھی اسے اپنے خطوں میں نقل کیا ہے اور اس میں درج ذیل اضافہ کیا ہے:

ان میں سے بعض نے ذکر کیا ہے: جب نیل بہہ نہیں رہا تھا تو اس وقت جاہل صدفی عمر رضی اللہ عنہ کا بنام نیل خط لے کر آئے تھے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہنے لگا اور اسد الغابہ کی مراجعت سے میں نے اس میں جاہل صدفی (بجائے جاحل صدفی) کو مذکور پایا، ابن مندہ نے اسے جملہ صحابہ میں ذکر کیا ہے، لیکن ابونعیم ان کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ [1]

پھر مؤرخین نے ذکر کیا: مصریوں کی بہت سی عادتیں تھیں جنہیں وہ وفاء نیل کے وقت جاری کرتے تھے، انہی کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ وہ خوبصورت لڑکی کو خوبصورت لباس اور قیمتی زیورات سے آراستہ کر کے نیل میں غرق کر دیا کرتے تھے، وہ خوشی کے ساتھ ایسے کیا کرتے تھے۔ روایت کے مطابق یہ عادت قسطنطین کے دور تک جاری رہی، پس اس قیصر نے اسے ختم کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کے متعلق اپنے اوامر جاری کیے کہ اس رسم کو دوبارہ جاری نہ کیا جائے، اس کے باوجود ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عادت اس قیصر کے اوامر پر غالب رہی، کیونکہ عرب مؤرخین سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے دیار مصر میں داخل ہونے تک یہ عادت جاری تھی، کیونکہ مصری قبطیوں نے اس کے اجرا کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے اجازت نامے کی درخواست کی تھی تاکہ نیل رواں ہو جائے، انہوں نے ماہ مسری کے آخر تک توقف کیا اور انہیں اس کے متعلق کوئی رعایت نہ دی، پھر علی پاشا مبارک نے مقریزی سے نقل کرتے ہوئے ابن عبد الحکم کی روایت نقل کی ہے اور کتاب "حقائق الأخبار عن دول البحار" کے پہلے

[1] الإصابہ: ۱/ ٤٤١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حصے میں ہے:

''عمرو رضی اللہ عنہ نے اس قبیح عادت کو ختم کرایا جس پر مصری زمانہ قدیم سے عمل پیرا تھے۔ وہ قبیح عادت یہ تھی کہ وہ نیل میں پانی کی سطح بلند ہونے کے وقت ایک لڑکی کو زینت کی بہترین چیزوں سے مزین کر کے نیل میں ڈال دیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کئی قبیح بدعتیں ہیں۔''

جو چیز ہم اس کے بعد دیکھتے ہیں، نیل میں لڑکی ڈالنے کی عادت جاری تھی عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے ختم کرادیا، کیونکہ وہ اسلام کے خلاف تھی، بلکہ وہ تو انسانیت کے خلاف تھی، خلیفہ نے عمرو رضی اللہ عنہ کی رائے کو برقرار رکھا۔ علی مبارک پاشا کے خطوط میں جو منقول ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ قسطنطین نے اسے ختم کیا تھا، پھر اس کے استحکام کے لیے دوبارہ شروع ہوگئی اور یہ دوبارہ اس لیے شروع ہوئی کہ ان کا عقیدہ تھا کہ جب تک کوئی لڑکی اس میں نہ ڈالی جائے یہ رواں نہیں ہوتا اس طرح ان کے اعتقاد فاسد کے مطابق لڑکی کی قربانی دی جاتی تھی اور اس عقیدے کا بطلان اس عادت کو ختم کرنے کے بعد واضح ہوا، پھر مقریزی نے ذکر کیا کہ جاحل صدفی ہی وہ شخص ہے جو امیر المومنین کا خط لے کر آیا تھا اور اس جاحل شخص کا وجود اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ذکر اسد الغابہ میں موجود ہے، البتہ ابن عبدالحکم کی روایت میں کچھ مبالغہ ہے، وہ اس طرح کہ اس نے کہا: اہل مصر کی اکثریت جلاوطن ہوگئی تھی۔ ہم یہ گمان نہیں کرتے کیونکہ وہ نیل کی طغیانی اور بہاؤ میں تاخیر کے سبب جلاوطن نہیں ہوئے اور اس بہاؤ میں تاخیر کوئی پہلی مرتبہ نہیں ہوئی تھی اور اس کا یہ کہنا: جب عید الصلیب کے روز لوگ صبح بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس رات نیل کی سطح آب ایک ہی دفعہ سولہ ہاتھ بلند ہوچکی ہے، جبکہ ضروری ہے کہ یہ اضافہ تدریج کے ساتھ ہوا ہو، بہر حال اس وحشیانہ عادت کو ختم کرنے اور لوگوں کو اپنی بیٹیوں کو نیل میں ڈالنے اور پھر اس بھیانک منظر کا مشاہدہ کرنے سے نجات دلانے میں اسلام کا فضل عظیم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسکندریہ کی لائبریری آگ کی لپیٹ میں

جس شخص نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کی لائبریری کو جلایا تھا، وہ ابوالفرج ملطی ہے۔ اس نے یہ واقعہ کتاب ''مختصر الدول'' میں ذکر کیا ہے، اس کا نام غریغوریوس ابوالفرج بن اہرون ہے جو کہ ابن العبری کے نام سے معروف ہے، وہ سن ۱۲۲۶ء میں پیدا ہوا اور سن ۱۲۸۶ء میں فوت ہوا۔

ابوالفرج کے بیان کے مطابق لائبریری کے جلنے کا قصہ درج ذیل ہے:

فتح کے وقت یوحنا النحوی نامی شخص نے مسلمانوں کے ہاں بہت زیادہ شہرت پائی، وہ اہل اسکندریہ میں سے ایک قبطی پادری تھا، اس زمانے میں وہ مسلمانوں کے مابین یحییٰ کے نام سے مشہور ہوا جبکہ ہمارے ہاں غرماطیقوس یعنی نحوی کے نام سے مشہور تھا۔ وہ اسکندریہ کا باسی اور اعتقاد کے لحاظ سے نصاریٰ کے یعقوبیہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا، وہ ساوری عقیدے کو مضبوط کرتا تھا پھر اس نے نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث سے رجوع کر لیا، مصر کے پادری اس کے پاس آئے اور انہوں نے اس سے اپنے موجودہ عقیدے سے رجوع کرنے کے بارے میں کہا، اس نے رجوع نہ کیا تو انہوں نے اس کو اس کے مقام و مرتبے سے گرا دیا۔ وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اسکندریہ فتح کرنے تک زندہ رہا، پھر وہ عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اس کا علمی مقام جانتے تھے لہٰذا عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کی تکریم کی اور اس کے فلسفی الفاظ سنے جن سے عرب مانوس نہیں تھے پس وہ سنتے ہی اس (فتنہ) میں مبتلا ہو گئے۔ عمرو رضی اللہ عنہ عقل مند، غور سے سننے والے اور صحیح الفکر شخصیت کے حامل تھے۔ انہوں نے اسے اپنے پاس رکھ لیا اور وہ اسے جدا نہیں کرتے تھے۔ ایک روز یحییٰ نے انہیں کہا: آپ نے اسکندریہ کے محاصل اکھٹے کر لیے اور وہاں موجود تمام اشیاء سیل بند کر دیں، ان میں سے جو چیزیں آپ کے لیے فائدہ مند ہیں ان کے بارے میں میں آپ سے کوئی تعارض نہیں کروں گا اور جو چیزیں آپ کے لیے فائدہ مند نہیں تو ان چیزوں کے ہم زیادہ حق دار ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا: خزائن ملوکیت میں جو حکمت کی کتب ہیں مجھے ان کی ضرورت ہے، تو عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا: میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اجازت لینے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بعد ہی تمہیں کچھ بتانے کے قابل ہوں گا۔انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور یحییٰ کی بات انہیں پہنچائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں لکھا: آپ نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے اگر تو ان کا مواد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق ہے تو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ان کتابوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور اگر ان کا مواد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف ہے تو پھر ان کتابوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں لہٰذا آپ ایسی کتابیں ضائع کرا دیں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کے حماموں پر ان کتابوں کی چھانٹی شروع کر دی اور انہیں ان کی بھٹیوں میں جلا دیا، اس طرح وہ کتابیں چھ ماہ میں ختم ہو گئیں، پس جو کچھ ہوا وہ سنیں اور تعجب کریں۔

اس روایت کا ذکر تاریخ طبری میں آیا ہے نہ ابن اثیر میں، یعقوبی اور کندی نے اسے روایت کیا نہ ابن عبدالحکم اور بلاذری نے اور نہ ہی ابن خلدون نے اس کا ذکر کیا، صرف ابوالفرج نے تیرھویں صدی عیسوی کے نصف اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں کسی مصدر کا ذکر کیے بغیر اسے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نے عبداللطیف بغدادی سے اسے نقل کیا ہے جس نے تقریباً ۱۲۰۰ء میں اسکندریہ کے کتب خانے کے جلنے کا ذکر کیا ہے، لہٰذا کتب خانے کا معاملہ فتح اسکندریہ سے لے کر آج تک مجہول ہی چلا آ رہا ہے۔

پروفیسر بٹلر نے یوحنا النحوی کے بارے میں تحقیق کی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے: کہ اس نے عمرو رضی اللہ عنہ سے اسے (یوحنا النحوی) کتب دیے جانے کے موضوع پر گفتگو کی، انہوں (بٹلر) نے کہا: وہ سن ۶۴۲ء میں زندہ نہیں تھا، یعنی وہ سال جس سال کتب خانہ جلایا گیا، اور مزید کہا: اگر فرض کیا وہ سن ۶۴۲ء میں زندہ تھا تو پھر اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور یہ چیز واضح ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اسکندریہ میں داخلے کے وقت یوحنا کو فوت ہوئے تیس یا چالیس برس گزر چکے تھے۔دائرہ معارف برطانیہ نے ذکر کیا ہے کہ یوحنا پانچویں صدی کے اواخر میں اور چھٹی صدی کے اوائل میں زندہ تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر ساتویں صدی کے اوائل میں فتح ہوا تھا، اس بنا پر پروفیسر بٹلر نے درست کہا کہ وہ اس وقت فوت ہو چکا تھا۔دائرہ معارف برطانیہ نے گیارھویں ایڈیشن میں حیات یوحنا کے تعارف کے آخر پر ذکر کیا جو ہمیں مطلوب ہے (بسا اوقات یہی یوحنا ہے جس نے سن ۶۳۹ء میں عمرو رضی اللہ عنہ کے غزوہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے بعد خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ سے اسکندریہ کا کتب خانہ چھڑانے کے لیے کوشش کی)، دائرہ معارف کے چودھویں ایڈیشن کی مراجعت کے بعد ہم نے پایا کہ یہ (بریکٹ والی) عبارت وہاں سے حذف کردی گئی تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احتمال غلط تھا لہٰذا نئے ایڈیشن میں اسے حذف کردیا گیا۔

اس کے بعد ہم اسکندریہ کے کتب خانے کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں کیا اس وقت اس کتب خانے کا وجود تھا؟ عہد بطالسہ میں اسکندریہ میں دو کتب خانے تھے، جب قیصر نے بحری بیڑہ جلا دینے کا حکم دیا تو آگ پھیل گئی اور اس نے ان دو میں سے ایک کتب خانہ بھی جلا دیا، پھر انطونی نے اس خسارے کا معاوضہ دینے کی کوشش کی، تو اس نے بیرجام کے شہر میں موجود کتب خانہ کیلو باترہ کو پیش کیا، پھر سیر ابسیوم کا کتب خانہ عام کتب خانہ بن گیا۔ سن ۳۸۹ء یا ۳۹۱ء میں تیودوسیوس نے اسے تلف کر دینے کا حکم دیا تو مسیحیوں نے اسے لوٹ لیا، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے پروفیسر اسماعیل کی سند سے اپنے رسالے "تاریخ عمرو بن العاص" میں یہ تحریر کرتے ہوئے مہربانی فرمائی، اس وقت دار کتب اسکندریہ موجود نہیں تھا کیونکہ اس کے دو حصوں میں سے ایک بڑے حصے کو یولیوس قیصر کے لشکروں نے بلاقصد سن ۴۷ ق۔م، میں جلا دیا تھا اور اس کی دوسری قسم بھی اسی طرح مذکورہ زمانے میں معدوم ہوگئی تھی اور یہ واقعہ تیوفیل پادری کے حکم پر چوتھی صدی یعنی ۳۹۰ ب۔م، میں ہوا۔ ہم اس واقعہ کے لیے ان اسباب کے لیے پریشان نہیں ہوں گے جو اس کے لیے خاص تھے کیونکہ آداب اور وثنی فلسفہ روک دیا گیا اور اس مدت میں ہر جگہ اس کی مکمل طور پر خلاف ورزی کی گئی، حتیٰ کہ جوتنیانوس نے اتینا کے مدارس بند کرانے کا حکم جاری کردیا۔

پروفیسر بٹلر نے عربوں کے ہاتھوں کتب خانہ جلنے کی تکذیب ثابت کرنے والے دلائل کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد کہا:

> "یہ ضروری ہے کہ ہر انسان جان لے کہ ابوالفرج کا قصہ تمام تاریخی اساس کے لحاظ سے محض بے سروپا ہے۔"

پھر ابوالفرج کی عبارت میں مضحکہ خیز مبالغے ہیں جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی جیسے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے کہا کہ کتب خانے کے جلنے میں چھ ماہ کی مدت صرف ہوئی اور انہیں حماموں پر رکھا گیا، حالانکہ عمر و رضی اللہ عنہ اگر چاہتے تو وہ مختصر سی مدت میں ایک ہی دفعہ اسے جلا سکتے تھے، اور اگر وہ چھ ماہ میں جلائی گئی ہیں تو پھر ان میں سے بہت سی کتابیں آسانی کے ساتھ چوری ہو سکتی تھیں، جبکہ عربوں کے بارے میں معروف نہیں کہ انہوں نے کسی چیز کو تلف کیا ہو۔ جیبون نے کہا:

> ''اسلامی تعلیمات اس روایت کی مخالفت کرتی ہیں، کیونکہ اس کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ جنگ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ملنے والی دینی کتب کو جلانا جائز نہیں۔ جہاں تک علم، فلسفہ، شعر اور دین کے علاوہ دیگر علوم کی کتب کا تعلق ہے تو اسلام نے ان سے استفادہ کرنا جائز قرار دیا ہے۔''

جبکہ مسلمانوں کی صورت حال تو یہ ہے کہ انہوں نے جن علاقوں کو فتح کیا انہوں نے وہاں کے گرجوں اور ان کی متعلقہ چیزوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا، بلکہ ذمیوں کو حریت دینیہ کی اجازت دی، تو کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ امیر المومنین اسکندریہ کا کتب خانہ جلا دینے کا حکم دے گا؟ اے اللہ! یہ محض جھوٹ اور اسلام کے خلاف ایک چال ہے علما نے اس کی تحقیق پر بہت محنت کی ہے، الحمدللہ اب تک ہم نے کوئی ایک مسلمان یا عیسائی عالم نہیں پایا جو اس واقعہ کی تائید کرتا ہو، سب نے تاریخی دلائل کی روشنی میں اس واقعہ کے انکار پر اتفاق کیا ہے۔

بحرین سے فارس کی لڑائی [1]

علاء بن حضرمی سعد رضی اللہ عنہ پر رشک کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کا والی مقرر کیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہ اسی ذمہ داری پر فائز تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں انہیں وہیں برقرار رکھا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں برقرار رکھا اور پھر انہیں معزول کر دیا اور قدامہ بن مظعون کو ان کی جگہ مقرر کیا، پھر قدامہ کو معزول کر کے دوبارہ علاء کو مقرر کر دیا۔

قدامہ رضی اللہ عنہ کی معزولی

اس سے پہلے کہ ہم بحرین سے فارس کی لڑائی میں علاء اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے

[1] معجم البلدان:۲/ ۱۳۹؛ فتوح البلدان:۱/ ۹۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

درمیان پیدا ہونے والے رشک اور مقابلے کا ذکر کریں، ہم وہ سب ذکر کریں گے جس کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ رضی اللہ عنہ کو بحرین سے معزول کیا تا کہ قارئین کرام پر واضح ہو جائے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا شرع اور عدل کے ساتھ کس طرح تمسک اور عمل تھا۔

قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ عثمان بن مظعون کے بھائی اور حفصہ اور عبداللہ بن عمر بن خطاب کے ماموں ہیں، صفیہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا ان کی اہلیہ تھیں، (یعنی وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے) وہ سابقین اسلام میں سے ہیں، انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، بدر واحد اور باقی تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تو جارود العبدی بحرین سے عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: امیر المومنین! قدامہ نے شراب نوشی کی اور انہیں نشہ چڑھ گیا، میں نے چونکہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد دیکھی تو مجھ پر حق تھا کہ میں اسے آپ تک پہنچاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے ساتھ اور کون گواہ ہے؟ اس نے کہا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا: آپ نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے انہیں شراب پیتے نہیں دیکھا البتہ انہیں نشہ کی حالت میں قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ نے گواہی دینے میں تکلف سے کام لیا ہے۔" پھر انہوں نے قدامہ کو خط لکھا کہ وہ بحرین سے میرے پاس آئیں۔ وہ آئے تو جارود نے عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کی قسم اٹھوائیں، انہوں نے کہا: کیا تم مقدمہ کے فریق ہو یا گواہ؟ جارود نے کہا: گواہ ہوں، انہوں نے کہا: "بس تم نے گواہی دے دی۔" جارود خاموش ہو گیا۔ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو کہا: اس شخص پر اللہ عزوجل کی حد قائم کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنی زبان بند کرو گے یا میں تمہیں سزا دوں۔ اس نے کہا: عمر! اللہ کی قسم! یہ انصاف نہیں، شراب نوشی تمہارا چچازاد کرے اور سزا آپ مجھے دیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ کو ہماری گواہی میں شک ہے تو پھر قدامہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ولید کی بیٹی کو بلا کر پوچھ لیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ہند بنت ولید کی طرف پیغام بھیجا اور اسے قسم دے کر پوچھا تو اس نے اپنے خاوند کے خلاف گواہی دے دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ سے کہا: میں تم پر حد قائم کروں گا۔ انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہا: اگر میں شراب پی لوں جیسے وہ کہہ رہے ہیں تو کیا تمھیں حق پہنچتا ہے کہ تم مجھ پر حد قائم کرو؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ قدامہ نے کہا: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴾ [1]

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان پر ان چیزوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جبکہ وہ پرہیز گار رہے، ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے تاویل کرنے میں غلطی کی، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز سے اجتناب کرتے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: قدامہ پر حد قائم کرنے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا: چونکہ وہ مریض ہے لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ اس پر حد قائم نہ کی جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے تو پھر اس سزا کو نافذ کرنا اپنی گردن پر بوجھ اٹھانے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ مجھے اچھا سا کوڑا دو، عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق قدامہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگائے گئے، جس پر قدامہ عمر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے اور ان سے قطع تعلقی کر لی، ان دونوں نے باہم ناراضی کی حالت میں حج کیا، جب دونوں حج سے واپس آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے سقیا کے مقام پر پڑاؤ ڈالا اور وہاں سو گئے، جب نیند سے بیدار ہوئے تو کہا: قدامہ کو جلدی سے میرے پاس لاؤ، اللہ کی قسم! خواب میں کوئی میرے پاس آیا تو اس نے کہا: قدامہ سے صلح کرو کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے، پس جلدی سے اسے میرے پاس لاؤ، جب وہ قدامہ کے پاس آئے تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ انکار کر رہے ہیں تو انہیں زبردستی میرے پاس لے آؤ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو کی اور ان کے لیے مغفرت طلب کی اور یہ ان دونوں کی پہلی صلح تھی۔ [2]

قدامہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کی حد نافذ کرنے اور انہیں بحرین کی حکمرانی سے معزول کرنے کی یہ ساری تفصیل تھی۔ اب ہم علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی طرف آتے ہیں وہ سعد بن ابی

---

[1] ٥/ المائدہ: ٩٣۔ [2] الاصابہ: ٥/ ٤٢٤۔٤٢٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وقاص رضی اللہ عنہ سے رشک اور مقابلہ کیا کرتے تھے، جب مرتدین کے خلاف جنگیں ہوئیں تو علاء رضی اللہ عنہ نے شہرت پائی، جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ میں کامیابی حاصل کی اور اکاسرہ پر غلبہ حاصل کر لیا، تو علاء رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ وہ بھی کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں جس سے ان کی بھی ویسی ہی شہرت ہو جائے جیسے سعد رضی اللہ عنہ کی شہرت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے نقصان کے اندیشہ کی وجہ سے علاء کو سمندر کا سفر کرنے سے منع کیا تھا، علاء نے اطاعت و معصیت اور ان دونوں کے انجام کا اندازہ نہ کیا اور اہل بحرین کو فارسیوں سے لڑنے کے لیے آمادہ کیا تو انہوں نے اس پر جلدی سے لبیک کہا، علاء رضی اللہ عنہ نے ان کے دستے تشکیل دیے اور عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر انہیں سمندری راستے سے فارس کی طرف روانہ کر دیا، جبکہ عمر رضی اللہ عنہ لڑائی کے لیے بحری سفر کرنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے۔ ان لشکروں نے بحرین سے فارس کا سفر طے کیا اور اصطخر کے مقام پر سمندر سے باہر آئے۔ ان کے سامنے اہل فارس تھے، وہ مسلمانوں اور ان کی کشتیوں کے مابین حائل ہو گئے، جب مسلمانوں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے ان سے شدید لڑائی لڑی اور ان پر غالب آ گئے پھر وہ وہاں سے بصرہ کے لیے روانہ ہوئے تو ان کی کشتیاں ڈوب گئیں، انہیں سمندر میں واپسی کا راستہ نہ ملا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو اسی چیز کا خدشہ تھا، پھر انہوں نے شہرک کو پایا اس نے راستوں میں مسلمانوں کو آ لیا: تو انہوں نے اپنی جگہوں پر فوج جمع کی اور انہوں نے دفاع کیا۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی تو انہیں علاء رضی اللہ عنہ پر شدید غصہ آیا، انہوں نے ان کے نام ان کی معزولی کا خط لکھا، انہیں دھمکایا اور ان پر گراں گزرنے والے اور ان کے لیے ناپسندیدہ کام یعنی سعد رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کرنے کا حکم دیا اور کہا: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جاؤ اور ان کی امارت قبول کرو۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سعد رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم بصرہ عتبہ بن غزوان کے نام خط لکھا کہ وہ علاء کے بھیجے ہوئے دستوں کی رہائی کے لیے ایک دستہ روانہ کریں، پس انہوں نے ابوسبرہ بن ابن ابی رہم کی قیادت میں بارہ ہزار جنگجوؤں کا دستہ تشکیل دیا، وہ فوج لے کر ساحل پر آ گئے اور وہ راستے میں کسی رکاوٹ کے بغیر شہرک تک پہنچ گئے، اس نے بحرین کے لشکروں کا راستہ روک رکھا تھا پس انہوں نے اس سے قتال کیا اور اسے شکست سے دوچار کر دیا، اپنے بھائیوں کو چھڑایا پھر اپنا بدلہ لیا اور اہل بحرین بصرہ کے راستے سے ہوتے ہوئے اپنے علاقوں کو چلے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اہواز کی فتح اور ہرمزان کی شکست [1]

اہواز بصرہ اور فارس کے درمیان ایک علاقہ ہے، جبکہ سوق اہواز اس کے شہروں میں سے ہے۔

جب ہرمزان کو قادسیہ کے روز شکست ہوئی تو اس نے خوزستان کا رخ کیا اور وہاں کے باشندوں سے لڑائی کرنے کے بعد وہاں قبضہ کر لیا اور اہل میسان اور دستمیسان پر دو طرف سے حملہ کیا، مناذر اور نہر تیری کی طرف سے، بصرہ کے حاکم عتبہ بن غزوان نے کوفہ کے حاکم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی، تو انہوں نے نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود کے ذریعے ان کی مدد کی اور انہوں نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ میسان اور دستمیسان کے بالائی علاقوں سے آئیں حتیٰ کہ وہ دونوں ان کے اور نہر تیری کے درمیان ہوں، نیز عتبہ بن غزوان نے سلمی بن قین اور حرملہ بن مریطہ کو بھی روانہ کیا، ان دونوں نے ارض میسان اور دستمیسان کی حدود پر ان کے اور مناذر کے مابین پڑاؤ ڈالا، تو انہوں نے اپنے چچازادوں کو بلایا تو غالب وائلی اور کلیب سا بن وائل کلیبی ان کے پاس آئے، انہوں نے نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود کو وہیں چھوڑا اور وہ دونوں سلمی اور حرملہ کے پاس آئے اور انہیں کہا: تم ہمارے خاندان میں سے ہو تمہیں چھوڑا نہیں جا سکتا، فلاں فلاں دن ہرمزان سے لڑائی لڑنے کے لیے تیار ہو جانا، ہم میں سے ایک مناذر پر حملہ کرے گا اور دوسرا نہر تیری پر، ہم لڑائی لڑیں گے پھر ہم آپ کی طرف متوجہ ہوں گے، ان شاء اللہ ہرمزان کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنے گی۔ وہ دونوں واپس آئے تو ان دونوں نے ان کی بات قبول کی اور ان کی قوم بنوعم بن مالک نے بھی ان دونوں کی بات قبول کی، وہ اسلام سے پہلے خوزستان آیا کرتے تھے اور وہاں کے باشندے انہیں پناہ دیا کرتے تھے، جب سلمی و حرملہ اور غالب وکلیب کے درمیان وعدہ کی رات آئی تو ہرمزان اس وقت نہر تیری اور دلت کے درمیان تھا۔ سلمی اور حرملہ صبح کے وقت نکلے اور انہوں نے نعیم اور اس کے ساتھیوں کو تیار کیا اور وہ ہرمزان سے دلت اور نہر تیری کے درمیان ملے، سلمی بن قین نے اہل بصرہ پر اور نعیم بن مقرن نے اہل کوفہ پر، انہوں نے لڑائی کی، وہ اسی صورت میں تھے

---

[1] تاریخ الطبری:۲/ ۴۹۴۔۴۹۶؛المنتظم :۴/ ۲۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہ غالب اور کلیب کی طرف سے مدد پہنچ گئی۔ ہرمزان کو خبر پہنچی کہ مناذر اور نہر تیری پر قبضہ کر لیا گیا ہے، اس سے ہرمزان اور اس کے ساتھیوں کے دل شکستہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو شکست سے دوچار کر دیا، مسلمانوں نے جسے چاہا قتل کیا اور جو چاہا حاصل کیا، انہوں نے ان کا پیچھا کیا حتیٰ کہ دجیل کے کنارے جا ٹھہرے اور سوق اہواز کے سامنے خیمہ زن ہوئے۔ ہرمزان نے سوق اہواز کا پل عبور کیا اور یہاں قیام کیا اور دجیل مسلمانوں اور ہرمزان کے درمیان آ گیا، جب ہرمزان نے دیکھا کہ اس میں مقابلہ کی طاقت نہیں تو اس نے صلح کی درخواست کی۔ انہوں نے عتبہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے مکمل اہواز مہرجان، نہر تیری، مناذر اور سوق اہواز کے جن علاقوں پر غلبہ حاصل کیا وہ واپس نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ سلمہ کو مناذر کی سرحدوں پر اور حرملہ کو نہر تیری کی سرحدوں پر مقرر کیا جب کہ دونوں بصرہ کی سرحدوں پر تھے۔ بنوعم کے قبیلوں نے ہجرت کی اور انہوں نے بصرہ میں پڑاؤ ڈالا۔ عتبہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک وفد بھیجا جس میں سلمی اور اہل بصرہ کی ایک جماعت تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے وفد سے فرمایا کہ اپنی ضرورتیں پیش کرو۔ ان سب نے کہا: جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو آپ اس کے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے احنف بن قیس کی درخواست کی تو احنف بن قیس نے کہا: امیر المومنین! آپ ویسے ہی ہیں جیسے انہوں نے ذکر کیا جو ہم پر حق ہے وہ آپ سے مخفی ہو جاتا ہے جس چیز میں عوام کی صلاح ہے اس کی انتہا آپ تک ہے، حکمران سے جو چیز غائب ہوئی ہے وہ اسے اہل خبر (تجربہ کار) کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان کے کانوں سے سنتا ہے۔ اہل کوفہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے شیریں چشموں اور سرسبز و شاداب باغوں سے اونٹ کی آنکھ سے بہنے والی سیاہی جیسی جگہ میں پڑاؤ ڈالا ہے، ان کے پاس ان کے پھل آئے ہیں جو کہ باسی نہیں ہوتے، جبکہ اہل بصرہ نے ہمیں ایسی جگہ اتارا ہے جو کہ تھور والی ناقابل زراعت ہے اس کا ایک کنارہ جنگل بیابان میں ہے اور دوسرا کنارہ کھاری سمندر میں ہے، اس کی طرف شتر مرغ کی چال چلنا پڑتا ہے، ہمارے گھر ضرورت سے معمور ہیں، تنگی دستی کا شکار ہیں، ہماری تعداد بہت زیادہ ہے، ہمارے معزز قلیل ہیں، جبکہ ہم میں مصیبت کے مارے بہت زیادہ ہیں، ہمارا درہم بڑا ہے اور ہمارا قفیز (معروف پیمانہ) چھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہمیں وسعت عطا کی ہے، ہمیں اپنی سرزمین پر بڑھایا ہے۔ امیر المومنین! آپ بھی ہم پر فراخی کا معاملہ فرمائیں ہمارا روزینہ بڑھا دیں تاکہ ہم اس کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان (احنف) کی گفتگو سنی تو ان سے اچھا سلوک کیا اور اہل کسریٰ کے لیے جو مال فے تھا اس میں سے انہیں بھی حصہ دیا اور انہیں مزید عطا کیا، پھر فرمایا: یہ نوجوان اہل بصرہ کا سردار ہے، آپ نے عتبہ کے نام ان (احنف) کے متعلق خط لکھا کہ اس شخص کی بات سنیں، اس کی رائے کا احترام کریں اور انہیں ان کے ملک واپس بھیج دیں۔

لوگ اسی طرح اپنے عہد سے ہرمزان کے ساتھ تھے، ہرمزان و غالب اور کلیب کے درمیان زمین کی حدود میں اختلاف واقع ہو گیا۔ سلمی اور حرملہ ان کے معاملے کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے، تو انہوں نے غالب اور کلیب کو حق پر پایا، جبکہ ہرمزان باطل پر تھا، پس وہ دونوں ان دونوں اور اس کے درمیان حائل ہو گئے۔ ہرمزان نے انکار کیا اور اس نے جو چیز وصول کی تھی اسے روک لیا نیز کردوں سے مدد کی درخواست کر دی اور اپنے لشکر کو بڑھا لیا اور سلمی اور اس کے ساتھیوں نے اس بارے میں عتبہ کے نام خط لکھا، عتبہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، جواب میں عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ کے نام خط لکھا اور اس (ہرمزان) کے خلاف تیاری کرنے کا حکم دیا اور حرقوص بن زہیر سعدی رضی اللہ عنہ کے ذریعے عتبہ کی مدد کی۔ حرقوص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف صحابیت کی سعادت حاصل تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں قتال اور اس پر فتح پانے کی پوری مہم کا امیر مقرر کیا۔ ہرمزان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور مسلمان سوق اہواز کے پل کی طرف روانہ ہوئے، انہوں نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ نہر عبور کر کے تم ہماری طرف آجاؤ، یا ہم تمہاری طرف آجاتے ہیں اس نے کہا تم ہی ہماری طرف آجاؤ پس انہوں نے پل عبور کیا اور سوق اہواز کے پاس ان کی لڑائی ہوئی حتیٰ کہ ہرمزان نے شکست کھائی اور اس نے رامہرمز کا رخ کیا اور شغر کے گاؤں میں اربک نامی بلند عمارت میں پناہ لی۔ اس نے رامہرمز میں قیام کیا، حرقوص رضی اللہ عنہ نے سوق اہواز کو فتح کیا، وہاں قیام کیا اور پہاڑوں میں پڑاؤ کیا اور سوق اہواز کے تُستَر تک کے علاقے ان کے قبضہ میں آگئے، انہوں نے جزیہ مقرر کیا اور فتح و خمس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور اس کے لیے ایک وفد روانہ کیا، عمر رضی اللہ عنہ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا اور حرقوص رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت قدمی اور مزید فتوحات کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔

طبری [1] اور ابن اثیر نے فتح اہواز کے متعلق یہی کچھ بیان کیا ہے، ہرمزان امرائے عجم میں سے ہے، اس نے سن ۱۶ ہجری بمطابق ۶۳۷ء میں قادسیہ کی لڑائی میں بھی شرکت کی تھی جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے لیکن وہاں بھی اس نے شکست کھائی اور اپنی مملکت خوزستان کی طرف فرار ہو گیا، اس نے مسلمانوں کے ساتھ سازشیں کرنا شروع کر دیں، عتبہ نے اس سے قتال کے لیے کوفہ سے ایک لشکر روانہ کیا اور عرب قبائل بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے، اس طرح وہ ہرمزان اور اس کے لشکر کو اہواز سے جلاوطن کرنے اور اسے نہر کارون سے دور بھگانے میں کامیاب ہوئے، پھر ہرمزان نے صلح کی درخواست کی اور اہواز کو خالی کر دیا، عتبہ کا لشکر اس میں داخل ہو گیا پھر حدود کے تعین میں جو کچھ ہوا سو ہوا، عربوں نے اس سے قتال کیا اور اسے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

ہرمزان کی صلح [2]

جب سوق اہواز کے معرکہ میں ہرمزان کو شکست کا سامان کرنا پڑا اور حرقوص رضی اللہ عنہ نے سوق اہواز کو فتح کر لیا تو انہوں (حرقوص) نے وہاں قیام کیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق جزء بن معاویہ کو سُرَّق کی طرف اس کے تعاقب میں بھیجا، جزء ہرمزان کے تعاقب میں نکلے اور ہرمزان نے بھاگتے ہوئے رامہرمز کا رخ کیا، وہ ان سے لڑتا رہا حتیٰ کہ شغر کے گاؤں تک پہنچ گیا، ہرمزان نے انہیں وہاں ناکام کر دیا، پھر جزء الشغر کے گاؤں دروق کی طرف مڑ گئے، وہاں قیام کیا اور صورت حال سے عمر رضی اللہ عنہ اور عتبہ کو آگاہ کرنے کے لیے خط لکھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جزء اور حرقوص کے نام خط لکھا کہ ان دونوں نے جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے وہ وہیں رہیں حتیٰ کہ ان تک میرا حکم پہنچ جائے۔ جزء نے عمر رضی اللہ عنہ سے شہر بسانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے انہیں اس کی اجازت مرحمت فرما دی، انہوں نے نہریں کھدوائیں اور بنجر زمینوں کو آباد کیا اور یہ جزء کی طرف سے ہمت جلیلہ ہے کہ انہوں نے صرف تلوار کے ذریعے علاقے فتح کرنے

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۵۔ [2] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے علاقوں کی آبادی، اصلاح اور زرعی ترقی پر بھی غور کیا۔

پھر ہرمزان نے حرقوص اور جزء کی طرف صلح کا پیغام بھیجا، حرقوص رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں خط لکھا اور انہیں حکم دیا کہ انہوں نے جن علاقوں کو فتح نہیں کیا ان کے متعلق اس (اس ہرمزان سے صلح کرلو جیسے رامہر مز تستر سوس جندی سابور اور بنیان اور مہر جانقذ ق) کے علاقے، انہوں نے اہواز کے امرا کو ان کے علاقوں پر قائم رکھا اور ہرمزان کو اس کی صلح پر قائم رکھا کہ وہ ان کے لیے خراج وصول کرے گا اور وہ کردوں کی طرف اس پر حملہ ہونے کی صورت میں اسے بچائیں گے۔

بصرہ کے لشکر کا وفد عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ذمی عہد توڑ رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، تو انہوں نے یہ جاننا چاہا کہ آیا ان کا عہد توڑنا مسلمانوں کا ان سے اچھی طرح پیش نہ آنے کی وجہ سے ہے یا اس کا کوئی اور سبب ہے۔ انہوں نے عتبہ کے نام خط لکھا کہ وہ بصرہ سے صلحا کا وفد میرے پاس بھیجیں، انہوں نے دس افراد کا وفد عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا جس میں احنف بن قیس بھی شامل تھے۔ جب وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا:

''تم میرے نزدیک سچے آدمی ہو اور میں نے تمہیں ذمہ دار شخص پایا ہے، مجھے بتاؤ کیا ذمیوں پر ظلم کیا گیا ہے؟ کیا وہ ظلم کی وجہ سے متنفر ہوئے ہیں یا کوئی اور وجہ ہے؟''

احنف نے کہا: نہیں بلکہ ظلم کے بغیر جبکہ مسلمان آپ کی پسند کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے تب تم اپنی رہائش گاہوں کی طرف جاؤ۔

وفد کے ارکان اپنی رہائش گاہوں کی طرف چلے گئے، عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے کپڑے غور سے دیکھے، انہوں نے ایک کپڑا دیکھا جس کا ایک کونا تھیلے سے نکلا ہوا تھا، انہوں نے اسے سونگھا، پھر کہا: تم میں سے یہ کپڑا کس کا ہے؟ احنف نے کہا: میرا ہے، آپ نے پوچھا: تم نے اسے کتنے میں خریدا تھا؟ انہوں نے معمولی سی قیمت بتائی، آٹھ یا اس کے قریب اور انہوں نے قیمت خرید سے کم قیمت بتائی، حالانکہ انہوں نے بارہ میں اسے خریدا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس سے کم قیمت والا نہیں تھا؟ اور زائد رقم تم کسی ایسی جگہ خرچ کرتے جہاں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا! مال کے حصے کر کے بس اپنا حصہ لیا کرو اور فالتو مال کو اس کی جگہ پر خرچ کیا کرو، اس طرح تم اپنی جانوں اور اپنے اموال کو فائدہ پہنچاؤ گے، فضول خرچی نہ کیا کرو ورنہ تم اپنی جانوں اور اپنے اموال کو نقصان پہنچاؤ گے اور اگر کوئی آدمی اپنے نفس کا جائزہ لے اور اپنے نفس کے لیے (مال خرچ کر کے) آگے بھیجے تو اس کے بدلے میں اسے مال دیا جائے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ کے نام خط لکھا:

''لوگوں کو ظلم سے دور رکھو، تقویٰ اختیار کرو اور ہوشیار رہو کہ کہیں تمہارے خلاف عہد شکنی کی جرأت نہ کی جائے وہ تمہاری طرف سے ہو سکتی ہے یا پھر سرکشی کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ تمہیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس عہد پر ہوا ہے جس پر اس نے تم سے عہد لیا ہے، پس تم اللہ کے عہد کو پورا کرو اور اس کے امر پر قائم رہو وہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔''

عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حرقوص رضی اللہ عنہ نے اہواز کے پہاڑ پر پڑاؤ ڈالا ہے، لوگ اس کے پاس آتے جاتے ہیں جبکہ پہاڑ ایک دشوار گزار ہے اور جو شخص ان سے ملنا چاہے اس کے لیے بہت گراں اور شاق گزرتا ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے حرقوص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے دشوار گزار جگہ پر قیام کیا ہے جہاں مشقت کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں، لہٰذا تم آسانی پیدا کرو کسی مسلمان پر مشکل پیدا کرو نہ کسی ذمی پر، آخرت پر یقین رکھنے والے شخص کی طرح اپنے فرائض ادا کرو، تمہارے لیے دنیا مرتب کر دی جائے گی، کوئی تعطل اور عجلت تم تک نہ آئے ورنہ تم اپنی دنیا خراب کر لو گے اور تمہاری آخرت بھی جاتی رہے گی۔'' [1]

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۴۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یزدجرد کا مسلمانوں سے قتال کے لیے دوبارہ نکلنا [1]

ہرمزان کی اسیری (۲۰ ہجری بمطابق ۶۴۱ء)

یزدجرد عربوں سے فرار ہو کر مرو میں تھا، وہ وہاں رہ کر اہل فارس کو ان کے ہاتھ سے نکل جانے والے علاقوں پر افسوس کا اظہار کر کے مسلسل بھڑکا تا رہا لہٰذا وہ متحرک ہوئے، باہم خطوط لکھے اور اہل اہواز کو بھی خطوط لکھے اور باہم مدد کرنے کا معاہدہ کیا۔ اس کے متعلق حرقوص بن زہیر، جزء، سلمی اور حرملہ تک خبریں پہنچ گئیں، انہوں نے اس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: ''ایک بہت بڑا لشکر نعمان بن مقرن کی معیت میں فوراً اہواز کی طرف روانہ کرو اور انہیں ہرمزان کے سامنے پڑاؤ ڈالنا چاہیے اور وہ اس کے معاملے کی تحقیق کریں۔'' انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام بھی خط لکھا۔ انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے انہیں بصرہ کا سربراہ مقرر کیا تھا، انہیں بھی یہی لکھا کہ ایک بہت بڑا لشکر اہواز کی طرف روانہ کریں، سہیل کے بھائی سہل بن عدی کو ان کا امیر بنائیں اور براء بن مالک، مجزاۃ بن ثور اور عرفجہ بن ہرثمہ وغیرہ کو ان کے ساتھ بھیجیں، نیز کوفہ اور بصرہ کے سارے لشکر کے امیر ابوسبرہ بن ابی رہم ہوں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں ابوسبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ کو کمانڈر انچیف مقرر کیا، وہ قرشی عامری ہیں، قدیم الاسلام ہیں، بدر، احد، خندق اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم کی۔

نعمان بن مقرن اہل کوفہ کے ساتھ روانہ ہوئے، وہ خچروں پر اہواز کی طرف آئے، انہوں نے حرقوص، سلمی اور حرملہ کو پیچھے چھوڑا اور خود ہرمزان کی طرف چلے جو کہ رامہرمز کے مقام پر تھا، وہ اودبک کے مقام پر ہرمزان سے ملے انہوں نے گھمسان کی جنگ لڑی، ہرمزان تستر کی طرف بھاگ گیا اور نعمان رامہرمز کی طرف چلے گئے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔

پھر بصرہ و کوفہ کے لشکر اور سارے سپہ سالاران اکٹھے ہوئے اور انہوں نے خندقوں میں

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۰۰؛ المنتظم: ۴/ ۲۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تستر کے مقام پر ہرمزان کا محاصرہ کیا، یہ پورا لشکر ابوسبرہ کی زیر قیادت تھا، پس انہوں نے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ان کا محاصرہ کیا، مشرکین نے ان ایام تستر میں اسی حملے کیے اور اس دوران لڑائی میں کامیابی کبھی انہیں حاصل ہوئی اور کبھی انہیں حاصل ہوئی، پھر مسلمانوں نے ان کی خندقوں پر دھاوا بولا اور شدید جہاد کے بعد ان کے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہرمزان نے قلعہ کی طرف بھاگ کر جان بچائی، جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے اس کا گھیرا تنگ کر دیا ہے تو اس نے اپنا پیچھا کرنے والوں سے کہا: میں عمر کے حکم پر اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرتا ہوں وہ جیسے چاہیں میرے ساتھ سلوک کریں، مسلمانوں نے قید کر لیا اور اسے باندھ دیا اور تستر پر قبضہ کر لیا، پھر انہوں نے ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے جن کے ذریعے اس نے شہروں کو گھیر رکھا تھا ہر اول دستہ بھیجا۔

مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو گھڑ سوار کے حصے میں تین ہزار اور پیادہ کے حصے میں ایک ہزار آئے، مسلمانوں کے بہت سے مجاہدین نے جام شہادت نوش فرمایا، یہاں تک کہ ہرمزان نے بذات خود جنہیں شہید کیا ان میں مجزأۃ بن ثور اور براء بن مالک بھی شامل ہیں، جبکہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بصرہ کی طرف واپس چلے گئے تھے۔

ہرمزان کی بطور قیدی مدینہ کی طرف روانگی [1]

ابوسبرہ رضی اللہ عنہ نے ایک وفد کی معیت میں ہرمزان کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہرمزان کو اس کی ہیئت کے مطابق تیار کیا انہوں نے اسے ریشمی لباس پہنایا جس پر زرکاری کی گئی تھی، اس کے سر پر آزین نامی تاج رکھا جس میں یاقوت جڑے ہوئے تھے، اس نے زیور پہن رکھا تھا تا کہ عمر رضی اللہ عنہ اور مسلمان اسے اس کی ہیئت میں دیکھیں، پھر وہ اس کے ساتھ لوگوں میں آئے، وہ عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر ملنا چاہتے تھے جب وہاں پہنچے تو انہوں نے انہیں نہ پایا، انہوں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ کوفہ سے آئے ہوئے ایک وفد کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ وہ انہیں تلاش کرنے کے لیے مسجد میں گئے لیکن انہوں نے انہیں وہاں نہ دیکھا واپس آئے اور جب

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۰۲؛ المنتظم: ٤/ ۲۳٤-۲۳٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہل مدینہ کے بچوں کے پاس سے گزرے جو کہ کھیل رہے تھے انہوں نے انہیں کہا: تم کیا دائیں بائیں دیکھ رہے ہو، اگر تم نے امیر المومنین سے ملنا ہے تو وہ مسجد کے دائیں طرف اپنی ٹوپی کا سرہانہ بنائے سو رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ ٹوپی پہن کر اہل کوفہ کے وفد سے بات چیت کر رہے تھے جب ان سے بات چیت کر کے فارغ ہوئے اور وہ چلے گئے، عمر رضی اللہ عنہ اکیلے رہ گئے تو انہوں نے اپنی ٹوپی اتاری اور پھر اسے سرہانہ بنالیا اور سو گئے۔ وہ ان کے ساتھ چلے حتیٰ کہ جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو وہ ان سے دور ہو کر بیٹھ گئے، مسجد میں ان کے سوا کوئی سویا ہوا تھا نہ کوئی جاگ رہا تھا، جبکہ کوڑا ان کے ہاتھ میں معلق تھا۔ ہرمزان نے پوچھا عمر کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ ہیں وفد والے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے خاموش رہو جبکہ ہرمزان نے وفد کی طرف توجہ کرتے ہوئے پوچھا: ان کے چوکیدار و محافظ اور دربان کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا: ان کا کوئی محافظ ہے نہ دربان اور نہ ہی کاتب (سیکریٹری) ہے نہ دیوان، اس نے کہا: ایسے شخص کو تو نبی ہونا چاہیے، انہوں نے کہا: بلکہ وہ انبیاء علیہم السلام والے عمل کرتے ہیں، لوگ زیادہ ہو گئے تو عمر رضی اللہ عنہ شور و غل سے بیدار ہو گئے اور صحیح طرح بیٹھ گئے، پھر انہوں نے ہرمزان کی طرف دیکھا تو کہا: ہرمزان؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اور اس کے لباس و زیورات کا جائزہ لیا اور کہا:

> "میں آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔ ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس اور اس طرح کے لوگوں کو اسلام کے ذریعے ذلیل کیا، مسلمانوں کی جماعت! اس دین سے تمسک اختیار کرو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کرو اور دنیا تمہیں مغرور نہ بنا دے کیونکہ وہ تو ایک دھوکہ ہے۔"

وفد نے بتایا: یہ اہواز کا بادشاہ ہے آپ اس سے گفتگو فرمائیں۔ انہوں نے کہا: جب تک اس کے جسم پر ذرہ بھر بھی زیور ہے میں اس سے بات نہیں کروں گا، پس اس سے ستر ڈھانپنے والی چیز کے علاوہ باقی ہر چیز اتار لی گئی اور دبیز ہوا لباس اسے پہنا دیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرمزان! تم نے عہد شکنی کا وبال اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا کیسا نتیجہ دیکھا؟ اس نے کہا: عمر!

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دور جاہلیت میں ہم اور تم (ایک جیسے تھے)، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تھا نہ ہمارے ساتھ تھا تو ہم تم پر غالب آئے تھے، جب وہ تمہارے ساتھ ہو گیا تو تم ہم پر غالب آ گئے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جاہلیت میں اپنے اتحاد اور ہمارے انتشار کی وجہ سے ہم پر غالب آئے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے پے در پے شکست سے دو چار ہونے کی تمہارے پاس کوئی حجت اور عذر ہے؟ اس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ آپ مجھے قتل کر دیں گے اس سے پہلے کہ میں آپ کو بتاؤں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے نہ ڈرو۔ اس نے پانی طلب کیا تو اسے ایک معمولی سے پیالے میں پانی دیا گیا، تو اس نے کہا: میں پیاسا تو مر سکتا ہوں لیکن اس طرح کے برتن میں پانی نہیں پی سکتا۔

پھر اس کے من پسند برتن میں پانی دیا گیا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے پانی پینے کی حالت ہی میں قتل کر دیا جائے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک تم پانی نہ پی لو تو تمہیں کوئی خطرہ نہیں تو اس نے پانی انڈیل دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے دوبارہ پانی دو اور اسے پیاسا نہ مارو۔

اس نے کہا: مجھے پانی کی ضرورت ہی نہیں، میں نے تو یہ اس لیے کیا تاکہ اس طرح میں امان حاصل کر سکوں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے کہا: آپ مجھے امان دے چکے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! وہ سچ کہہ رہا ہے آپ اسے امان دے چکے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انس! تمہاری خرابی ہو میں مجزأۃ اور براء کے قاتل کو امان دوں گا، اللہ کی قسم! تم کوئی حل پیش کر دو یا میں تمہیں سزا دوں گا۔ انہوں نے کہا: آپ نے اسے کہا تھا کہ جب تک تم مجھے پورا واقعہ نہ بتا دو تمہیں کوئی خطرہ نہیں اور آپ نے یہ بھی کہا: جب تک تم پانی نہ پی لو تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے حضرات نے بھی یہی موقف اختیار کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اللہ کی قسم! تو نے مجھے دھوکہ دیا اور میں ایک مسلمان کی وجہ سے دھوکہ میں آ گیا پس اس نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے اس کے لیے دو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہزار مقرر کر دیئے اور اسے مدینہ میں رہنے کی اجازت دی۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ترجمان تھے اور وہ کچھ کچھ فارسی سمجھتے تھے۔

وفد کا فتوحات کی وسعت کا طلبگار رہنا [1]

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے وفد سے کہا: شاید کہ مسلمان ذمیوں سے اذیت ناک سلوک کرتے ہیں جس وجہ سے وہ تمہارے ساتھ عہد شکنی کرتے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا: ہم تو صرف وفا اور رعایا سے اچھا سلوک کرنا ہی جانتے ہیں۔

آپ نے کہا: تو پھر ایسے کیوں ہوتا ہے؟ میں صرف احنف کی بات سے مطمئن ہوں گا تو احنف نے عرض کیا:

امیر المومنین! میں عرض کرتا ہوں۔ آپ نے ہمیں ملکوں میں بڑھنے اور پھیلنے سے روک رکھا ہے اور آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جو کچھ ہمارے قبضے میں ہے اس پر اکتفا کریں۔ فارس کا بادشاہ ان میں زندہ ہے اور جب تک ان کا بادشاہ ان میں موجود ہے وہ ہم سے مقابلہ کرتے رہیں گے اور ہم پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ دو بادشاہ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے وہ ایک کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ ہم نے جو بھی حاصل کیا وہ ان سے لڑائی کرنے کے بعد ہی حاصل کیا، ان کا بادشاہ انہیں ایسا کرنے پر اکساتا رہتا ہے اور جب تک آپ نے ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی وہ اس روش پر قائم رہیں گے۔ ہمیں ان کے ملکوں میں پیش قدمی کرنی چاہیے حتیٰ کہ ہم اسے فارس سے، اس کی مملکت سے نکال باہر نہ کر دیں اور اس کی قوم پر غلبہ نہ پالیں، اس طرح اہل فارس کی امید ختم ہو جائے گی اور وہ مضطرب و بے چین ہو جائیں گے۔

احنف نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی، کیونکہ عمر کی سیاست تھی کہ فوج نے جن علاقوں کو فتح کر لیا ہے بس وہیں رک جائیں اور فتح میں وسعت پیدا کرنے کے لیے دشمن کا تعاقب نہ کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا اس سے محض یہ ارادہ تھا کہ فوج کو اکٹھا کیا جائے اور اسے مختلف علاقوں میں منتشر و متفرق ہونے سے بچایا جائے، وہ بہت محتاط تھے، وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۰۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہیں دشمن مسلمانوں کے لیے واپسی کا راستہ منقطع نہ کر دے، پس اس طرح مسلمانوں کے لشکر نے خلیفہ کے حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پیش قدمی کو ترک کر دیا اور اپنی جگہوں پر جمے رہے، اس پالیسی نے کوئی نفع نہ دیا کیونکہ مسلمانوں نے عجمیوں کو کئی مواقع پر شکست سے دوچار کیا تھا، لہٰذا لڑائی کا ہونا ناگزیر ہو گیا تھا، فارسیوں اور یزدجرد کو موقع مل گیا کہ اس نے اپنی افواج کو متحد کیا تاکہ مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا تھا ان پر دھاوا بول سکیں، اگر مسلمانوں کو لڑائی کرنے اور شکست خوردہ دشمن کو پیچھے دھکیلنے کی اجازت ہوتی تو وہ ایسا کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔ اسی لیے احنف نے امیر المومنین سے درخواست کی کہ وہ اپنی پہلی پالیسی تبدیل کریں اور مسلمانوں کو لڑائی کرنے کی اجازت دیں حتیٰ کہ دشمن کو فوجیں اکٹھی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے احنف کی بات سنی تو کہا: آپ نے سچ کہا اور میرے لیے معاملہ واضح کر دیا۔ نیز عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی ضرورتوں اور ان کے روانہ کرنے کے معاملے پر غور و فکر کیا۔

پھر اہل نہاوند کے اکٹھے ہونے کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کو خطوط پہنچے، تو اس وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے فتوحات میں اضافہ اور وسعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

سوس کی فتح اور معرکہ نہاوند (۲۱ ہجری بمطابق ۶۴۲ء) [1]

سوس خوزستان کا ایک شہر ہے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ شوش سے معرب ہے، اس کے معنی حسن، پاکیزگی اور نظافت و لطافت کے ہیں، نہاوند ہمذان کی طرف تین دن کی مسافت پر ایک بہت بڑا شہر ہے، ابوبکر ہذلی نے محمد بن حسن کی سند سے روایت کیا ہے کہ معرکہ نہاوند سن ۲۱ ہجری میں پیش آیا۔

ابو سبرہ رضی اللہ عنہ نے سوس کے مقام پر پڑاؤ ڈالا وہاں ہرمزان کے بھائی شہریار کی حکومت تھی، مسلمانوں نے سوس کو گھیرا ڈالا اور ان سے قتال کیا، ابوموسیٰ سوس سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے، اہل بصرہ پر ان کی جگہ مقترب بن ربیعہ نے ذمہ داری سنبھالی۔ یزدجرد نے تمام عجمیوں کو نہاوند کے مقام پر اکٹھا کیا، اہل کوفہ پر نعمان تھے اور وہ ابو سبرہ کے ساتھ اہل سوس کا

[1] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۸۸؛ معجم البلدان: ۲/ ۱۷۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محاصرہ کیے ہوئے تھے، انہوں نے اہل جندیسابور پر محاصرے کے عالم میں حملہ کیا، اتنے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط آیا کہ نعمان اہل نہاوند کی طرف آ جائیں، انہوں نے وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ان سے جھڑپ کی، مناف بن صیاد نعمان کے لشکر میں مسلمانوں کے ساتھ تھا، اس نے قوت کے ذریعے سوس کا دروازہ کھولا، زنجیریں اور رکاوٹیں توڑیں اور مسلمان سوس میں داخل ہو گئے، وہاں کے باشندوں نے صلح کی درخواست کی تو مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا۔

نعمان وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ نہاوند پہنچے اور مقترب روانہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے دانائی کے ساتھ جندیسابور پر پڑاؤ ڈالا، مسلمانوں نے ایک مدت تک اس کا محاصرہ کیے رکھا۔ اچانک اس کے دروازے کھلے، السرح باہر آیا اور بازار کھول دیے گئے اور وہاں کے باشندے (بازاروں میں) پھیل گئے، تو مسلمانوں نے پیغام بھیجا: تمہارا کیا پروگرام ہے؟ انہوں نے کہا: تم نے ہمیں امان کا پیغام بھیجا ہے تو ہم نے اسے قبول کر لیا ہے اور اس بات پر کہ تم ہمارا دفاع کرو گے تمہیں جزیہ دینا قبول کر لیا ہے۔ مسلمانوں نے کہا: ہم نے تو ایسے نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا: ہم نے بھی جھوٹ نہیں بولا۔ مسلمانوں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا تو ایک مکنف نامی غلام تھا جو کہ اصلاً اسی جگہ سے تھا اس نے انہیں امان کا پیغام بھیجا تھا۔ اس پر مسلمانوں نے کہا: ایک غلام نے تمہیں امان لکھ کر دی ہے، انہوں نے کہا: ہم تمہارے غلام اور آزاد کو نہیں جانتے، ہمارے پاس تو امان کا پیغام آیا تو ہم نے اسے قبول کر لیا، ہم نے اسے تبدیل نہیں کیا اگر تم چاہو تو عہد شکنی کر لو، پس مسلمانوں نے ان سے قتال کرنے سے ہاتھ روک لیا اور اس بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا تو انہوں نے اس امان کو نافذ و جاری رکھنے کا حکم فرمایا، مسلمان انہیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ عاصم نے اس کے مصداق میں کچھ اشعار کہے:

لعمري لقد كانت قرابة كنف
قرابة صدق ليس فيها تقاطع
أجارهم من بعد ذل وقلة

❶ معجم البلدان: ۳/ ۲۸۱؛ تاریخ الطبری: ۲/ ۵۲۹؛ فتوح البلدان: ۱/ ۳۰۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وخــوف شـديـد والـبـلاد بـلاقـع

''عمر کی قسم! مکنف کی قرابت سچی قرابت تھی جس میں کوئی بے تعلقی نہیں تھی۔ اس نے ذلت وقلت اور خوف شدید اور علاقوں پر غلبے کے بعد انہیں امان دے دی۔''

فـجـاز جـوار الـعـبـد بـعـد اخـتـلافـنـا

ورد أمــوراً كـــان فيهـــا تـنـــازع

إلـى الركن والوالي المصيب حكومة

فـقـال بـحـق لـيـس فـيـه تـخـالـع

''ہمارے اختلاف کے بعد غلام کی امان کو جائز قرار دیا اور متنازع امور کو صاحب اقتدار واختیار شخصیت کی طرف لوٹایا تو اس شخصیت نے کہا یہ حق ہے اس میں عہد شکنی کی کوئی بات نہیں۔''

دانیال کی قبر [1]

دانیال علیہ السلام کی قبر سوس میں تھی، وہ عبرانیوں کے عظیم نبی ہیں، ایک روایت کے مطابق ان کا نام ''قاضی اللہ'' ہے اور کہا جاتا ہے: انہوں نے سفر دانیال تحریر کیا، وہ سن ۶۰۶ میں بابل منتقل ہو گئے اور سن ۵۳۴ ق۔م تک قید حیات میں رہے، ایک روایت کے مطابق: عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اکرام کے طور پر ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور انہیں ایسی جگہ دفن کرنے کا حکم دیا جہاں اہل سوس ان پر پہنچنے کی طاقت نہ رکھیں، وہ ایک مقفل الماری میں تھے جس کے اندر حوض کی مثل ایک طویل پتھر کھدا ہوا تھا اور اس میں کفن سمیت ان کی میت تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے نام خط کے بعد ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی نہر کا رخ کسی دوسری جگہ کی طرف موڑ لیں اور حکم دیا کہ نہر کے وسط میں ان کی قبر کھودی جائے پھر انہیں وہاں دفن کیا اور اس پر نہر جاری کر دی، کہا جاتا ہے: کہ دانیال علیہ السلام نہر سوس میں ہیں اور آج تک ان پر پانی رواں رہتا ہے۔ معجم البلدان میں ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو فتح کیا تھا تو اس نے دانیال علیہ السلام کو وہاں (سوس کی طرف) منتقل کیا تھا اور انہوں نے وہاں وفات پائی تھی اور جب قحط سالی ہوتی تو وہاں کے لوگ ان کے جثہ کے واسطے سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسلمان نہاوند کی فتح کو "فتح الفتوح" کے نام موسوم کیا کرتے تھے، کیونکہ اس کے بعد کوئی لڑائی نہیں ہوئی تھی، اس معرکہ کے بعد فارسی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے، نعمان رضی اللہ عنہ نے اسی معرکہ میں جام شہادت نوش فرمایا پس جب عمر رضی اللہ عنہ کو فتح اور نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ بہت زیادہ روئے اور کہا: انہیں نہاوند بھیجنے کا تم (خود) ہی سبب ہو۔

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور پھر وہاں سے کوفہ منتقل ہو گئے، پھر مدینہ تشریف لے آئے تو قادسیہ فتح کیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو فارسیوں کے مقام نہاوند پر جمع ہونے کی خبریں موصول ہوئیں تو انہوں نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کے نام خط لکھا کہ وہ اپنے دو تہائی افراد روانہ کر دیں اور کہا: میں ان پر ایسے شخص کو عامل مقرر کروں گا جو اس ذمہ داری نبھانے کا اہل ہوگا۔ وہ مسجد میں تشریف لائے تو انہوں نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو انہوں نے فارسیوں سے لڑنے کے لیے انہیں ہراول دستے میں جانے کا حکم دیا، نیز کہا: اگر نعمان شہید ہو جائیں تو پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ اور اگر حذیفہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر جریر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ نعمان، حذیفہ، مغیرہ بن شعبہ، اشعث بن قیس، جریر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ ہوئے، جب نہاوند پہنچے تو نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمانوں کی جماعت! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں جب آپ دن کے اول حصے میں قتال نہ کرتے تو، آپ سورج ڈھلنے تک قتال کو مؤخر کرتے۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے دعا کی: "اے اللہ! مسلمانوں کی نصرت اور فتح کے ذریعے نعمان کو شہادت عطا فرما۔" مجاہدین نے دعا پر آمین کہی، نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں پرچم کو تین مرتبہ ہلاؤں تو تیسری مرتبہ ہلانے کے ساتھ ہی حملہ کر دینا اور اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو کوئی میرے پاس جمع نہ ہو۔ جب انہوں نے تیسری مرتبہ پرچم ہلایا تو مجاہدین نے ان کے ساتھ ہی حملہ کر دیا، وہ شہید کر دیے گئے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پرچم تھام لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح نصیب فرمائی، نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز شہید کیے گئے، جب ان کی شہادت کی خبر عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور منبر پر ان کی شہادت کے متعلق انہیں بتایا اور اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر رونے لگے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: "ایمان کے بھی کچھ گھر ہیں اور نفاق کے بھی کچھ گھر ہیں اور ابن مقرن (نعمان رضی اللہ عنہ) کا گھر بھی ایمان کے گھروں میں سے ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معرکہ نہاوند میں مسلمانوں کے لشکروں کی تعداد تیس ہزار تھی جبکہ فارسیوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی جو فیرزان کی زیر کمان تھے، جن میں سے تیس ہزار لڑائی کے میدان میں مارے گئے جبکہ باقی قریب کے پہاڑوں کی طرف فرار ہو گئے، جہاں ان کے اسی ہزار افراد موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، فیرزان ہمذان کی طرف فرار ہو گیا، ہمذان اور نہاوند کے درمیان پندرہ فرسخ کی مسافت ہے۔

جہاں تک معرکہ نہاوند کی تفاصیل کا تعلق ہے تو وہ مذکورہ تفاصیل کے علاوہ ہیں، وہ اس طرح ہیں کہ فارسیوں نے خندقوں کے ذریعے اسے گھیر رکھا تھا، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ انہیں خندقوں سے نکالنے کی غرض سے ان پر ابتدائی طور پر نیزہ بازی کر رہے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھلے میدان میں لڑا جائے، لیکن وہ ان سے مقابلے کے لیے نہ نکلے اور اپنے قلعوں ہی میں رہے، مسلمان بلا فائدہ اس حال میں انتظار کرنے اور دیر تک وہاں رہنے سے اکتا گئے، آخر کار نعمان رضی اللہ عنہ نے دشمن کو اس کی کمین گاہ سے نکالنے کے لیے ایک تدبیر سوچی، انہوں نے اپنے لشکر کو تیزی کے ساتھ پسپا ہونے کا حکم دیا اور دشمن کو غلط فہمی کا شکار کرنے کے لیے معمولی قسم کی چیزیں پیچھے چھوڑ دیں، پس یہ تدبیر کامیاب ہوئی، فارسیوں نے احتیاط کے ساتھ ان کا تعاقب کیا، نعمان رضی اللہ عنہ دوسرے روز بھی پسپائی ظاہر کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے چلے گئے جبکہ دشمن ان کے تعاقب میں تھا، جب نعمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دشمن اپنے قلعوں سے دور کی مسافت طے کر کے ان تک پہنچ گیا ہے جو ان سے قتال کرنے کے لیے کافی ہے، تو انہوں نے اپنے لشکر کو دن کے وقت حملہ کرنے کا حکم دیا، کیونکہ اس وقت رات ہو چکی تھی، دوسرے روز دونوں لشکر باہم ٹکرا گئے اور گھمسان کی جنگ ہوئی، جس میں نعمان رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا تو وہ شہید ہو گئے، لوگ انہیں ان کے بھائی کے پاس اٹھا لائے۔ تاریخ طبری [1] میں ہے:

نعمان اور فوج نے ہلہ بول دیا اور نعمان رضی اللہ عنہ کا پرچم ان کی طرف عقاب کی طرح جھپٹ رہا تھا، نعمان رضی اللہ عنہ سفید قبا اور سفید ٹوپی کی وجہ سے الگ ہی پہچانے جاتے تھے۔ انہوں نے باہم خوب شمشیر زنی کی اس سے زیادہ شدید معرکہ لوگوں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اہل

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۲۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فارس نے زوال اور شام تک لڑائی کی اور معرکہ کی سرزمین خون سے لالہ زار ہوگئی، لوگ اور جانور اس میں پھسل رہے تھے، مسلمان گھڑسوار بھی خون میں پھسلے، نعمان رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی خون میں پھسلا تو وہ گر پڑا اور جب ان کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا تو وہ خود بھی زمین پر آرہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اتھام لیا جیسا کہ ذکر ہو چکا اور جو فارسی قتل ہونے سے بچ رہے وہ ہمذان کے قریبی پہاڑوں کی طرف فرار ہو گئے، فیرزان بھی انہیں میں سے تھا۔ مسلمانوں نے قعقاع کی زیر قیادت ان کا تعاقب کیا اور ان کی اکثریت کو قتل کر دیا، فیرزان بھی ان کے ساتھ ہی قتل کر دیا گیا۔ مسلمانوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا، مسلمان ہمذان پر قابض ہو گئے، اسی اثنا میں فارسیوں کے رؤساء بلاد حاضر ہوئے اور انہوں نے ہمذان پر ان سے صلح کر لی۔

اس معرکہ کے اختتام کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فارسیوں کے علاقوں میں فتوحات کا سلسلہ وسیع کرنے کا حکم دیا، انہوں نے احنف بن قیس کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا، علاقوں کی فتح کے لیے انہوں نے لشکروں کے رؤسا مقرر فرمائے، سب سے پہلے درج ذیل حضرات کو بھیجا:

① احنف بن قیس کو خراسان کی طرف۔

② مجاشع بن مسعود سلمی کو ازدشیر خرہ وسابور کی طرف۔

③ عثمان بن ابی العاص ثقفی کو اصطخر کی طرف۔

④ ساریہ بن زنیم کنانی کو فسا اور دارابجرد کی طرف۔

⑤ سہیل بن عدی کو کرمان کی طرف۔

⑥ عاصم بن عمرو کو سجستان کی طرف۔

⑦ الحکم بن عمیر تغلبی کو مکران کی طرف۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے افراد سے بھی ان کی مدد کی، سہیل بن عدی کی عبداللہ بن عتبان کے ذریعے، احنف بن قیس کی علقمہ بن نضر، عبداللہ بن ابی عقیل اور ربعی بن عامر کے ذریعے، عاصم بن عمرو کی عبداللہ بن عمیر اشجعی کے ذریعے اور حکم بن عمیر کی شہاب بن مخارق کے ذریعے لشکروں میں مدد کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معرکہ نہاوند میں مسلمانوں کا مال غنیمت [1]

معرکہ کے دن شکست کے بعد مسلمان نہاوند میں داخل ہو گئے، انہوں نے وہاں کا تمام مال اسباب اور اس کے آس پاس کا تمام اثاثہ اکٹھا کر لیا، انہوں نے ہمذان سے قعقاع اور نعیم کے ساتھ آنے والے مال کا انتظار کیا، اتنے میں آتش پرستوں کی آگ کا محافظ امان پانے کی شرط پر ان کے پاس آیا، اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا گیا۔ اس نے عرض کیا، کیا تم مجھے اس بات پر پناہ دیتے ہو کہ میں کسریٰ کا خزانہ تمہاری خدمت میں لا کر پیش کر دوں جو اس نے مشکل وقت کے لیے میرے پاس چھوڑ دیا تھا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اس نے دو سنگار دانوں میں قیمتی جواہر لا کر پیش کر دیے، انہوں نے خمس کے ساتھ وہ دونوں سنگار دان عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیے، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ زائد لے لیا تھا اور باقی سائب بن اقرع ثقفی کے ساتھ روانہ کر دیا، پس جب وہ یہ مال لے کر عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے بیت المال میں داخل کر دیا۔ صبح کے وقت انہوں نے سائب کے پیچھے کسی کو روانہ کیا، وہ کوفہ کی طرف واپس جا رہے تھے، وہ پیغام ملنے پر فوراً مدینہ پلٹ آئے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو کہا: میری پاس آؤ میرے اور سائب کے لیے کیا ہے، میں نے عرض کیا: کیوں؟ کہا: تجھ پر افسوس ہے، اللہ کی قسم! جس رات تم روانہ ہوئے میں اس رات سویا تو فرشتے آئے اور وہ مجھے گھسیٹ کر ان دو سنگار دانوں کی طرف لے گئے جہاں آگ شعلہ زن تھی، تو وہ مجھے کہنے لگے: ہم اس کے ذریعے تجھے داغ دیں گے اور میں انہیں کہہ رہا ہوں: میں عنقریب انہیں مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں گا، لہٰذا تم انہیں مجھ سے لو اور مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لیے انہیں بیچ دو۔ سائب بیان کرتے ہیں: میں انہیں لے کر روانہ ہو پڑا اور انہیں کوفہ کی مسجد میں رکھ دیا، عمرو بن حریث مخزومی نے انہیں بیس لاکھ درہم میں مجھ سے خرید لیا پھر وہ انہیں لے کر سرزمین عجم کی طرف چلے گئے اور انہیں چالیس لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ نہاوند میں گھڑ سوار کے حصے میں چھ ہزار اور پیادہ کے حصے میں دو ہزار آئے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خمس میں اہل بلاء کے لیے جسے چاہا مزید عطا کیا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ: ۷/ ۱۱۲؛ تاریخ الطبری: ۲/ ۵۲۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب وہ نہاوند کے قیدی لے کر مدینہ پہنچے، تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤہ فیروز ان قیدیوں میں سے جس بھی چھوٹے بچے کو ملتا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا اور رو کر کہتا: عمر رضی اللہ عنہ نے میرے جگر کو کھا لیا، جبکہ وہ نہاوندی تھا، ایام فارس میں رومیوں نے اسے قید کر لیا تھا، پھر مسلمانوں نے اسے قید کر لیا تو وہ اسی جگہ کی طرف منسوب ہو گیا جہاں سے اسے قید کیا گیا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور چغل خور [1]

اکیس ہجری میں جب یزدجرد مسلمانوں سے لڑائی کرنے کے لیے فوجیں اکٹھی کر رہا تھا تو کچھ لوگ سعد رضی اللہ عنہ کے مخالف ہو گئے ان کی چغلیاں کھائیں اور ان پر الزامات لگائے، اس معاملے میں جراح بن سنان اسد پیش پیش تھا۔ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اللہ کی قسم! میں تمہاری شکایات کا جائزہ لوں گا یہ حالات مجھے مانع نہیں ہو سکتے، لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو ان حالات میں وہاں بھیجا جبکہ فوجیں فارسیوں سے لڑنے کی تیاری کر رہی تھیں، عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عمال کے خلاف شکایات کے فیصلے محمد بن مسلمہ ہی کیا کرتے تھے۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل کوفہ کے پاس گئے اور ان کے متعلق لوگوں سے سوالات کیے، انہوں نے ان کے متعلق جس سے بھی دریافت کیا تو اس نے ان کی تعریف ہی کی صرف جراح اسدی کے گروہ نے خاموشی اختیار کی اور انہوں نے کوئی بری بات نہ کی، لیکن انہوں نے عمداً تعریف نہ کی۔ محمد بن مسلمہ بنو عبس کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا تو اسامہ بن قتادہ نے کہا: سن لیں وہ مال غنیمت مساوی طور پر تقسیم نہیں کرتے، عدل سے فیصلہ نہیں کرتے اور لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے نہیں جاتے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اے اللہ! اگر اس نے ریا، جھوٹ اور شہرت کی خاطر یہ بات کی ہے تو اسے اندھا کر دے، اس کے عیال کو زیادہ کر دے اور اسے فتنوں سے دوچار کر دے۔'' پس وہ اندھا ہو گیا، اس کی دس بیٹیاں ہوئیں، وہ کسی عورت کے متعلق سنا کرتا تھا پس وہ اس کے پاس جاتا حتیٰ کہ اس سے چھیڑ چھاڑ کرتا جب اسے تنبیہ کی جاتی تو وہ کہتا: یہ مبارک شخص سعد کی بددعا کا نتیجہ ہے۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے اس سازش میں جراح بن سنان کا ساتھ دینے والوں کے خلاف بددعا کی: اے اللہ! اگر یہ لوگ فخر وغرور اور ریاکاری کے طور پر نکلے ہیں تو ان کے علاقوں کو پرمشقت بنا دے۔ وہ اسی طرح کے حالات کا شکار رہے اور جس روز یہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں آئے تو جراح کے تلواروں کے ذریعے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے مشرکین کا خون بہایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مجھے فرمایا: (سعد! تیراندازی کرو) میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات مجھ سے پہلے کسی کے لیے نہیں فرمائے، میں نماز کو اسلام کا پانچواں رکن تسلیم کرتا ہوں جبکہ بنواسد اس زعم میں مبتلا ہیں کہ میں اچھی طرح نماز نہیں پڑھتا اور یہ کہ شکار مجھے غافل کر دیتا ہے۔

محمد بن مسلمہ سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کے تاثرات سن کر روانہ ہوئے اور انہوں نے جراح کے ساتھیوں اور سعد رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو پوری تفصیل بتائی، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سعد! آپ نماز کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں پہلی دو رکعتیں طویل کرتا ہوں جبکہ دوسری دو رکعتیں مختصر کرتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابواسحاق! آپ کے متعلق یہی خیال تھا، اگر احتیاط نہ ہوتی تو ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سعد! آپ کے بعد کوفہ پر آپ کا جانشین کون ہے؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن عتبان۔ آپ نے انہیں برقرار رکھا، انہی کے زمانے میں نہاوند کا معرکہ ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا الزام قطعاً خلاف حقیقت تھا۔ جس نے کہا کہ آپ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے تو وہ شخص خودغرض ہے، وہ کسی ایسے شخص سے دشمنی چاہتا ہے جو کہ کبار صحابہ اور عظیم سپہ سالاروں میں سے ہے، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے موقع پر جبکہ مسلمانوں کی فوج لڑائی میں مشغول تھی اس فتنے کو دبانا چاہا، لہٰذا انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ ان کے خلیفہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا، حالانکہ خلیفہ جانتے تھے کہ سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ تہمت ایک چال ہے، کیونکہ انہوں نے جراح اور اس کے ساتھیوں سے کہا: تمہارے اس منصوبے کے مبنی برشر ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم نے یہ اعتراض اس وقت اٹھایا ہے جب ہر طرف سے دشمن تمہارے خلاف تیار ہو چکا ہے لیکن اللہ کی قسم! ان حالات میں بھی میں تمہارے معاملے پر غور وفکر کروں گا، انسان حسد سے بچ نہیں سکتا، عظیم لوگوں پر حسد کرنے والے اور طعنہ زنی کرنے والے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بہت ہوتے ہیں، لیکن ان کے بلند مقام و مرتبے تک پہنچے والے کم ہی ہوتے ہیں۔

فتح اصبہان [1]

اصبہان کو اصفہان بھی کہتے ہیں، یہ بلاد فارس میں سے عراق عجمی میں ایک شہر ہے، یہ شہر نہر زندروذ کے کنارے پر واقع ہے جو کہ وہاں سے شمال کی جانب، طہران سے جنوب کی جانب دوسو دس میل کی مسافت پر ہے اور اصفہان ایک وسیع و عریض میدانی علاقہ ہے جسے نہر زندروذ سیراب کرتی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عتبان کو اصفہان کی طرف روانہ کیا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے ان کی مدد فرمائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو کوفہ سے معزول کر دیا تھا اور ان کی جگہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکمران بنایا تھا، عبداللہ اصبہان کی طرف روانہ ہوئے، جیّ اس کا صدر مقام تھا جبکہ اسبیدان وہاں کی فوج کا سربراہ تھا، اس کے ہراول دستے پر شہریار بن جاذویہ کی کمان تھی اور وہاں کے بادشاہ کا نام فاذوسفان تھا، اس شہر کے محاصرے اور وہاں قتال کے بعد وہاں کے بادشاہ فاذوسفان نے عبداللہ بن عتبان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ جو شخص یہاں رہنا چاہے تو وہ جزیہ ادا کرے گا اور اس صورت میں وہ اپنے مال کا مالک ہوگا اور تم نے جو زمین قبضہ میں لی ہے اس پر وہ اپنی مرضی سے کاشت کریں گے اور تمہیں بس جزیہ دیتے رہیں گے اور اگر کوئی شخص ہمارے ساتھ اس معاہدے میں شریک ہونے سے انکار کر دے تو وہ جہاں جانا چاہے جا سکتا ہے اور اس کی زمین تمہاری ہوگی۔ عبداللہ بن عتبان نے کہا: تمہیں اس کا اختیار ہے، اہل اصفہان میں سے صرف تیس آدمیوں کے سوا باقی سب نے اسے قبول کیا اور وہ تیس آدمی کرمان چلے گئے۔ عبداللہ اور ابوموسیٰ جیّ میں داخل ہوئے اور اس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، جواب میں عمر نے عبداللہ کے نام خط لکھا کہ آپ روانہ ہوں، حتیٰ کہ آپ سہیل بن عدی کے پاس جائیں اور ان کے ساتھ مل کر اہل کرمان کے ساتھ قتال کریں، پس وہ روانہ ہوئے اور اصفہان پر سائب اقرع کو جانشین مقرر کیا، عبداللہ، سہیل کے کرمان پہنچنے سے پہلے ہی ان سے جا ملے، صلح اصفہان کے معاہدے کی عبارت یہ ہے:

---

[1] معجم البلدان: ۱/ ۲۰۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عبداللہ کی طرف سے خاذ وستان، اہل اصفہان اور اس کے گرد ونواح کے لوگوں کے لیے معاہدہ، جب تک تم جزیہ دیتے رہو گے تمہاری امان برقرار رہے گی، تمہاری طاقت کے مطابق تم پر جزیہ مقرر ہے اور تم یہ جزیہ ہر بالغ شخص کی طرف سے ہر سال اپنے علاقوں کے حکمران کو ادا کرو گے، مسلمان کی راہنمائی، اس کے طریق کی اصلاح، اس کی دن اور رات کی ضیافت اور پیادہ کو ایک مرحلہ کی مسافت تک سواری فراہم کرنا تم پر لازم ہوگا، تم کسی مسلمان پر حکمرانی نہیں کرو گے، تمہاری خیر خواہی کرنا اور تم پر جو لازم ہے اسے ادا کرنا مسلمانوں کا حق ہوگا، جب تک تم اس معاہدے کی پابندی کرو گے تمہیں امان دی جائے گی، جب تم اس میں کوئی تبدیلی کرو گے یا تم میں سے کوئی شخص اس میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرے گا اور تم اسے حوالے نہیں کرو گے تو پھر تمہارے لیے کوئی امان نہیں ہوگی، اگر کسی نے کسی مسلمان کو برا بھلا کہا تو اس کا مؤاخذہ ہوگا اور اگر وہ اسے مارے گا تو ہم اس سے قتال کریں گے، عبداللہ نے اسے لکھا اور عبداللہ بن قیس، عبداللہ بن ورقاء اور عصمہ بن عبداللہ اس تحریر کے وقت موجود تھے۔

آذربائیجان کی فتح [1]

نعیم بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ ہمذان میں تھے، جبکہ دیلم، اہل رے اور اہل آذربائیجان، ہمذان اور قزوین کے درمیان واج روذ میں اکٹھے ہوئے، پس نعیم ان کی طرف روانہ ہوئے، جہاں بہت گھمسان کی جنگ ہوئی، یہ بھی ایک بہت بڑا معرکہ تھا جو کہ نہاوند کے برابر تھا، پس فارسیوں کو بہت بری شکست اٹھانا پڑی۔ نعیم نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام فتح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے نعیم کو رے کی طرف جانے اور وہاں کے باشندوں سے قتال کرنے اور پھر فتح کے بعد وہیں قیام کرنے کا حکم دیا۔

رے وغیرہ کی فتح (۲۲ ہجری سن ۶۴۳ء) [2]

رے عراق عجم سے طہران کے جنوب مشرق کی طرف پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر بلاد دیلم

---

[1] معجم البلدان: ۵/ ۳۴۱۔ [2] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا ایک شہر ہے اس کا قدیم اور مشہور شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ مؤرخین عرب کا بیان ہے: کہ یہ بلاد جبال کا ایک قصبہ ہے جو کہ نیشاپور سے ایک سو ساٹھ فرسخ کی مسافت پر ہے، رے اور قزوین کے درمیان ستائیس فرسخ کی مسافت ہے اور وہ سابلہ کے راستہ پر حاجیوں کا مرکز تھا۔ اصطخری نے کہا: رے اصفہان سے بھی بڑا تھا، کیونکہ اس نے کہا: پہاڑی سلسلے میں رے کے بعد اصفہان سے بڑا کوئی شہر نہیں، پھر کہا: مشرق میں بغداد کے بعد رے سے زیادہ آباد شہر کوئی نہیں، اگرچہ نیشاپور وسعت کے لحاظ سے اس سے بڑا ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بلاد فرس کی طرف بلاتوقف مسلمانوں کی فوجیں بھیجنے اور ان سے لڑائی کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یزدجرد نے سر جھکانے سے انکار کر دیا، بحر قزوین کے جنوب میں آباد قومیں رستم کے بھائی اسفندیار کی کمان میں رے کے دفاع کے لیے اکٹھی ہو چکی تھیں، ادھر مسلمان نعیم کی زیر قیادت ان سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے اور انہوں نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ اسفندیار آذربائیجان کی طرف پلٹ گیا، وہاں بھی شکست اس کا مقدر بنی اسے قید کر لیا گیا اور یزدجرد رے سے اصفہان کی طرف فرار ہو گیا اور وہاں کا دفاع رے کے بادشاہ کے ذمے لگا دیا، جس کا نام سیاوخش بن مہران بن بہرام تھا، سیاوخش نے دنباوند، قومس اور جرجان والوں سے مدد کی درخواست کی تو انہوں نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے اس کی مدد کی، وہ شہر کی جانب جبل رے کے دامن میں مسلمانوں سے ملے، وہاں ان کی لڑائی ہوئی۔ جب نعیم واج روذ سے واپس آیا تو رے کی طرف آتے ہوئے زینبی نامی رئیس ان سے ملا، اس نے نعیم سے صلح کی درخواست کی اور یہ درخواست رے کے بادشاہ سیاوخش کی مخالفت میں تھی، جس کا ابھی ذکر گزرا۔ اس نے نعیم سے کہا: مخالف فوج کی تعداد زیادہ ہے جبکہ آپ قلت میں ہیں، پس آپ ایک لشکر میرے ساتھ روانہ کریں میں انہیں ایسی جگہ سے ان کے شہر میں داخل کروں گا جس کا انہیں شعور بھی نہیں ہوگا، آپ ان سے لڑائی کریں کیونکہ جب ہم ان پر حملہ کے لیے آئیں گے تو پھر وہ آپ کے سامنے ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔ نعیم نے اپنے بھتیجے منذر بن عمر کی قیادت میں رات کے وقت ایک لشکر اس کے ساتھ روانہ کر دیا تو زینبی نے انہیں شہر میں داخل کر دیا جبکہ وہاں کے باشندوں کو پتہ بھی نہ چلا،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے ان سے قتال کیا اور اہل رے کو شکست دے دی۔ رے کا شرف و اعزاز اہل زینبی میں برقرار رہا، نعیم نے ان کا شہر تباہ و برباد کر دیا، یہ وہی شہر ہے جسے "العتیقہ" کہا جاتا ہے، آپ نے زینبی کو حکم دیا تو اس نے نئے سرے سے رے کو تعمیر کیا اور نعیم نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام فتح کا خط لکھا اور اخماس روانہ کیے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ نے رے کی فتح کے متعلق خبر موصول کی تو انہوں نے نعیم کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بھائی سوید بن مقرن کے ساتھ ہند بن عمرو جملی وغیرہ کو قومس کی طرف روانہ کریں۔ سوید نے جنگ کے بغیر ہی وہاں پر قبضہ کر لیا اور طبرستان کی طرف پناہ حاصل کرنے والوں نے بھی سوید سے صلح کر لی۔ پھر وہ جرجان کی طرف روانہ ہوئے، وہاں کے بادشاہ زرنان نے بھی جزیہ دینے اور حرب جرجان سے بے نیاز ہو جانے کی شرط پر صلح کر لی اور دوسری شرط یہ تھی کہ اگر وہ (زرنان) کہیں مغلوب ہوا تو اس صورت میں سوید اس کی مدد کرے گا۔ سوید نے اس کی اس شرط پر صلح کر لی۔

اہل رے کی صلح [1]

نعیم نے اہل رے سے صلح کا معاہدہ لکھا جس کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ عہد نامہ ہے جس کے تحت نعیم بن مقرن نے زینبی بن قولہ کو اہل رے پر امان دی اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی امان میں شامل ہوں گے جو ان کے علاوہ ہیں۔ یہ ہر سال اپنے بالغ شخص کی طرف سے طاقت کے مطابق جزیہ دیا کریں گے، یہ مسلمانوں کے ساتھ مخلص رہیں گے، ان کی خیر خواہی کریں گے اور خاطر داری کریں گے، خیانت کریں گے نہ چوری کریں گے، ایک رات اور ایک دن مسلمانوں کی مہمان نوازی کریں گے اور مسلمان کی تعظیم کریں گے، جس نے کسی مسلمان کو برا بھلا کہا یا اس کی تحقیر کی تو اسے سخت سزا دی جائے گی، جس نے کسی مسلمان کو مارا تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور جس نے ان میں سے کوئی چیز بدلی تو وہ صحیح سلامت نہیں رہے گا گویا اس نے تمہاری

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جماعت کو بدل ڈالا۔ یہ معاہدہ لکھا گیا اور اس پر گواہ بنائے گئے۔

نعیم نے اہل قومس، اہل جرجان اور اہل طبرستان کے لیے بھی اسی معنی ومفہوم کے مطابق صلح نامہ تحریر کیا۔

مدینۃ الباب کی فتح [2]

الباب یا باب الابواب، بحر طبرستان پر واقع ایک شہر ہے۔ بحر طبرستان کو بحر الخزر (بحر کیسپین) بھی کہتے ہیں، یہ ایک بہت بڑی سرحد ہے اور اس کی جانب ایک پہاڑ ہے جو ذئب سے معروف ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اور سراقہ بن عمرو کو بصرہ کی طرف لوٹایا، وہ ذوالنور کو باب کی طرف بلاتے تھے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو ہراول دستے کا امیر مقرر کیا، میمنہ پر حذیفہ بن اسید غفاری اور میسرہ پر بکیر بن عبداللہ لیثی کو امیر لشکر مقرر کیا۔ باب کے سامنے آمد سے پہلے سراقہ بن عمرو موجود تھے، پس جب عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی قیادت میں ہراول دستہ آیا تو ان دنوں وہاں کے بادشاہ شہر براز نے ان سے معاہدہ کرنا چاہا، وہ ایک فارسی النسل شخص تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ سے امان طلب کی تاکہ وہ ان کے پاس آئے، انہوں نے اسے امان دے دی تو شہر براز ان کے پاس آیا اور انہیں کہا:

میں ایک کتے کی صفت جیسے دشمن اور مختلف قوموں کے مقابل ہوں وہ احساب کی طرف منسوب نہیں، کسی حسب والے اور عقل مند شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان جیسے لوگوں کی مدد کرے اور اس کے لیے یہ بھی شایان نہیں کہ وہ احساب والوں اور اصول والوں کے خلاف ایسے لوگوں سے مدد طلب کرے اور حسب والا جہاں کہیں سے بھی ہو وہ حسب والے کے قریب ہوتا ہے، میرا قبج سے کوئی تعلق ہے نہ ارمن سے، تم میرے ملک اور میری قوم پر غالب آچکے ہو میں آج تم میں سے ہوں، میرا ہاتھ تمہارے ہاتھوں کے ساتھ اور میرا خلوص تمہارے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں برکت عطا فرمائے، ہم ہر لحاظ سے تمہاری مدد کریں گے اور تمہاری پسند کے مطابق کام کرنے کا اہتمام کریں گے لہٰذا تم جزیہ کے ذریعے

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۴۰۔۵۴۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مجھے ذلیل نہ کرو ورنہ تم اپنے دشمن کے لیے ہمیں کمزور کر دو گے۔

عبدالرحمٰن نے کہا:

مجھ پر ایک آدمی نگران ہے وہ تمہارے پاس آ چکا ہے پس آپ اس کے پاس جائیں، وہ سراقہ کے پاس گیا اور اس نے جزیہ نہ لینے کے بارے میں ان سے بھی اسی مثل گفتگو کی، تو سراقہ نے کہا:

میں نے تمہاری یہ درخواست قبول کی اور اس میں وہ بھی شامل ہیں جو اس معاہدے کی پابندی کرتے ہوئے تمہارے ساتھ ہیں، لیکن جو شخص قیام کرے گا اور جائے گا نہیں تو اس پر جزیہ لازمی ہے۔

اس نے یہ بات قبول کی اور یہ اس شخص کے بارے میں دستور بن گیا جو مشرک دشمنوں سے لڑائی کرے گا اور جس شخص کے پاس جزیہ نہ ہو وہ بھی جزیہ دینے سے مستثنیٰ ہو گا، مگر جو لوگ جانا چاہیں تو اس سال ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، سراقہ نے اس کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا تو انہوں نے اس کی سراقہ کو اجازت مرحمت فرمائی اور ان کی اس پالیسی کو سراہا۔ سراقہ نے شہر براز کے لیے جو معاہدہ تحریر کیا اس کی عبارت درج ذیل ہے:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عامل سراقہ بن عمرو نے شہر براز اور ارمینیہ وارمن کے باشندوں کو امان کے طور پر لکھ کر دی ہے، اس نے ان کی جانوں، ان کے مالوں اور ان کے مذہبوں کے متعلق انہیں امان لکھ کر دی، یہ کہ انہیں کسی قسم کا نقصان اور تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اور ارمینیہ کے غیر مقامی اور مقامی اور جو بھی ان کے اردگرد ہیں ان پر یہ امان ہے، وہ ان کے ساتھ داخل ہوئے کہ وہ ہر حملہ کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نکلیں گے اور حکمران جس کام کو بہتر سمجھے وہ ہر اس امر پر عمل پیرا ہوں گے اور اس معاہدے کو قبول کرنے والے شخص سے جزیہ وضع کر دیا جائے گا بجز حشر کے، جبکہ حشر ان کے جزیہ کا عوض ہے۔ جو شخص ان میں سے اس سے بے نیاز ہو گیا تو اس پر اہل آذربائیجان کی مثل جزیہ واجب ہو گا، راہنمائی کرنا اور ایک مکمل دن کی مہمان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نوازی کرنا ان پر واجب ہوگا، اگر انہوں نے جمع کیا تو یہ ان سے وضع کر دیا
جائے گا اور اگر انہوں نے ترک کر دیا تو یہ ان سے لیا جائے گا۔ مرضی بن مقرن
نے یہ معاہدہ تحریر کیا اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ، سلمان بن ربیعہ اور بکیر بن عبداللہ
کے ساتھ اس کے گواہ بھی بنے۔

اس کے بعد سراقہ نے ارمینیہ کے اردگرد اہل جبال سے لڑائی لڑنے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا، جبکہ بکیر نے جبال قبج سے اہل موقان سے ہر بالغ شخص پر ایک دینار یا اس کے مساوی قیمت پر جزیہ دینے کی شرط پر صلح کر لی، موقان آذربائیجان کی ایک ریاست ہے قاصد اردبیل سے تبریز تک پہاڑوں میں چلتا ہے۔

سراقہ بن عمرو وفات پا گئے تو عبدالرحمٰن بن ربیعہ ان کے جانشین بنے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں برقرار رکھا اور عبدالرحمٰن کو بھی سراقہ کی طرح ذوالنور کہا جاتا تھا۔

ترک کی لڑائی [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو ترکوں سے لڑنے کا حکم دیا تو وہ اپنا لشکر لے کر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ باب سے گزرے تو شہر براز نے انہیں کہا: آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں بلنجر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ بلنجر باب الابواب کے پیچھے بلاد خزر کا ایک شہر ہے۔

شہر براز نے کہا: ہم تو ان سے اس بات پر بھی خوش ہیں کہ وہ ہمیں باب ہی میں رہنے دیں، عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن ہم تو ان سے اس بات پر راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ہم ان کے گھروں میں نہ پہنچ جائیں۔ اللہ کی قسم! ہمارے ساتھ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہمارا امیر ہمیں اجازت دے تو میں انہیں الروم تک لے جاؤں، اس نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، وہ اس کام (جہاد) میں خلوص نیت کے ساتھ شریک ہوئے ہیں، وہ زمانہ جاہلیت میں بھی صاحب حیا اور صاحب تکریم تھے، (اسلام قبول کر لینے پر) ان کا حیا اور ان کا تکرم مزید بڑھ گیا، یہ ان کی دائمی صفت رہے گی،

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۴۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نصرت و کامیابی ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی، حتیٰ کہ کوئی بھی ان پر غالب نہیں آئے گا اور جو کوئی انہیں بدلنے کی کوشش کرے گا تو وہ انہیں ان کی حالت سے پھیر دیں گے۔

عبدالرحمٰن بن ربیعہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو پہلے مرحلے میں ہی ترک ان سے خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے کہا: یہ لوگ تو کوئی فرشتے ہیں ان پر اسلحہ کارگر نہیں ہوتا۔ اس پر اتفاق ہے کہ ایک ترکی کسی جھاڑی میں چھپ گیا اور اس نے کسی ایک مسلمان پر تیر پھینک کر اسے قتل کر دیا تو اس نے اپنی فوج میں یہ اعلان کر دیا کہ یہ لوگ بھی تمہاری طرح ہی مرتے ہیں، اس طرح انہیں مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے کی جرأت ہوئی اور انہوں نے ان پر حملہ کر دیا حتیٰ کہ مسلمانوں کے سپہ سالار عبدالرحمٰن بن ربیعہ نے جام شہادت نوش کیا اور ان کے بھائی نے پرچم تھام لیا وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ انہیں اپنے بھائی کو بلنجر کے نواح میں دفن کرنے کا موقع مل گیا اور وہ جیلان کے راستے باقی مسلمانوں کو واپس لے آئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

(۲۴ ذوالحجہ سن ۲۳ ہجری بمطابق ۳ نومبر سن ۶۴۴ء) [1]

ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں دعا کی:

''اے اللہ! میں عمر رسیدہ ہوگیا، میری قوت کمزور پڑ گئی، میری رعیت پھیل گئی پس تو مجھے اس حال میں اپنے پاس بلا لے کہ میں عجز و ملامت سے پاک ہوں۔''

آپ نے یہ دعا دوران حج مکہ میں کی تھی، جب آپ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''لوگو! تمہارے لیے فرائض فرض کر دیے گئے، تمہارے لیے سنن مرتب کر دی گئیں اور میں نے تمہیں ایک واضح دین اور واضح شریعت پر چھوڑا ہے، پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر مارا (اور فرمایا): مگر یہ کہ تم لوگوں کو دائیں بائیں بھٹکا دو، پھر تم آیت رجم کے بارے میں کسی مغالطے کا شکار ہو کر ہلاک ہو جانے سے بچنا کہ کوئی کہنے والا کہے: ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں دو حدیں نہیں پاتے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رجم کرتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر لوگ یوں نہ کہتے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں نئی چیز کا اضافہ کر دیا ہے تو میں اس (آیت رجم) کو مصحف میں لکھ دیتا۔ ہم نے وہ آیت پڑھی تھی: ''اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ''۔

ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغا ہے جس نے مجھے دو ٹھونگیں ماری ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے گا اور کوئی عجمی شخص مجھے شہید کرے گا۔'' بہر صورت عمر فاروق شہادت کی موت کے مشتاق تھے اور یہ خواب متعدد مصادر سے مروی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خواب اس سال بیان کیا جس سال آپ حج کر کے مدینہ تشریف لائے تھے، اس طرح کہ آپ نے جمعہ کے روز لوگوں کو خطاب کیا اور یہ خواب انہیں بیان کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے خواب کی

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۴۔۳۳۵؛ تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تعبیر بیان کی تھی، کیونکہ مرغے کا خواب میں نظر آنے سے کوئی عجمی شخص مراد ہے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں جبکہ وہ خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتی تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اسماء نے ابوبکر سے استفادہ کیا۔

جس شخص نے عمر رضی اللہ عنہ پر وار کیا وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤہ فیروز تھا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے انہوں نے غزوۂ خندق کے سال اسلام قبول کیا وہ بصیرت وحلم سے موصوف تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا حکمران مقرر کیا پھر انہیں وہاں سے منتقل کر کے کوفہ کا حکمران بنا دیا۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک وہیں کے حکمران رہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں وہیں کا حکمران مقرر کیا پھر انہیں معزول کر دیا۔ انہوں نے یمامہ، فتح شام اور یرموک میں شرکت کی جبکہ یرموک میں ان کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی، آپ نے قادسیہ، نہاوند اور ہمذان وغیرہ کی فتوحات میں شرکت کی۔

عمر رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لائے تو آپ نے صفوں میں کھڑے ہو کر کہا: برابر ہو جاؤ صفیں درست کر لو، پس جب انہوں نے صفیں درست کر لیں اور برابر ہو گئے تو آپ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی، جب آپ نے نماز شروع کی تو آپ پر وار کیا گیا۔ آپ نے کہا: کتے نے مجھے قتل کر دیا، ابولؤلؤ ہاتھ میں چھری لیے دونوں طرف گھومنے لگا وہ دائیں بائیں جس کے پاس سے گزرتا تو اس پر وار کر دیتا جس سے تیرہ مسلمان زخمی ہو گئے اور ان میں سے نو شہید ہو گئے۔

جب مسلمانوں میں سے ایک شخص نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اسے پکڑنے کے لیے اپنی چادر اس پر پھینکی، جب اس نے دیکھا کہ اب وہ پکڑ لیا جائے گا تو اس نے خودکشی کر لی اور اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا۔

عمر رضی اللہ عنہ نماز مکمل نہیں کر سکتے تھے لہٰذا عباس رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے پکڑ کر آگے کر دیا، انہوں نے اس روز مختصر سی نماز ادا کی اور جو لوگ مسجد کے نواح میں تھے انہیں اس واقعہ کا کوئی علم نہیں تھا لیکن جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنی تو وہ سبحان اللہ کہنے لگے۔ جب لوگ فارغ ہو گئے تو سب سے پہلے ابن عباس، عمر کے پاس آئے، تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے فرمایا: دیکھو مجھ پر کس نے وار کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کچھ دیر چکر لگایا اور پھر کہا: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام جو کہ بڑھئی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اسے غارت کرے اسے کیا ہوا! اللہ کی قسم! میں تو اس کے بارے میں اچھائی کا حکم دیا کرتا تھا، پھر کہا:

''ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے کسی ایسے شخص کے ہاتھوں مجھے شہادت نصیب نہیں فرمائی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرض [1]

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا تو انہیں فرمایا: دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے، انہوں نے اس کا حساب کیا تو وہ چھیاسی ہزار درہم تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبداللہ! اگر آل عمر کا مال اس کے لیے کافی ہو تو اسے ان کے اموال سے میری طرف سے ادا کر دینا اور اگر وہ کافی نہ ہو تو پھر اس کے بارے میں بنو عدی بن کعب سے درخواست کرنا اور اگر ان کے اموال سے بھی پورا نہ ہو تو پھر اس کے متعلق قریشیوں سے درخواست کرنا اور ان کے علاوہ کسی اور کو تکلیف نہ دینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تدفین کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینا

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عبداللہ! ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر عرض کرو: عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے، امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں آج ان کا امیر نہیں ہوں، انہیں عرض کرنا: عمر بن خطاب اپنے دونوں محترم ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ [2] ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ انہوں نے انہیں سلام عرض کیا پھر کہا: عمر بن خطاب اپنے دونوں محترم ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں یہ جگہ اپنے لیے چاہتی تھی، لیکن آج میں انہیں اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ جب وہ واپس تشریف لائے تو بتایا گیا کہ عبداللہ بن عمر آ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اٹھاؤ، ایک آدمی نے آپ کو سہارا دیا تو انہوں نے پوچھا: کیا خبر لائے ہو؟ تو انہوں نے بتایا: عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۸؛ تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۵۔

[2] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۹؛ المنتظم: ٤/ ۳۳۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ٹھکانے سے بڑھ کر میرے لیے کوئی چیز اہم نہیں۔ عبداللہ بن عمر! دیکھو جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ اٹھا کر اس دروازے پر لے جانا پھر عرض کرنا: عمر بن خطاب اجازت چاہتا ہے، اگر عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کرنا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ صرف آج ہی کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہوئے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے اجازت مرحمت فرمائی تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے اعزاز تھا، اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے!

خلافت شوریٰ

جب عمر رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری تھا تو صحابہ نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ جانشین مقرر کریں گے؟ انہوں نے کہا: میں اس منصب کے لیے ان لوگوں سے زیادہ کسی کو زیادہ حق دار نہیں سمجھتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے آخری لمحات تک راضی رہے، ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنالیا جائے تو وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا، آپ نے علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا نام لیا، پس اگر سعد رضی اللہ عنہ کو خلافت مل جائے تو وہی خلیفہ ہوں گے ورنہ جسے بھی خلیفہ بنایا جائے تو وہ ان سے مدد حاصل کرے، کیونکہ میں نے انہیں کسی کمزوری اور خیانت کے باعث معزول نہیں کیا تھا۔ مشاورت کے لیے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ شامل کیا جبکہ خلافت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں تھا اور ایک روایت کے مطابق: انہوں نے انصار سے کہا: انہیں تین روز کے لیے کسی گھر میں داخل کر دو اگر وہ درست کام کریں تو ٹھیک ورنہ ان کے پاس جا کر انہیں قتل کر دینا۔

خلیفہ کا چناؤ [1]

جب عمر رضی اللہ عنہ کے نامزد کردہ حضرات اکٹھے ہو گئے تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنا معاملہ اپنے میں سے تین اشخاص کے سپرد کر دو! پس زبیر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو، طلحہ رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اور سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا اختیار عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء: ص ۱۳۵؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۹؛ المنتظم: ٤/ ۳۳۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب ان تین حضرات کو اختیار مل گیا تو انہوں نے مشورہ کیا، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے کون اس معاملے سے الگ ہو کر اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیتا ہے میں اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تمہیں تم میں سے بہتر اور مسلمانوں کے لیے تم سے زیادہ خیر خواہ شخص سے محروم نہیں کروں گا، یہ بات سن کر علی اور عثمان رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ دونوں اسے میرے سپرد کرتے ہیں جبکہ میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں اللہ کی قسم! میں تمہیں تم میں سے افضل اور مسلمانوں کے حق میں تم سے زیادہ خیر خواہ شخص سے محروم نہیں کروں گا! انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کی کہا: آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ کی قسم! آپ پر لازم ہے کہ اگر آپ کو خلیفہ بنایا جائے تو آپ عدل کریں گے اور اگر عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو آپ سمع و طاعت کریں گے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! پھر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں ملاقات کی تو ان سے بھی وہی گفتگو کی جو علی رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: عثمان! اپنا ہاتھ بڑھاؤ، انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو علی رضی اللہ عنہ نے اور باقی لوگوں نے ان کی بیعت کی۔

اس طرح خلافت کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کا چناؤ مکمل ہوا، یہاں میرے لیے ضروری ہوگا کہ میں کچھ عرض کروں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود کہ آپ نے ان چھ حضرات پر محدود شوریٰ تشکیل دی لیکن آپ نے سعد بن ابی وقاص کے چناؤ کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا، کیونکہ آپ نے کہا: اگر سعد کو یہ ذمہ داری سونپ دی جائے تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سے اس اعتراض کا بھی کہ، آپ نے تو خود سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا تھا، جواب دیتے ہوئے کہا: میں نے انہیں کسی کمزوری یا کسی خیانت کے پیش نظر معزول نہیں کیا تھا، مگر انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی اس صراحت و وضاحت کو اہمیت نہ دی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مہارت سے عثمان رضی اللہ عنہ کا چناؤ مکمل ہوا، کیونکہ جب انہوں نے اپنے آپ کو دستبردار کر لیا تو پھر اس انتخاب کے لیے صرف علی اور عثمان رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے تھے اور وہ دونوں خلافت کے لیے اپنے میں سے کسی ایک کے چناؤ کا اختیار انہیں دے چکے تھے پھر انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نزاع پیدا ہونے کے اندیشے کے پیش نظر ان دونوں سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کے چناؤ پر وہ اطاعت کا مظاہرہ کریں گے اس طرح انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان تین راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام، مدینہ میں موجود سپہ سالاران اور معززین مدینہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں انہیں مشورہ دیا تھا، البتہ کچھ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی میلان رکھتے تھے جیسا کہ اس کا بیان آئے گا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں ملاقات کی پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے، لیکن درست بات یہ ہے کہ بیعت علانیہ تھی جیسا کہ طبری کی روایت میں ہے، وہ اس طرح ہے کہ جب انہوں نے نماز فجر ادا کی تو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا اور مہاجرین، انصار میں سے سابقین اسلام اور ان کے افضل اشخاص اور سپہ سالاران کی طرف پیغام بھیجا تو وہ سب اکٹھے ہو گئے حتیٰ کہ مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ انہوں نے کہا: لوگو! لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہل امصار کو ان کے امصار کے ساتھ ملا دیا جائے انہوں نے جان لیا کہ ان کا امیر کون ہو۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم آپ کو اس کے اہل سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اس کے علاوہ کوئی اور مشورہ دو۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمان کسی اختلاف کا شکار نہ ہوں تو پھر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں، مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا: عمار نے ٹھیک کہا ہے، اگر آپ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں تو ہم کہیں گے: ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ ابن ابی سرح نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش مخالفت نہ کریں تو پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں، اس پر عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے سچ کہا اگر آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں تو ہم کہیں گے: ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اس پر عمار ابن ابی سرح کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا: آپ کب مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہے ہیں؟! اس پر بنو ہاشم اور بنو امیہ میں بات چیت شروع ہو گئی تو عمار رضی اللہ عنہ نے کہا:

لوگو! اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دین کے ذریعے ہمیں عزت بخشی تو تم اس معاملے کو اپنے نبی کے اہل بیت سے کہاں دور لے جا رہے ہو!

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک شخص نے کہا: ابن سمیہ! تم نے اپنی حد سے تجاوز کیا ہے، تمہاری کیا حیثیت ہے قریش کو اپنا امیر بنانے دو! [1]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: عبدالرحمٰن! اس معاملے کو فارغ کرو اس سے پہلے کہ لوگ کسی فتنے کا شکار ہو جائیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جائزہ اور مشورہ لے چکا ہوں پس اے لوگو! تم اپنے خلاف کوئی جواز نہ بناؤ۔

اور انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: آپ سے اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق لیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے بعد دونوں خلیفہ کی سیرت پر عمل کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا: میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے مبلغ علم اور اپنی طاقت کے مطابق عمل کروں گا۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے بھی وہی بات کی جو علی رضی اللہ عنہ سے کی تھی، انہوں نے جواب دیا: ٹھیک ہے، انہوں نے ان کی بیعت کی تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے انہیں زمانہ بھر کی چیزیں عطا کر دیں اور یہ کوئی پہلا دن نہیں کہ آپ نے انہیں ہم پر ترجیح نہ دی ہو، پس صبر جمیل ہے اور آپ جو کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں، اللہ کی قسم! آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لیے ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ اختیار و معاملہ آپ کے سپرد کریں گے اور اللہ تعالیٰ ہر روز مصروف عمل ہے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: علی! اپنے خلاف کوئی جواز پیدا نہ کریں کیونکہ میں نے لوگوں کا جائزہ لیا اور مشورہ کیا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے مساوی کسی کو بھی نہیں سمجھتے۔ یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو وہ کہہ رہے تھے: معاہدہ اپنی مدت پوری کرے گا۔

مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم! آپ نے انہیں چھوڑ دیا حالانکہ ان کا شمار ایسے لوگوں میں سے ہوتا ہے جو حق کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: مقداد! اللہ کی قسم! میں نے مسلمانوں کی خاطر کوشش کی ہے۔

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۸۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے کہا: اگر آپ نے یہ اللہ کی رضا کی خاطر کیا ہے تو آپ محسنین کا ثواب پاتے۔
مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے نہیں دیکھا جو اس اہل بیت کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیا گیا ہے۔ مجھے تو قریش پر تعجب ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی عالم ہے نہ اس سے زیادہ کوئی عدل وانصاف کرنے والا ہے، اللہ کی قسم! کاش کہ میں اس کے لیے اعوان وانصار پاتا۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: مقداد! اللہ سے ڈر جاؤ کیونکہ مجھے تمہارے متعلق فتنے کا اندیشہ ہے۔

کسی شخص نے مقداد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس گھر کے اہل کون ہیں اور یہ آدمی کون ہیں؟

انہوں نے کہا: اہل بیت بنوعبدالمطلب ہیں اور آدمی علی بن ابی طالب ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ قریش کی طرف دیکھ رہے ہیں جبکہ قریش اپنے خاندان کی طرف دیکھ رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں: اگر بنو ہاشم تمہارے سربراہ بن گئے تو پھر یہ سربراہی ان سے کبھی بھی باہر نہیں آئے گی، (ہمیشہ بنو ہاشم ہی سربراہ رہیں گے) اور اگر ان کے علاوہ قریش کے کسی دوسرے خاندان میں سربراہی ہوگی تو یہ تمہارے درمیان گردش کرتی اور منتقل ہوتی رہے گی۔

ان دنوں طلحہ رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے، جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی وہ اس روز تشریف لائے۔ انہیں کہا گیا: عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرو۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: آپ کو مکمل اختیار حاصل ہے اگر آپ انکار کرتے ہیں تو میں اس خلافت کو واپس کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: کیا آپ اسے واپس کر دیں گے؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! طلحہ نے پوچھا: کیا تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی راضی ہوں جس پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے میں اس سے اعراض نہیں کرتا اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی کیونکہ انہوں نے جیسا کہا: انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جائزہ لیا اور مشورہ کیا بایں ہمہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے سسرالی رشتہ دار تھے، لیکن علی رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت تھی اوران کے کچھ افراد تھے جوان کی تائید کرتے تھے۔ اگر اس وقت دور حاضر کا نظام انتخاب ہوتا تو ہر ایک انتخابات کے نتیجے کو تسلیم کر لیتا اور امت کی رغبت و پسند کے ظاہر ہونے سے شک زائل ہو جاتا، یہ ضرور ہے کہ اس جدید نظام میں کچھ نقائص اور برائیاں ہیں لیکن پھر بھی وہ بہتر ہے، کوئی شک نہیں کہ انہیں خلافت میں شوریٰ کے طے کرنے میں فضیلت حاصل ہے۔

طبری کی ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے دھوکہ ہو گیا اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے چناؤ کے بعد اس کی صراحت کی، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے دھوکہ کیا۔ جب انہوں نے شوریٰ کے اجلاس کے دنوں میں ان سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن ایک مجتہد شخص ہیں کیونکہ جب آپ انہیں اپنا پختہ ارادہ ظاہر کر دیں گے تو اس طرح وہ آپ کے بارے میں زیادہ خیر خواہی کریں گے لیکن جہد و طاقت ضروری ہے، کیونکہ اس طرح وہ آپ کے بارے میں زیادہ رغبت رکھیں گے۔ اس کے بعد وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہیں کہا: عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک مجتہد شخص ہیں اللہ کی قسم! پختہ ارادہ ظاہر کیے بغیر وہ آپ کی بیعت نہیں کریں گے آپ قبول کریں پس اسی لیے علی رضی اللہ عنہ نے اسے دھوکہ قرار دیا، ان دنوں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مدینہ میں تھے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے عبیداللہ بن عمر سے تلوار پکڑی تھی جیسا کہ اس کا بیان آئے گا۔

اگر طبری کی یہ روایت صحیح ہو تو پھر علی رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بات سے دھوکہ کھا گئے، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جب انہوں نے ان کو بلایا تو اس طرح جواب دیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے مبلغ علم اور اپنی طاقت کے مطابق عمل کروں گا۔ جہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو انہوں نے کہا تھا: جی ہاں، جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے، علی رضی اللہ عنہ نے جہد و طاقت کے ساتھ عمل کرنے کا جواب دیا جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عزیمت کے ساتھ جواب دیا تو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

عمر رضی اللہ عنہ کی لوگوں کو وصیت [1]

جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، پھر اہل مدینہ پھر اہل شام

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۶۔۳۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور پھر اہل عراق آپ کے پاس آئے، جب بھی لوگ آپ کے پاس آتے تو وہ روتے اور آپ کی مدح سرائی کرتے۔ ان میں سے بعض نے آپ سے وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے کہا:

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ تمسک اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جب تک تم اس کی اتباع کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ عام لوگ تو بڑھ رہے ہیں جبکہ وہ کم ہو رہے ہیں، میں تمہیں انصار کے ساتھ بھی حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کی گھاٹی ہیں جس نے ان کے ہاں پناہ حاصل کی، میں تمہیں اعرابیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہاری اصل اور بنیاد ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے: وہ (اعرابی) تمہارے بھائی اور تمہارے دشمنوں کے دشمن ہیں، میں تمہیں ذمیوں کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور تمہاری اولاد کے رزق کا سبب ہیں، میرے پاس سے چلے جاؤ۔" [1]

اپنے بعد والے خلیفہ کے لیے وصیت [2]

عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت فرماتے ہیں:

"میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے، مہاجرین اولین کے حقوق کی حفاظت کرنے اور ان کی حرمت کو پہچاننے کی وصیت کرتا ہوں، میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ مفتوحہ علاقوں اور نو آبادیات کے باشندوں کے ساتھ بہتر سلوک کرے، کیونکہ وہ اسلام کے معاون، دشمن کے لیے غیظ اور مال اکٹھا کرنے والے ہیں اور ان سے صرف وہی کچھ لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے زائد ہو اور وہ اسے رضا مندی سے ادا کریں، میں اسے انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ انہوں نے مہاجرین ایمانداروں کو ٹھکانا بخشا یہ کہ ان

[1] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۳۶-۳۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے محسنین سے قبول کیا جائے اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کیا جائے، میں اسے اعرابیوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی اصل اور اسلام کا مادہ ہیں، یہ کہ ان کے مال سے زکوٰۃ لے کر ان کے فقرا میں تقسیم کر دی جائے، میں اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ و امان کا خیال کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے عہد و امان کو پورا کرے اور یہ کہ ان کی طاقت کے مطابق ہی ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائے اور ان کے دشمنوں سے قتال کرے۔"

یہ عمر رضی اللہ عنہ کی دو وصیتیں ہیں، پہلی عام لوگوں کے لیے ہے، جبکہ دوسری خلیفہ کے لیے خاص ہے، انہوں نے اپنی پہلی وصیت کا آغاز "کتاب اللہ" سے اور دوسری کا "تقویٰ اللہ" سے کیا، یہ ان کے عقیدے کے ساتھ آخری وقت تک تمسک اختیار کرنے کی دلیل ہے، یہ عقیدہ جوان کے دل میں راسخ تھا حوادث زمانہ اس میں کمزوری پیدا نہیں کر سکے، پھر وہ اپنی سختی پر کاربند رہے لیکن جب انہوں نے وفات پائی تو ان کے دل میں کسی ایک کے بارے میں بھی حقد و کینہ نہیں تھا، بلکہ ان کی اپنے بعد والے خلیفہ کے لیے وصیت تھی کہ وہ لوگوں پر شفقت کرے اور فقرا کا خیال رکھے جیسا کہ انہوں نے انصار کے بارے میں کہا:

یہ کہ ان کے محسنین سے قبول کرے اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرے اور انہوں نے اعرابیوں کے بارے میں وصیت فرمائی کہ ان کے مال دار لوگوں کے مال سے زکوٰۃ لے کر ان کے فقرا میں تقسیم کر دی جائے اور یہ کہ ان کی طاقت سے بڑھ کر انہیں کوئی ذمہ داری نہ دی جائے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے بیان کیا: مجھے بتایا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ کو مومنوں کے کسی معاملے کے متعلق کچھ بھی ذمہ داری سونپی گئی تو بنو عبدالمطلب کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا۔ اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ کو مسلمانوں کے کسی معاملے کی کوئی ذمہ داری سونپی گئی تو بنو ابو معیط کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کر دینا، اسی طرح انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا: عبدالرحمٰن! اگر آپ لوگوں کے کسی کام کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ذمہ دار ہوں تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ ان کے بعد خلیفہ اپنے رشتہ داروں سے طرف داری کرے گا۔ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرے گا مستحقین کو محروم کر دے گا اور اس طرح حقوق مارے جائیں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابولؤلؤہ [1]

عمر رضی اللہ عنہ کسی بالغ قیدی کو مدینہ منورہ میں آنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے حتیٰ کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ والی کوفہ نے ان کے نام خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو کہ بہت ہنرمند ہے اور وہ اسے مدینہ میں آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بہت سے کام جانتا ہے جس میں لوگوں کے لیے فائدے ہیں، وہ لوہار ہے، نقش و نگار کا ماہر اور بڑھئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور انہیں اس شخص کو مدینہ بھیجنے کی اجازت مرحمت فرمائی، مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ماہانہ سو درہم ٹیکس مقرر کیا، وہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خراج کے زیادہ ہونے کی آپ سے شکایت کی، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کون سے کام اچھی طرح کر لیتے ہو؟ اس نے آپ کو وہ اعمال بتائے جس میں اسے مہارت حاصل تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تمہارے کام کی مہارت کے حوالے سے تو تمہارا خراج کوئی زیادہ نہیں، وہ ناراضی کے عالم میں واپس چلا گیا، عمر رضی اللہ عنہ نے چند روز توقف کیا، ایک دن وہ غلام آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اسے بلا کر کہا: کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم کہتے ہو: اگر میں چاہوں تو ہوا سے چلنے والی چکی بنا سکتا ہوں؟ وہ غلام غصے اور ناپسندیدگی کے عالم میں عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا، اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ افراد موجود تھے، اس نے کہا: میں آپ کے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا کہ لوگ اس کا چرچا کرتے رہیں گے، جب وہ غلام مڑا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس موجود حضرات کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اس غلام نے مجھے ابھی ابھی دھمکی دی ہے، چند دن گزرے پھر ابولؤلؤۃ نے اپنی چادر میں دوسروں (دھاری) والا خنجر چھپا رکھا تھا جس کا دستہ اس کے وسط میں تھا اور اس نے عمر رضی اللہ عنہ پر وار کیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا

[1] تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۳؛ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے اور اس کا ایک وار ناف کے نیچے لگا تھا۔

ابولؤلؤہ کو ایک دوسرے لحاظ سے عمر رضی اللہ عنہ سے حقد و کینہ تھا، کیونکہ عربوں نے اس کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا وہ جب بھی کسی چھوٹے قیدی کو دیکھتا تو ان کے پاس آ کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتا اور رو کر کہتا: عربوں نے میرا جگر گوشہ کھا لیا اور وہ خود بھی نہاوند کے قیدیوں میں سے تھا۔

عبیداللہ بن عمر اور ان کا ہرمزان کو قتل کرنا [1]

جب ابولؤلؤہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو اس نے بڑے اہتمام سے دو دھاری خنجر بنایا، اسے تیز کیا اور پھر اسے زہر آلود کیا، پھر اسے لے کر ہرمزان کے پاس آیا اور کہا: تمہارا اس خنجر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: میرا تو خیال ہے کہ تو اس کے ذریعے جس پر بھی وار کرے گا اسے قتل کر دے گا۔ ہرمزان فارسیوں کے سپہ سالاران میں سے تھا، مسلمانوں نے اسے تستر کے مقام پر قید کر لیا تھا اور انہوں نے اسے مدینہ بھیج دیا، جب اس نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس نے پوچھا: ان کے محافظ و دربان کہاں ہیں؟ صحابہ نے بتایا: ان کا کوئی محافظ ہے نہ دربان اور نہ کوئی سیکرٹری ہے نہ کوئی دیوان، تو اس نے کہا: انہیں تو نبی ہونا چاہیے، پھر وہ مسلمان ہو گیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے دو ہزار مقرر کر دیے اور اسے مدینہ میں قیام کرایا۔

طبقات ابن سعد میں نافع کی سند سے ایک روایت ہے انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے وہ چھری دیکھی جس کے ذریعے عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا، [2] انہوں نے کہا: میں نے گزشتہ روز یہ چھری ہرمزان اور جفینہ کے پاس دیکھی تھی تو میں نے پوچھا: تم اس چھری سے کیا کرتے ہو؟ تو ان دونوں نے کہا: ہم اس کے ذریعے گوشت کاٹتے ہیں، کیونکہ ہم گوشت کو چھوتے نہیں، اس پر عبیداللہ بن عمر نے عبدالرحمان سے پوچھا: کیا آپ نے یہ چھری ان دونوں کے پاس دیکھی تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں، پس انہوں (عبیداللہ) نے اپنی تلوار پکڑی اور ان دونوں کے پاس آئے تو انہیں قتل کر دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ کو بلا بھیجا جب وہ ان کے

---

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۰۲؛ المنتظم: ۴/ ۲۳۴۔ [2] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: آپ کو ان دونوں افراد کو قتل کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا جبکہ وہ دونوں ہماری امان میں ہیں؟ یہ سنتے ہی عبیداللہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا حتیٰ کہ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ سے بچایا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں (عبیداللہ) بلا بھیجا تھا تو انہوں نے تلوار حمائل کر لی تھی لیکن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی کے ساتھ کہا کہ اسے اتار دو تو انہوں نے تلوار اتار کر رکھ دی۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے: کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولؤلؤہ کے پاس سے گزرا تھا جبکہ جفینہ اور ہرمزان بھی اس کے ساتھ تھے اور وہ سرگوشی کر رہے تھے، جب میں اچانک ان کے پاس پہنچا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک خنجر ان کے مابین گر پڑا اس کے دو پھل (دو دھاری والا) تھے اور اس کا دستہ اس کے وسط میں تھا پس دیکھو کہ جس خنجر سے عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے وہ کیسا ہے؟ پس انہوں نے دیکھا تو وہ خنجر بالکل ویسے ہی تھا جیسے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا، جب عبیداللہ بن عمر نے عبدالرحمن بن ابی بکر سے یہ سنا تو وہ تلوار لے کر چل دیے حتیٰ کہ ہرمزان کو آواز دی، جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: میرے ساتھ چلو حتیٰ کہ ہم اپنے ایک گھوڑے کو دیکھیں اور خود اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ آپ کے آگے چلنے لگا تو انہوں نے اس پر تلوار کا وار کیا، عبیداللہ بیان کرتے ہیں: جب اس نے تلوار کی حدت محسوس کی تو اس نے "لا الہ الا اللہ" پڑھا۔ عبیداللہ کہتے ہیں: میں نے جفینہ کو آواز دی وہ حیرہ کے نصاریٰ میں سے ایک نصرانی تھا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مددگار تھا انہوں نے اسے صلح کے لیے مدینہ بھیجا تھا جو کہ اس کے اور ان کے درمیان ہوئی تھی، وہ مدینہ میں کتابت سکھاتا تھا جب میں نے اسے تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنایا، پھر عبیداللہ آگے بڑھے اور انہوں نے ابولؤلؤہ کی چھوٹی بیٹی کو قتل کر دیا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ عبیداللہ کا ارادہ تھا کہ وہ آج مدینہ میں کسی قیدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، مہاجرین اولین ان (عبیداللہ) کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور انہیں روکا اور انہیں دھمکی دی تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں انہیں ضرور قتل کروں گا اور وہ بعض مہاجرین کو بھی خاطر میں نہ لائے حتیٰ کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مسلسل لگے رہے حتیٰ کہ انہوں نے تلوار عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی، پھر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو ان دونوں نے ایک دوسرے کے پیشانی کے بال پکڑ لیے حتیٰ کہ وہ ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئے، عثمان رضی اللہ عنہ آئے ابھی ان کی بیعت نہیں کی گئی تھی حتیٰ کہ وہ عبیداللہ سے دست وگریبان ہو گئے تو دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی کے بال پکڑ لیے، عبیداللہ کے جفینہ، ہرمزان اور ابولؤلؤہ کی بیٹی کو قتل کرنے سے زمین پر اندھیرا چھا گیا، پھر اس کے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان لوگ حائل ہو گئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ اسے کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے تم نے ایک نمازی شخص کو، ایک چھوٹی بچی کو اور ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری میں تھا، تمہیں چھوڑ دینا حق وانصاف پر مبنی نہیں ہوگا۔

ہرمزان اور جفینہ کی عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی سازش [1]

ہم نے وہ سبب ذکر کر دیا جس نے ابولؤلؤہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے پر اکسایا، وہ روایات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کا قتل ایک سازش تھی۔ ہرمزان نے یہ ساری منصوبہ بندی کی تھی کہ اس نے عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ابولؤلؤہ کے کینے کو مزید بھڑکایا اور وہ دونوں عجمی تھے، پھر یہ کہ جب ہرمزان کو قید کر لیا گیا اور اسے مدینہ بھیج دیا گیا تو اس نے اس اندیشہ کے پیش نظر اسلام قبول کر لیا کہ خلیفہ اسے قتل کر دیں گے۔ طبقات ابن سعد میں نافع کی روایت میں مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے وہ چھری دیکھی تھی جس کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا اور سعید بن مسیّب کی روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے وہ خنجر دیکھا تھا جو ابولؤلؤہ، ہرمزان اور جفینہ کے درمیان اس وقت گر گیا تھا جب وہ اچانک ان کے پاس آئے تو وہ ان کے چلنے کی وجہ سے گر گیا تھا، جب عبیداللہ نے عبدالرحمٰن سے یہ بات سنی تو وہ فوراً گئے اور ان دونوں کو قتل کر دیا اور انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے جذبہ انتقام سے مغلوب ہو کر ابولؤلؤۃ کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔ وہ خنجر جس کے متعلق عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بتایا تھا وہ بالکل وہی تھا جس کے ذریعے عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا

[1] تاریخ الطبری: ۲/ ۵۷۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھا۔ اگر عبید اللہ ہرمزان اور جفینہ کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرتے تو اس بات کا امکان تھا کہ ان دونوں کو معاملہ کی تحقیق کے لیے بلایا جاتا اور اس طرح یہ سازش آشکار ہو جاتی، اس شعر میں ہرمزان کا نام آیا ہے جو حسان بن ثابت یا عاتکہ بنت زید نے مرثیہ میں کہا:

فـجـعـنـي فـيـروز لا در دره
بـأبـيـض يـتـلـو الـمـحـكـمـات منيب

''فیروز نے مجھے تکلیف پہنچائی اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔''

ان سب چیزوں سے ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی اور جس نے اس سازش کو عملی جامہ پہنایا اور عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ابولؤلؤہ تھا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین [1]

عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو انہیں ان کے گھر منتقل کر دیا گیا اور اتوار کی صبح انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ صہیب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی علی اور عثمان رضی اللہ عنہما آگے بڑھے ایک ان کے سر اور دوسرے ان کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو گئے، تو عبدالرحمٰن نے فرمایا: لا الہ الا اللہ تم دونوں سے زیادہ امارت پر حریص کوئی نہیں!! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آپ امیر المومنین تھے اور انہوں نے کہا تھا: صہیب لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لہٰذا صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور عثمان، علی، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق وتائید سے ''الفاروق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ'' کا ترجمہ مکمل ہوا الحمد للہ علی ذلک، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سی کوشش کو قبول فرمائے اور صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کی سیرت کو اپنانے کی توفیق عنایت فرمائے اور دین حنیف کی سر بلندی اور کفر کو نیست ونابود کرنے کے لیے عمر بن خطاب نے جو جہادی قافلے روانہ کیے اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو تا قیامت جاری رکھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔''

[1] تاريخ الطبری: ۲/ ۵٦۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ